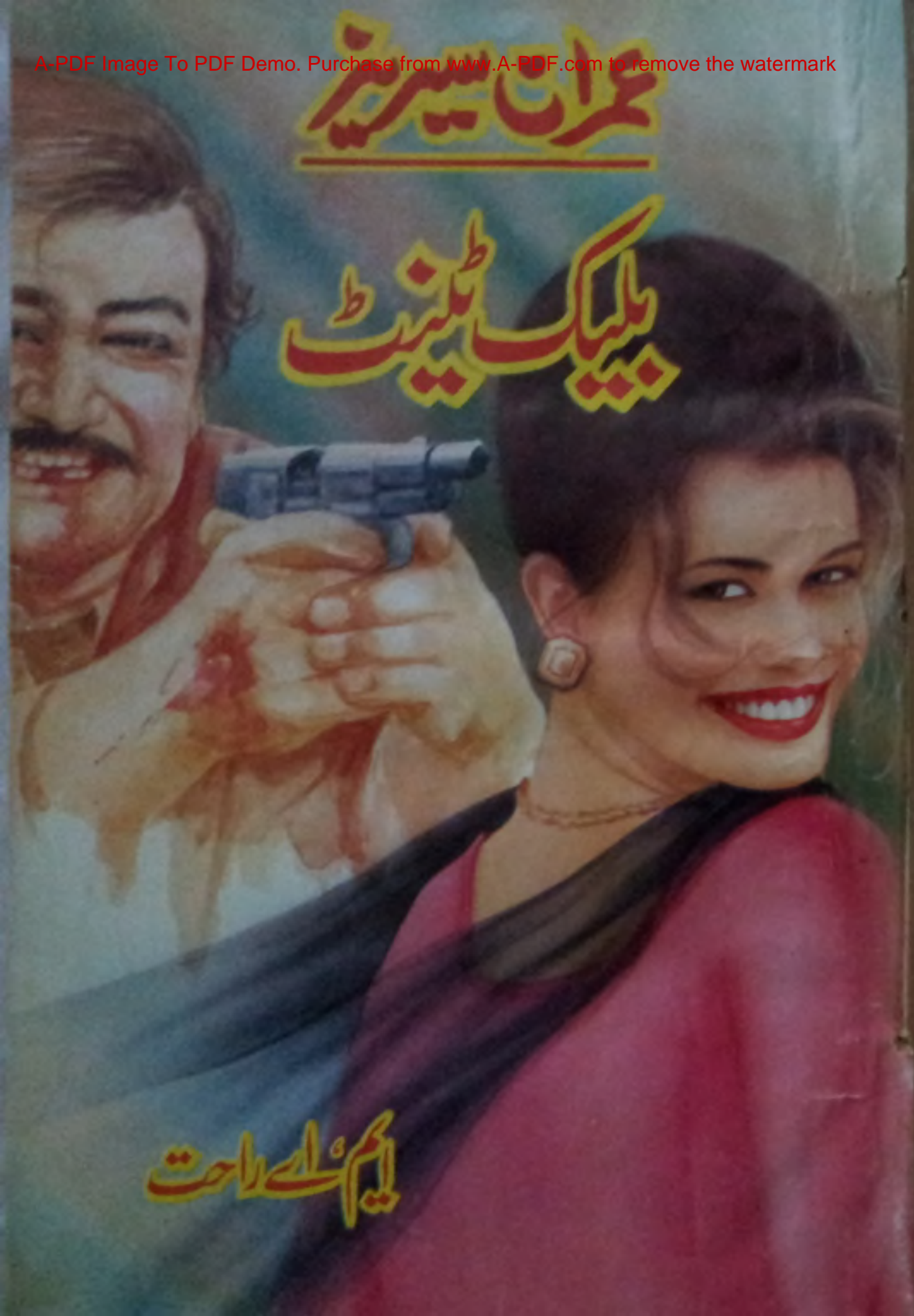


عراق شیریں

میک اپ ٹیٹ

ایک نئے راحت



عمان سیریز

ملیک ٹینٹ

مکمل ناول

ایم، اے راحت

یوسف برادرز

پاک گیٹ
ممتاز

اندازِ راحت

اس ناول کے تمام نام و مقام، کردار و واقعات اور پیش کردہ سچے سچے قطعی فرضی ہیں۔ کہ جنہوں نے یا کئی مطابقت محض الغایہ ہوگی۔
پبلشرز، مصنف، پرنٹرز، قطعی ذمہ دار نہیں ہیں۔

عزیزانِ گرامی۔ مزاج مبارک۔
عمران سیریز کا نیا شمارہ "بلیک ٹینٹ" حاضر ہے۔ کیسی عجیب بات ہے ہمارا کہنا کیا ضروری ہے یہ حاضر نہ ہوتا تو آپ کے ہاتھ میں کیسے ہوتا۔ بس کیا کیا جائے ایک روایت ہے جو نبھانی پڑتی ہے سو ہم نے بھی کہہ دیا لیکن یہ نہیں کہیں گے کہ عمران نے اس ناول میں دشمنوں کے چھکے، سستے، اٹھے چھڑا دیئے ہیں یا صفدر نے پولٹری فارم کھولنے کا ارادہ ترک کر دیا ہے یا جو لیا ایک کلو شہد لے کر چاند پر جا رہی ہے۔ جو کچھ ہے آپ کے سامنے ہے اور اس پر تبصرہ کرنے کا حق صرف آپ کو ہے۔ تبصرہ نگاروں میں پہلا خط۔

عاصم حسین اچھرہ لاہور سے لکھتے ہیں۔

جناب ایم اے راحت صاحب۔

آپ سے صرف ایک سوال کرنا چاہتا ہوں جو اب ضرور دیجئے گا۔ آپ ناول کیسے لکھتے ہیں اس کا مجرب نسخہ بتائیے۔
عاصم حسین صاحب نسخہ نوٹ فرمائیے۔

ایک کلو سیاہ چنے لیجئے۔ انہیں رات کو پانی میں بھگو کر رکھ دیجئے صبح کو انہیں پانی سے نکال کر خشک کر لیں پھر آدھا کلو سبز پیاز، ایک پاؤ ہرا دھنیہ۔ آدھا کلو شکر۔ ایک چھٹانک زیرہ سفید، دس

ناشران۔۔۔۔۔ اشرف قریشی

یوسف قریشی

پرنٹر۔۔۔۔۔ محمد یونس

طالع۔۔۔۔۔ ندیم یونس پرنٹرز لاہور

قیمت۔۔۔۔۔ 35 روپے



اونس خالص شہد، ایک چھٹانک اور ک کا آمیزہ بنا کر چٹنوں میں شامل کر دیجئے اور پھر اسے خالص دیسی گھی میں بھون لیجئے۔ یہ تیار جائے تو محلے کے سب سے بد مزاج پڑوسی کے پاس لے جا کر اے پیش کر دیجئے۔ نتیجہ جو کچھ نکلے اسے قلمبند کر دیں ناول تیار ہے۔ کامیابی کی اطلاع ضرور دیجئے۔

امیر علی گوجرانوالہ سے لکھتے ہیں۔

انگل راحت آپ کا ناول "کالی طاقت" پڑھا بہت اچھا لگا۔ ام ہے کہ آپ ہمیں اور اچھے ناول پڑھواتے رہیں گے۔ عمران ہمیں بہت اچھا لگتا ہے کاش میری اس سے ملاقات ہو سکے۔ کوئی ترکیب تو ضرور بتائیے۔

ریاض احمد ڈوگر خانیوال سے لکھتے ہیں۔

ناول "کالی طاقت" پڑھا بہت اچھی کہانی، بڑا جامع پلاٹ تھا۔ اصل میں کسی بھی ناول کا کوئی بیس ضرور ہونا چاہئے جو آپ کے ناولوں میں ملتا ہے۔ کوئی ایکشن ہو، کوئی سچو نیشن ہو، اسے نگاہوں میں لائیں تو اندازہ تو ہو کہ یہ ٹھیک ہے۔ میں نے آپ کی بہت سی کہانیاں پڑھی ہیں، ان میں یہ ملتا ہے اور اس ناول "کالی طاقت" میں بھی آپ نے اس کا پورا خیال رکھا ہے۔ مجھے اسی لئے آپ کی تحریر پسند ہے۔ آخر میں مبارک باد قبول فرمائیں۔

ظاہر عباس خضدار بلوچستان سے۔

راحت صاحب کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ دنیا میں سب سے مختصر

عبارت کب اور کہاں لکھی گئی۔

جواب۔ جی ہیں دوسری جنگ عظیم کے دوران جرمنوں نے روز ویلٹ کو ایک خط لکھا جو صرف اس نشان پر مشتمل تھا۔

جواب میں روز ویلٹ نے جو جواب دیا وہ "!" تھا۔

ملک ایاز تحصیل گوجرانوالہ سے۔

ایم اے راحت صاحب۔

مجھے آپ کی کہانیاں بہت پسند ہیں۔ آپ کا ناول "کالی طاقت" پڑھنے کو ملا بہت اچھا لکھا ہے۔ میری طرف سے مبارک باد۔ ادارہ یوسف برادرز بھی مبارک باد کا مستحق ہے کہ اس نے ستارے پر کند ڈالی۔ ناول تو بہت شاندار ہے لیکن ایک اعتراض ہے۔ وہ یہ کہ کیا آپ کی کوئی پرانی تصویر نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے جوانی کی تصویر کیونکہ عام طور پر مصنف اپنی تازہ تصویر کبھی نہیں چھپواتے بلکہ ہمیشہ وہ شیر دل نظر آنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چاہے وہ اخبارات کے کالم ہوں یا ناولوں کی پشت۔ آپ نے ایسا کیوں نہیں کیا۔

ملک ایاز صاحب۔ قیامت کا ذکر چھیر دیں۔ بات ہماری جوانی تک پہنچ جائے گی۔ اب اور کیا کہیں تبصرہ محفوظ ہے۔

تو قارئین گرامی یہ تھے آپ کے محبت نامے اور ان کے جواب۔ اب عمران سے ملاقات کریں اور ہماری اس کاوش کے بارے میں

اپنی رائے ضرور بھیجیں۔ آئندہ ناولوں سے آپ کے جوابات زیادہ
سے زیادہ شائع کئے جائیں گے۔ انشاء اللہ۔

والسلام

آپ کا

ایم اے راحت

رانا گڑھی کو پھول نگر کہنا غلط نہ ہوگا۔ اس علاقہ کا نام پھول نگر ہی
ہونا چاہئے تھا۔ پتہ نہیں یہاں کی زمین میں کیا خاص بات تھی۔ پھولوں
کی اتنی اقسام یہاں ہوتی تھیں کہ پورے ملک میں کہیں نہ ہوں گی۔
ساری گڑھی کس زمانے میں رانا اقتدار کی ملکیت تھی۔ پھر نسل در
نسل حالات بدلتے گئے تھے۔ لیکن اب بھی زرعی زمینیں رانا بختیار علی
کی ملکیت تھیں۔ اور ان میں سے بڑے حصے میں پھولوں کی کاشت ہوتی
تھی۔ رانا بختیار اور اس کے بیٹے خود اس سلسلے میں کچھ نہیں کرتے
تھے۔ بس منیجر اور دوسرے ملازم ہی میں دیکھ بھال کرتے تھے۔ اور
پھولوں کے تاجر یہاں سے ٹنوں پھول لے جاتے تھے ایک سسٹم کے
تحت کام ہونا تھا۔

موسم بہاریوں تو ہمیشہ ہی رانا بختیار کی حویلی میں خوشیوں کی بہار
لاتا تھا۔ لیکن اس بار کچھ زیادہ ہی خوشگوار ہو گیا تھا۔

لندن سے راؤ غصٹفر آئے ہوئے تھے۔ دو بیٹیاں، دو بیٹے ایک بیگم

راؤ شہزور خان ڈھائی آدمی کا مجموعہ تھا۔ قد چھ فٹ ساڑھے تین انچ پھیلاؤ بے پناہ۔ عقل نہ ہونے کے برابر۔ شکل و صورت بہت اچھی۔ دیکھ کر ہیبت طاری ہوتی تھی لیکن صرف اس وقت تک جب تک خاموش رہے۔ اصل میں آواز موٹی گردن میں چربی کے نیچے پھنس گئی تھی اور بس یہی لگتا تھا جیسے کوئی ہاتھی میاؤں میاؤں کر رہا ہو۔ وہ ماریا کا شوہر تھا۔ اور ماریا راؤ کی بڑی بیٹی تھی بونے سے قد اور خوبصورت بدن کی مالک۔ شوہر کے سلسلے میں کمپلیکس کا شکار تھی اور جھینپی جھینپی رہتی تھی۔

راؤ صاحب رانا بختیار کی نئی دریافت تھے۔ لندن بانی پاس کرانے گئے تھے جہاں راؤ سے دوستی ہو گئی تھی۔ صحت یاب ہو کر واپس آئے تو راؤ کو دعوت دے آئے تھے۔ اور راؤ صاحب نے وعدہ کر لیا تھا پھر انہوں نے وعدہ وفا کر دیا۔ ان کے بیٹے بیٹیاں بھی خوش مزاج تھے اور سب نے راؤ فیملی کا پرچپاک خیر مقدم کیا تھا۔ کئی دن کی بے تکلفی کے بعد عامرہ نے ماریا سے پوچھ لیا۔

”ماریا۔ تمہیں تمہارے شوہر پسند ہیں۔“

”تم یقین کرو، وہ بہت اچھا انسان ہے۔ بس جسامت۔ اللہ کی دین ہے۔“

”تم اس کے ساتھ خوش ہو۔“

”ناخوش بھی نہیں ہوں۔ شوہر کی حیثیت سے ایسے لوگ آئیڈیل

ہوتے ہیں۔ وہ میرا بہت خیال کرتا ہے اور پھر اس قدر سادہ لوح ہے کہ مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں ہوتی۔ البتہ بس جب ذرا دیکھنے والے اسے عجیب سی نظروں سے دیکھتے ہیں تو مجھے تھوڑا سا افسوس ہوتا ہے لیکن دوسروں سے کیا، لوگ تو کسی بھی شکل میں کسی کو خوش دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ عامرہ خاموش ہو گئی شاید وہ کچھ اور پوچھنا چاہتی تھی، لیکن غیر مہذب بات تھی اس لئے اس نے سوچا، البتہ راؤ صاحب نے رانا بختیار کو اپنے داماد کے بارے میں بتایا تھا۔

”وہ ہاتھی کی طرح طاقتور گینڈے کی طرح مضبوط ہے، بس ریسلنگ کا شوق ہے، پہلوانوں سے بڑی عقیدت رکھتا ہے اور خود بھی ایک اچھا پہلوان ہے، لیکن پروفیشنل نہیں، حالانکہ اس کا باپ ایک درمیانی جسامت کا آدمی تھا اور اپنے بیٹے کے اس شوق سے بہت نفرت کرتا تھا۔ لیکن شاید یہ شوق اسے قدرتی طور پر ملا ہے تم یقین نہیں کرو گے رانا بختیار کہ اس نے بڑے بڑے نامی گرامی پہلوانوں کو چت کر دیا ہے۔“

”ہاں اچھی جسامت ہے اس کی۔“

بہر حال یہ کوئی ایسا موضوع نہیں تھا جو بہت زیادہ دلچسپی کا باعث ہو، شہزور علی خان کی باتیں بھی بڑی معصوم معصوم ہوتی تھیں۔ وہ ہر ایک کے لئے کچھ نہ کچھ کرنے پر آمادہ رہتا تھا۔ پھر یہ طے پایا کہ رانا ہاؤس چلا جائے۔ رانا ہاؤس دراصل رانا بختیار علی کا سمر ہاؤس تھا اور یہاں بڑے شاندار انتظامات کئے گئے تھے۔ ایک چھوٹی سی پہاڑی بستی

کے پاس بستی سے تھوڑا ہٹ کر یہ سمر ہاؤس بنایا گیا تھا اور یہاں صرف ایک چوکیدار اپنے خاندان کے ساتھ مستقل رہتا تھا۔ انہی کے سوا اس سمر ہاؤس کی دیکھ بھال تھی۔ کبھی کبھی رانا فیملی یہاں آجایا کرتی تھی کیونکہ اس کے نواحیات بھی بے مثال تھے۔ پھولوں سے لدی پہاڑیاں۔ موسم بہار میں ایک آفاقی منظر پیش کرتی تھیں اور کبھی کبھی جب غیر ملکی سیاح اس طرف نکل آتے تھے تو یہیں کے ہو رہنا چاہتے تھے۔ ایسی جگہیں خوابوں میں ہی دیکھی جاتی ہیں۔ ان پہاڑیوں کے دامن میں جنگل بھی پھیلے ہوئے تھے بے ترتیب اور ناموار۔ ان جنگلوں میں کبھی کبھی درندے بھی آجایا کرتے تھے سہتا نچہ رانا کے کچے ایسے شوقین دوست جو شکار سے دلچسپی رکھتے تھے فرمائش کر کے رانا کے پاس آجاتے تھے لیکن ان دنوں رانا بختیار بڑی ذہنی اذیت میں مبتلا ہو جاتا تھا۔ کیونکہ جنگل کے ان درندوں کو بھی وہ اپنی ملکیت سمجھتا تھا اور ان کا نقصان نہیں چاہتا تھا۔ لیکن بس مصلحتیں اور کچھ ایسے تعلقات جنہیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ لیکن ایسا بہت کم ہوتا تھا۔ رانا یہاں کبھی شکار کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا تھا اور یہ بھی ایک حیرت ناک بات تھی کہ ان درندوں نے کبھی پاس کی بستی والوں کو نقصان نہیں پہنچایا تھا اور کوئی ایسی شکایت نہیں آئی تھی جس کی وجہ سے رانا کو کوئی تشویش ہوتی۔ ایک دوبار ہی ایسے موقع آئے تھے کہ کوئی شیر انسانی جان کا لاگو ہو گیا۔ ایسے موقع پر اس شیر کی تلاش خاص طور سے کی جاتی تھی اور اسے مار دیا جاتا تھا۔ لیکن یہ سب کچھ نہ ہونے کے برابر

ہوا تھا۔ بہر حال سب نے فیصلہ کیا کہ سمر ہاؤس جانے کے لئے یہ بہترین موقع ہے۔ اجنبی مہمانوں کو بھی ان مناظر سے لطف اندوز ہونے کا موقع دیا جائے۔ رانا بختیار کی بہت سی اولادیں تھیں۔ لڑکیاں لڑکے کچھ کی شادیاں ہو گئی تھیں اور ایسے موسم میں وہ شادی شدہ لڑکیاں بھی آجایا کرتی تھیں سہتا نچہ سمر ہاؤس جانے کے لئے جو قافلہ تیار ہوا وہ چار چیسوں میں سفر کر رہا تھا۔ ماریا کا شوہر عام طور سے ان لوگوں کی گفتگو کا موضوع بنا رہتا تھا اور وہ اس کے بارے میں طرح طرح کے ریمارکس دیتے تھے۔ ندرت نے کہا۔

”زمانہ قدیم کے لوگ تو سنا ہے اس سے بھی لمبے تونگے ہوا کرتے تھے۔ لیکن یہ شخص بہت عجیب ہے اس کے چہرے پر کسی سچے ہی کی طرح معصوم سی کیفیت نظر آتی ہے تم یقین کرو بڑی سادہ سادہ سی باتیں کرتا ہے اور لڑکیوں کے سامنے تو بالکل ہی احمق بن کر رہ جاتا ہے، دل چاہتا ہے حلق پھاڑ پھاڑ کر اس پر قہقہے لگائے جائیں، لیکن اس خیال سے خاموشی اختیار کر لی جاتی ہے کہ اس کی بیوی برا مانے گی۔“

”اور آواز، آواز تو بس کمال کی ہے، یوں سمجھ لو اگر تھوڑے سے سر اس آواز میں پیدا ہو جائیں تو تو متکلیف شکر کی ایسی تیری ہو جائے۔“ ان الفاظ پر مینا بڑی طرح ہنس پڑی۔

”خدا سے ڈرو تم لوگ، ابھی تم لوگوں کے لئے بھی راستے کھلے ہوئے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کسی کو کوئی ایسا ہی ریسر مل جائے۔“

”تم جب بھی بات کرنا کفن پھاڑ کر ہی کرنا۔ اللہ نہ کرے۔“
 ”ہوں۔ بہر حال ہے نہ بھڑی، کتنی خوبصورت ہے ماریا نازک
 نازک سی، لیکن وہ اس دیو کے ساتھ گزارا کر رہی ہے۔“
 ”ارے تمہیں نہیں معلوم ماریا اسے پسند کرتی ہے۔“
 ”تب وہ بھی ایسا نارمل ہے۔“

جیسوں پر مشتمل یہ پارٹی سمر ہاؤس کی جانب سفر کر رہی تھی۔
 لڑکیوں اور لڑکوں کا یہ گروہ خوب تفریحات کرتا جا رہا تھا۔ بوڑھوں
 نے اپنے لئے الگ ہی جیپ کا انتخاب کیا تھا تاکہ لڑکے لڑکیوں کو ان
 کی موجودگی سے کوفت نہ ہو، کئی گھنٹے کا سفر طے ہو چکا تھا اور اب وہ
 علاقہ سامنے آگیا تھا جہاں سمر ہاؤس واقع تھا۔ جیسوں نے سڑک چھوڑ
 دی اور پتھرلی زمین پر چل پڑیں۔ آگے سرسبز وادی نظر آرہی تھی۔
 رفتار کافی سست ہو گئی تھی کیونکہ یہ راستہ بہت ناموار تھا اور بعض
 جگہ تو نہایت ہی سست رفتاری سے جیسوں کو گزارنا پڑتا تھا۔ لیکن
 ایک جگہ گڑبڑ ہو گئی۔ اس جیپ میں لڑکیاں ہی لڑکیاں تھیں اور رانا
 بختیار کی ایک تیز و طرار بیٹی جیپ ڈرائیو کر رہی تھی۔ جیپ ایک پتھر
 سے نیچے اتری اور اس کا ایکسل دوسرے پتھر پر جا ٹکا دونوں جیسے اوپر اٹھ
 گئے تھے حالانکہ جیپ فور و ہیل ڈرائیو تھی۔ لیکن کچھ ایسی گڑبڑ ہوتی
 تھی کہ اگلے جیسے اسے آگے بڑھانے میں کامیاب نہیں ہو رہے تھے پھر
 جب کافی ریس دینے کے بعد بھی کام نہ بنا تو ٹشپ نے جیپ کا انجن بند
 کر دیا۔ باقی جیسوں بھی رک گئی تھیں۔ لڑکے نیچے اتر آئے اور پھنسی

ہوتی جیپ کے قریب پہنچ گئے، جگہ ایسی تھی کہ وہ لوگ خود بھی
 کوشش کر کے جیپ کو نہیں نکال سکتے تھے لیکن لڑکیوں کی موجودگی
 میں لڑکے کچھ زیادہ بہادر اور طاقتور ہو جاتے ہیں چنانچہ سب کے سب
 اس چکر میں پھنس گئے، جیپ نہیں نکل پائی تھی۔ رانا بختیار اور راؤ
 غضنفر بھی لگے۔

”بھئی اب کیا کیا جائے؟“
 ”اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ دوسری جیسوں کو آگے لے جا
 کر اس جیپ کو باندھا جائے اور پھر کھینچ کر اسے اتارا جائے۔“
 ”کوئی رسہ ہے باندھنے کے لئے؟“
 ”ہونا تو چاہئے۔“ ماریا اور دوسرے لوگ وہیں کھڑے ہوئے تھے
 شہزور علی خان نے بیوی کی طرف دیکھا، وہ بھی تشویش کا شکار نظر آرہی
 تھی۔
 ”کیوں، تم کیوں پریشان ہو؟“
 ”دیکھو ناں سفر رک گیا ہے۔“
 ”نکال دوں۔“ وہ بولا اور ماریا یہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔
 ”کیا مطلب؟“

”ارے یہ سب بونے ہیں ذرا سی جیپ نہیں اٹھا سکتے۔ میں ابھی
 اسے نکالتا ہوں۔“
 ”نیچے۔ نیچے تو ہی۔ اٹھ جائے گی آپ سے۔ وہ سب مل کر اسے
 اٹھا رہے ہیں تو اٹھ نہیں پا رہی۔“

"میں ان سب سے زیادہ طاقتور ہوں۔"

"اچھا جاؤ لیکن کچھ لینا شرمندہ نہ کرنا مجھے۔" شہزور علی آگے بڑھا اور جیب کے قریب پہنچ گیا۔ رانا، اختیار نے لڑکیوں سے کہہ دیا تھا کہ وہ دوسری جیسوں میں تقسیم ہو جائیں، ابھی کچھ درمیں کچھ کر لیا جائے گا۔ رے کی تلاش کی جارہی تھی۔ لیکن اسی وقت شہزور علی وہاں پہنچا۔ دونوں شاخوں جیسے مضبوط اور چوڑے ہاتھوں سے اس نے لوگوں کو ہٹایا اور پھر آگے بڑھ کر جیب کو عقب سے پکڑ لیا۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ اس نے جیب کو کئی فٹ اونچا اٹھایا ہے اور اس کے بعد اس نے زور سے اسے آگے دھکیل دیا۔ سب کے سب دم بخود رہ گئے تھے۔ طاقت تو بے شک دکھائی جاسکتی تھی۔ لیکن اس طرح نہیں وہ سب کے سب شرمندہ ہو گئے تھے اور جھینپی ہوئی نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے تھے۔ شہزور علی نے خوش ہو کر کہا۔

"یہ تو کچھ بھی نہیں ہے اگر ٹرک بھی ہوتا تو میں اسے بھی اٹھا کر اسی طرح نکال دیتا اگر کمر کا زور لگا دیتا تو جیب کو اپنی کمر پر بھی اٹھا سکتا تھا۔"

"یقیناً آپ ایسا کر سکتے تھے، لیکن اس کے بعد آپ کی کمر کا کیا ہوتا؟"

"ایں، میں کچھ سمجھا نہیں۔" شہزور علی نے کہا اور سب ہنسنے لگے۔ بہر حال جیب کی ڈرائیونگ پھر اسی لڑکی نے سنبھال لی تھی۔ اور وہ سب آگے بڑھ گئے تھے، لیکن اب موضوع وہی تھا۔ ایک لڑکی نے کہا۔

"سچ بتاؤں وہ جو کچھ بھی ہے وہ تو الگ بات ہے، لیکن اس وقت اس کی بیوی کی ہرے پر فخر کے جو آثار ہیں، وہ ان کی حق دار ہے۔" تو پھر جہارے لئے بھی کوئی ریسر ہی تلاش کر لیا جائے۔ اب یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی کسی کی تعریف کرنے کا مطلب یہ تھوڑی ہوتا ہے۔

غرضیکہ یہ سارا سلسلہ اسی طرح چلتا رہا اور پھر وہ سر ہاؤس پہنچ گئے۔ اپنا ٹک ہی آئے تھے اس لئے جو کیدار انہیں دیکھ کر بھوپکا ہو گیا۔ لیکن پھر اس نے سب کو سلام کیا اور رانا، اختیار اس سے اس کی خیریت پوچھنے لگا۔

"نہیں صاحب خیریت نہیں ہے۔ اگر آپ کسی کو بھیج کر ہم سے یہاں آنے کی کہلوادیتے تو ہم آپ کو پوری طرح منع کر دیتے۔" کیوں خیریت۔ کیا بات ہے؟" رانا، اختیار نے چونک کر پوچھا۔

وہ بات ہیں۔

مجھے نہیں معلوم۔ مثلاً کیا کیا ہیں تو بتا سکتا ہے۔

آپ بیوی کو گھر میں رکھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔

تو اسے کسی ہوٹل میں ٹھہرا دوں گا۔

آپ بیوی کے قابل ہی نہیں ہیں۔ سلیمان بولا اور عمران سر

ہاتھ پھرنے لگا پھر اچانک ہی جھک کر اس نے جوتا اٹھایا اور بولا۔

جو کچھ کہہ رہا ہے اس کا مطلب سمجھتا ہے۔

سب سمجھتا ہوں صاحب آپ موجود نہیں ہوتے تو لوگ مجھ سے

آپ کے بارے میں پوچھ پوچھ کر ناک میں دم کر دیتے ہیں اب ان

سب کو بتاتا پھروں کہ میں آپ کی بیوی نہیں بلکہ ملازم ہوں۔

جس دن تو نے کسی سے یہ بات کہہ دی سلیمان کہ تو میری بیوی

ہے اس دن۔ اس دن یا تو اس دنیا میں تو نہیں رہے گا۔ یا میں

نہیں۔

ارے چھوڑیے صاحب آپ یقین کریں اگر میں واقعی لڑکی ہوتا

اور آپ جیسے کسی آدمی کا رشتہ میرے لئے آتا تو خود کشی کر لیتا۔

اچھا فضول بکو اس بند کرو، کس نے پوچھا تھا میرے بارے

میں۔

دو چار ہی چہیتے ہیں آپ کے، ایک وہ بڑے میاں ہیں سر سلطان۔

عمران آگے، عمران آگے، عمران آگے۔ ارے بابا ناک میں دم کر رکھا

ہے اور دوسرے وہ کپتان صاحب ہیں۔

کریمیا سے کامیاب واپسی ہوئی تھی دارالعلوم مت پہنچنے کے بعد سب

لوگ منتشر ہو گئے۔ ایٹل کو حجازی کی کوٹھی تک پہنچانے کی ذمہ

داری صفدر کے سپرد کر دی گئی تھی باقی لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے

تھے اور عمران فلیٹ پر پہنچ گیا تھا سلیمان کی کیفیت ہمیشہ ایک جیسی

رہتی تھی تپہ نہیں وہ عمران سے عاجز ہونے کی اداکاری کرتا تھا یا

در حقیقت یہاں رہ کر بیزار ہو گیا تھا عمران کو دیکھ کر اس نے کسی

خاص کیفیت کا اظہار نہیں کیا تھا بہر حال عمران نے بھی اس سے کوئی

خاص بات نہیں کی لیکن تھوڑی دیر کے بعد وہ خود ہی پہنچ گیا تھا۔

کہاں گئے تھے آپ۔ اس نے سوال کیا۔

یہ تیرا بچہ کیسا ہو رہا ہے۔ مجھے تپہ ہے اسی لہجے کی وجہ سے میں

نے آج تک شادی نہیں کی۔

چھوڑیے صاحب... آپ کے شادی نہ کرنے کی تو بے شمار

۔ کون کیپٹن فیاض ۔

۔ اور کون ہو سکتا ہے، ویسے ایک بات بتائیے کیا وہ کالیہ بھی آپ کے ساتھ گیا تھا ۔

۔ جوزف ۔

۔ ہاں ۔

۔ نہیں تو کیوں ۔

۔ نازل نہیں ہوا بہت دنوں سے، ویسے صاحب مجھے آپ سے ایک شکایت ہے ۔

۔ وہ بھی ارشاد فرما دیجئے ۔

۔ آپ اگر کہیں جاتے ہیں تو مجھے کیوں ساتھ نہیں لے جاتے ۔

۔ کھانا باہر بھی مل جاتا ہے، ضرورت نہیں پیش آتی اور پھر تو نے جو کچھ آج تک مجھے کھلایا ہے کبھی کبھی اس سے بچنے کے لئے ہی تو باہر نکل جاتا ہوں ۔

۔ صحت دیکھی ہے اپنی، میری وجہ سے قائم ہے، اگر میں آپ کی صحت کا خیال نہ رکھتا تو حشر ہو چکا ہوتا اب تک ۔

۔ فیاض کیا کہہ رہا تھا ۔

۔ بس کچھ نہیں اور کوئی کام نہیں ہوتا تو لوگ فون کر ڈالتے ہیں ۔

۔ اچھا چل فصول باتوں سے گریز کر، سر سلطان نے تو کوئی پتہ نہیں دیا ۔

۔ کیوں ۔ کیا وہ کوئی پیغام دینے والے ہیں ۔ لڑکیاں وغیرہ ہیں ان کی ۔

۔ باہر نکل ۔ عمران نے جوتا اس پر پھینک مارا لیکن سلیمان عمران ہی کا ملازم تھا جوتا بند دروازے میں لگا تھا اور سلیمان غائب ہو چکا تھا عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی لطف رہا تھا اس مہم میں، واقعات گو ذرا بے ترتیب سے تھے اور جو کچھ ہوا تھا بس جلد بازی میں ہوا تھا لیکن بہر حال مارٹو ہول کا معاملہ مکمل ہو گیا تھا اور اب آنے والے وقت میں اس کے لئے بہتر امکانات پیدا ہو گئے تھے کیونکہ اقوام متحدہ نے کریسیا کو آزادی دلوائی تھی اور سارے ثبوت منظر عام پر آنے کے بعد یقینی طور پر اس بڑے ملک کے خلاف ایسی ہی سخت کارروائی کی جائے گی کہ اب اس کے بعد وہ دوبارہ کریسیا کے خلاف کوئی سازش کرنے کی ہمت نہیں کر پائے گا، ورنہ اسے پوری دنیا کا جھگڑا مول لینا پڑے گا، سر سلطان کو فون کر کے صورتحال کی اطلاع دینی تھی رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا اور بالآخر تین چار جگہ فون کرنے کے بعد سر سلطان سے رابطہ قائم ہو گیا ۔

۔ عمران بول رہا ہے سر ۔

۔ اوہو ۔ عمران مبارک ہو، جو کچھ تم کر کے آئے ہو اس کی مبارکباد اب تک میں وصول کرتا رہا ہوں ۔

۔ یعنی یہ سلسلہ جاری ہو گیا ۔

۔ نہ صرف جاری ہو گیا بلکہ اور بھی بہت کچھ ہوا ہے ۔ کریسیا سے

ہمارے اپنے مفادات بھی وابستہ ہیں میں سمجھتا ہوں اب کریمیاہ حالات بہتر ہو جائیں گے اور ہمارے یہاں کے طالب علموں کو کمرہ میں ایک خاص شعبے میں تعلیم حاصل کرنے کی لاتعداد آسانیاں حاصل ہو جائیں گی۔ کب مل رہے ہو تم۔

”جب آپ حکم فرمائیں، ویسے ان قیدیوں کی کیا پوزیشن ہے۔“

”سب ملٹری کی تحویل میں ہیں۔“

”اور لاشوں کا کیا ہوا۔“

”تم آجاؤ تفصیل سے بیٹھ کر بات ہوگی۔“

”آپ تو اس وقت مصروف ہیں۔“

”نہیں آدھے گھنٹے کے اندر اندر میں گھر پہنچ رہا ہوں، تم بھی آؤ ہی درمیان میں پہنچ جاؤ پھر وہاں باتیں ہوں گی۔“ عمران نے گردن ہلائی اور فون بند کر دیا پھر آدھے گھنٹے کے بعد وہ سر سلطان کی کونٹھی میں ان کے ڈرائیونگ روم میں بیٹھا ہوا تھا اور سر سلطان شاید لباس تبدیل کرنے گئے ہوئے تھے ملازم نے یہی کہا تھا کہ وہ عمران کے لئے ہدایت کر گئے ہیں۔ کچھ درمیان کے بعد سر سلطان عمران کے سامنے آ بیٹھے ان کے چہرے خوشی کے آثار تھے۔ انہوں نے کہا۔

”واقعی عمران تم، بس اب تو تمہاری تعریف کرنے کو بھی دل نہیں چاہتا اپنے الفاظ اس تعریف کے لئے بیچ عموس ہوتے ہیں۔“

”تو نہ کیا کریں کیا فرق پڑتا ہے۔ آپ خوش ہیں میں بھی خوش ہوں۔“

”شکر ہے عمران، درحقیقت تم جیسا میرا پاکیشیا کو حاصل ہو گیا ہے، ہم لوگ تم پر ناز کرتے ہیں تمہارے لئے مبارکباد کے لئے پیغامات ہیں کہ تمہیں بتانے بیٹھوں تو باقی گھنٹوں کے لئے موقع ہی نہ ملے۔“

”میرے لئے اس سے زیادہ خوشی کی اور کوئی بات نہیں ہے کہ آپ لوگ میری کارکردگی سے خوش ہیں۔“

”کیوں نہیں، خیر تفصیلی رپورٹ یہ ہے کہ ان پانچوں ممبروں کو جو یہاں جان گنوا بیٹھے ہیں اب کریمیا بھجوا یا جا رہا ہے اور متعلقہ افراد شاید آج ہی رات ان کی واپسی، میرا مطلب ہے ان کے تابوتوں کی وہاں ترسیل کا انتظام کر دیں اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ افراد ملٹری کی تحویل میں ہیں لیکن ان کا سربراہ ابھی ملٹری کی تحویل میں نہیں پہنچا۔“

”وہ پہنچ چکا ہوگا میں اسے اپنے ساتھ لایا تھا اور بلیک زرو کو میں نے اس سلسلے میں ہدایات کر دی تھیں۔“

”سیرا ہے کیا چیز۔“

”وہ چیز تھا۔ اب نہیں ہے بہر حال اس کی ہسٹری میں آپ کو پیش کر دوں گا اور اس کے لئے سزا کا مسئلہ بھی آپ ملٹری کے سپرد رکھیں لیکن میری رائے ہے کہ اس جیسے خطرناک مجرم کو صرف اور صرف موت کی سزا ہونی چاہئے، اگر اس کے بارے میں ذرا برابر لاپرواہی سے کام لیا گیا تو شاید اسے قابو میں نہ رکھا جاسکے۔ وہ بہت ہی خطرناک شخصیت ہے۔“

”مطمئن رہو میں تمہارے یہ ریمارکس ملٹری ہیڈ کوارٹر پہنچا دوں

گا۔“

”اس کے علاوہ میرے لئے اور کوئی خدمت۔“

”نہیں عمران بس ایک رپورٹ تیار کرنی ہے تمہیں جو ملٹری ہیڈ کوارٹر کو بھیجا دی جائے گی میرا خیال ہے اگر تم تھکن محسوس نہ کر رہے ہو اور کسی خاص مصروفیت کا شکار نہ ہو تو ہم دونوں مل کر رپورٹ تیار کیئے لیتے ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔“ عمران نے کہا اور اس کے بعد وہ دونوں کام میں

مصروف ہو گئے۔

صفدر نے ایشل کو پروفیسر حجازی کی کوٹھی تک پہنچا دیا بس اسے اتنی ہی ہدایت کی گئی تھی۔ ایشل نے کہا بھی کہ وہ اندر آئے ان کے ساتھیوں سے ملے۔ لیکن صفدر نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں مس ایشل۔ ممکن ہے دوبارہ بھی آپ سے ملاقات ہو۔“

لیکن فی الحال بس یہیں تک۔ ٹیکسی میں آئے تھے اور اسی ٹیکسی میں صفدر واپس چلا گیا تھا۔ ایشل کو ٹھکی میں واپس چلی گئی۔ گزرے ہوئے واقعات کا ایک عظیم سلسلہ تھا جو ایشل کے ذہن کو اپنی گرفت میں لئے ہوئے تھا۔ پروفیسر ٹیل سے ملاقات ہوئی۔ ڈی، بی، ایل ہی نے سب سے پہلے دیکھا تھا اور لپک کر ایشل کے قریب پہنچ گیا تھا بہر حال ایشل کی واپسی سب ہی کے لئے سنسنی خیز تھی پروفیسر ٹیل بہت زیادہ مجسوس نظر آ رہا تھا اس نے کہا۔

”بے بی اگر تم تھک گئی ہو تو بے دھڑک آرام کر سکتی ہو اور اگر

نہیں تھکی ہو تو ہم لوگ تمہارا سفر نامہ سننے کے لئے سخت بے چین ہیں۔

نہیں انکل میں تھکی نہیں ہوں لیکن تھوڑی دیر آرام کروں گی اس کے بعد آپ لوگوں سے گفتگو کروں گی۔

اوکے۔ پروفیسر حجازی نے تمہارے لئے بھی کمرہ منتخب کر دیا ہے ڈی، بی، ایل، بے بی کو اس کے کمرے میں چھوڑ دو۔ ایٹل کو موقع ہی نہیں ملا تھا کہ ساری تفصیلات معلوم کرتی بہر حال اس نے غسل کیا، لباس بھی تبدیل کیا اس کے بعد کچھ دیر بستر پر لیٹی کچھ سوچتی رہی عمران اس کے ذہن میں تھا عجیب سا انسان تھا درحقیقت اس نے ایٹل کے ذہن کو متاثر کیا تھا حالانکہ ایٹل کا ماضی ایک عظیم کہانی تھا اور اس کہانی میں بڑے بڑے افسوس ناک واقعات شامل تھے لیکن اب یہ نکلون بن گیا تھا ڈی، بی، ایل پروفیسر ٹیل اور وہ۔ اس نکلون نے بہت سے ایسے کام کیئے تھے جو دوسرے لوگوں کے لئے ناقابل یقین ہوں، ڈی، بی، ایل اپنی جگہ ایک الگ شخصیت کا مالک تھا۔ پروفیسر ٹیل کی تو خیر بات ہی کیا تھی اور یہ دونوں ایٹل کے بارے میں کہتے تھے کہ ایٹل اگر نہ ہوتی تو ان دونوں کے کام ناممکن ہو جاتے ایٹل کو علم تھا کہ پروفیسر ٹیل پاکیشیا آنا چاہتا ہے اور ہمیں مستقل قیام کا ارادہ رکھتا ہے۔ لیکن پروفیسر حجازی کے بارے میں اسے زیادہ تفصیلات نہیں معلوم تھیں لے دے کر پھر عمران کا تصور۔ کیسا عجیب انسان ہے وہ۔ کارکردگی کے وقت کسی پستے کی طرح پھرتیلا اور

لومڑی کی طرح چالاک، لیکن عام حالات میں اس کی شخصیت اور پھر جو کچھ اس نے ایٹل سے کہا تھا اور جس طرح اس کا مذاق اڑایا تھا وہ ایٹل کے رگ و پے میں چنگاریاں دوڑا رہا تھا اس کے دل میں عمران کے لئے اچھے جذبات بھی تھے لیکن جہاز کے سفر میں جس طرح عمران نے اس سے گفتگو کر کے اسے بے عزت کر دیا تھا وہ ایٹل سے برداشت نہیں ہو رہا تھا اور اس کے دل میں انتقامی جذبے پل رہے تھے کچھ دیر آرام کرنے کے بعد وہ باہر نکل آئی اور اس لیبارٹری میں پہنچ گئی جہاں عموماً پروفیسر حجازی وغیرہ جمع رہا کرتے تھے۔ اس وقت بھی وہ تینوں یکجا تھے پروفیسر ٹیل کا بغیر ہاتھ پاؤں کا بدن ایک خاص قسم کی کرسی میں فٹ تھا اور وہ ان لوگوں سے گفتگو کر رہا تھا۔ ایٹل نے پہلے بھی یہ محسوس کیا تھا کہ پروفیسر حجازی پروفیسر ٹیل سے ایک عقیدت رکھتا ہے جو اس کی آنکھوں سے بھی جھکتی ہے اور گفتگو سے بھی۔ ان دنوں استاہنگامی معاملہ تھا کہ ایٹل تفصیل سے پروفیسر حجازی کے بارے میں پوچھ بھی نہیں سکی تھی۔ اس وقت ان تینوں نے اس کا اچھا استقبال کیا اور اسے بیٹھنے کی پیش کش کی پروفیسر ٹیل مسکرا کر بولا۔

ابھی ہم تمہارے ہی بارے میں گفتگو کر رہے تھے میں پروفیسر حجازی کو تمہاری ہی کہانی سن رہا تھا۔

آپ میری کہانی کا سلسلہ درمیان میں ختم کر دیں انکل ٹیل اور آپ یہ بتائیں کہ خود پروفیسر حجازی کیا ہیں۔ براہ کرم پروفیسر آپ اس

چیز کو مانتے نہ کریں میں جانتی ہوں کہ اٹکل سے آپ کے کیسے تعلقات ہیں کہ اٹکل نے آپ کے ہاں قیام کو ترجیح دی۔ یہ لیبارٹری بھی میں نے دیکھی ہے۔ لیکن اٹکل سے میں نے ابھی تک اس کے بارے میں کوئی تفصیل معلوم نہیں کی ہے۔ یہ سوچ کر کہ اٹکل جو کچھ کہہ رہے ہیں پہلے میں ان حالات سے نمٹ لوں اس کے بعد ذرا تفصیل سے معلومات حاصل کروں۔

میں تمہیں پروفیسر جہازی کے بارے میں مختصر الفاظ میں تو بتا چکا ہوں کہ یہ میرے بہت قدیم دوست ہیں سب سے بڑی بات یہ کہ یہ میرے ہم پیشہ ہیں اور ہم دونوں ذہنی طور پر ایک دوسرے سے بے حد متاثر ہیں۔ پروفیسر جہازی کوئی معمولی شخصیت نہیں ہیں اپنے وطن کے عظیم سائنسدانوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ لیکن یہ بھی میری طرح ایک آزاد فطرت انسان ہیں اور انہوں نے کبھی کسی کی غلامی قبول نہیں کی اصل میں سچا فنکار وہی ہوتا ہے ایشل جو اپنے فن کو تقسیم تو کرے لیکن اسے کسی کی تحویل میں نہ دے، اپنے آپ کو محدود نہ کرے۔ یہی شخصیت پروفیسر جہازی کی ہے۔ وہ سرکاری عہدے دار بھی ہیں تعلقات بھی رکھتے ہیں اپنے وطن کے لئے بہت کچھ کر چکے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے کسی کی غلامی قبول نہیں کی، کوئی نوکری نہیں کرتے وہ۔

دیری گلد۔ میں جانتی تھی اٹکل ٹیل کہ آپ کا کوئی دوست ایسا نہیں ہو سکتا اور خاص طور سے کوئی ایسا دوست جس کے پاس آپ

قیام کریں، جو معمولی شخصیت کا مالک ہو، پروفیسر جہازی کے بارے میں یہ تھوڑا بہت اندازہ تو تھا مجھے۔ اب یہ تعارف مکمل ہو گیا۔ اور پروفیسر اٹکل ٹیل بتا چکے ہیں کہ وہ آپ کو میری کہانی سنا چکے ہیں۔ اگر یہ کہانی ادھوری رہ گئی ہو تو اسے پھر کبھی مکمل کر لیں۔ اب میں آپ کو ان سوالات کے جواب دینے کے لئے تیار ہوں جن کا آپ انتظار کر رہے ہیں۔

تھینک یو بے بی۔ کیا تم ہمیں یہ بتانا پسند کرو گی کہ اس مہم کا کیا ہوا۔ اصل میں ہمارا شعبہ مختلف ہے میں تھوڑی بہت سرکاری حیثیت بے شک رکھتا ہوں لیکن اتنی بھی نہیں کہ کوئی اہم قومی رہنما مجھے معلوم ہو سکے۔ لیکن ہمارے ذہنوں میں سیرا کے بارے میں جو تجسس ہے وہ ختم نہیں ہو سکتا۔

یقیناً۔ میں آپ کو اسٹا تو بتا چکی ہوں اٹکل کہ سیرا کہاں اس وقت پانی پر دوڑتا ہوا بھاگ گیا تھا جب آپ لوگوں نے اس پر چھاپہ مارا تھا وہ کافی دور جا کر پانی میں روپوش ہو گیا تھا اور مسٹر عمران اسے تلاش کرنے میں ناکام ہو گئے تھے۔ بہر حال اس کے بعد جو سرکاری پروگرام آپ لوگوں نے ترتیب دیا ہم اس کے تحت یہاں سے چل پڑے اور ہمیں ایک جہاز نے کریمیا پہنچا دیا، کریمیا پہنچنے کے بعد مسٹر عمران نے بہت مختصر وقت میں تمام صورتحال کو قابو میں کر لیا۔ درحقیقت اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مسٹر عمران نے جو کارروائی کی، وہ ایک ناقابل یقین حد تک ذہانت کی حامل ہے۔ انہوں

نے سیرا کی رہائش گاہ میں پہنچنے کے بعد بہت سا کام کیا۔ لیکن یہاں تک کہ سیرا بھی وہاں پہنچ گیا لیکن وہ مسٹر عمران کی زد سے دور نہ رہ سکا اور سچ بات یہ ہے کہ مسٹر عمران نے اسے گرفتار کرنے کے لئے جو طریقہ اختیار کیا وہ ناقابل یقین تھا۔ ایشل نے مختصر اس کی تفصیل بتائی پھر بولی۔ لیکن ان تمام باتوں کے بعد آپ سے یہ سوال کرنا چاہتی ہوں کہ یہ عمران ہے آخر کیا چیز۔ کیا یہ کوئی سرکاری عہدے دار ہے، کیا یہ فوج کا کوئی بہت بڑا آدمی ہے۔

”بے بی اس کے بارے میں چھان بین نہ کرو تو بہتر ہے۔“ پروفیسر حجازی نے کہا۔

”نہیں ضروری ہے انکل۔ اس شخص نے مجھے ذہنی طور پر شل کر دیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اسے کیا سمجھوں۔ کبھی وہ ایک شوخ اور کھلنڈ رانہ جو ان نظر آتا ہے اور کبھی استا برا انسان کہ بس دل چاہتا ہے اسے گولی مار دی جائے۔

پروفیسر حجازی پھر ہنسا اور دیر تک ہنستا رہا اس نے کہا۔

”بالکل درست کہہ رہی ہو۔ اس کے بارے میں بے شمار افراد کا یہی خیال ہے کہ اسے ختم کر دینا زیادہ مناسب ہے۔ لیکن وہ کیا ہے پروفیسر کو مختصر میں اس کے بارے میں بتا چکا ہوں۔ وہ یہاں کے محکمہ سراخ رسانی کے ڈائریکٹر جنرل کا بیٹا ہے۔ لیکن اس کا باپ بھی شاید اگر موقع مل جائے تو اسے گولی مارنے سے گریز نہ کرے۔

”یقیناً وہ اسی قسم کا آدمی ہے۔ مارا جائے گا کسی نہ کسی دن کسی

کے ہاتھوں۔“

”نہیں بے بی وہ بھی اپنے ملک کا سرمایہ ہے یہاں وہ بالکل اپنے شوق کی خاطر ایسے ایسے خطرناک مجرموں سے نمٹ چکا ہے کہ تم سنو گی تو یقین نہیں کرو گی۔“

”نہیں۔ کم از کم اس کی اس بات پر تو یقین کر لوں گی۔ لیکن انکل میں آئندہ اس کے ساتھ کوئی رابطہ نہیں رکھ پاؤں گی وہ بہت ہی شیطان صفت آدمی ہے۔“

”چلو ٹھیک سے کوئی ایسی بات نہیں ہے۔“ دفعثاً ہی ایک ملازم نے دروازے پر دستک دی اور پروفیسر حجازی نے اسے اندر آنے کا اشارہ کر دیا۔ ملازم پلیٹ میں ایک لفافہ لئے ہوئے اندر آیا اور اس نے لفافہ پروفیسر حجازی کو پیش کر دیا۔

”کیا ہے۔“

”سر ایک شخص دے کر گیا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ یہ خاص پرائیویٹ ہے اور صرف پروفیسر حجازی کو دیا جائے۔“

”ٹھیک ہے جاؤ۔“ حجازی نے کہا اور لفافے پر اپنا نام پڑھنے لگا، پھر عقب میں اس نے ایک نام پڑھا لکھا ہوا تھا۔ رانا، بختیار علی۔ فرام رانا گڑھی۔

”ارے میرا دوست، میرا بہترین دوست، بختیار، لیکن یہ طریقہ کار، کیا ہے اس لفافے میں۔“ پروفیسر لفافے کو کھولنے لگا۔ اس نے لفافے سے ایک نفیس کاغذ نکالا اور اسے پڑھنے لگا۔ دوسرے لوگ خاموشی

سے رک کر اسے دیکھنے لگا۔ پروفیسر حجازی پرچے کی تحریر پڑھتا رہا اور اس کے چہرے کے تاثرات میں تبدیلی رونما ہوتی رہی۔ پوری تحریر پڑھنے کے بعد اس نے آہستہ سے کہا۔
 "فتنا شک۔ لیکن....."

نوجوان سرہاؤس میں آکر بے قابو ہو گئے تھے، ویسے راؤ غصنتفر کی دونوں بیٹیاں ماریا اور شینا تو راستے ہی میں اس علاقے کے مناظر کو دیکھ کر بے خود ہو گئیں اور آپس میں گفتگو کرتی ہوئی آ رہی تھیں ان میں سے ایک نے کہا۔

"یہ حقیقت ہے کہ دنیا کے بہت سے ممالک پھولوں کے ممالک کہلاتے ہیں، بعض ملکوں میں پھول قومی حیثیت رکھتا ہے، ہم نے ایک بار ڈنمارک دیکھا تھا۔ ڈنمارک میں پھولوں کی اتنی فراوانی کہ بعض اوقات مذاق محسوس ہونے لگتا تھا۔ یہاں تو جدمر دیکھو ایسا لگتا ہے جیسے زمین کے بجائے پھول ہی اگے ہوئے ہوں۔ سرہاؤس میں بھی یہی کیفیت تھی۔ حسین و جمیل کشادہ عمارت چاروں طرف سے درختوں میں گھری ہوئی تھی لیکن پھولوں کی بیلین ان درختوں کے تنوں پر اس طرح چڑھ گئی تھیں، جیسے باقاعدہ ان کی ڈیکوریشن کی گئی

ہو اور درختوں کے تنوں کو پھولوں کا لباس پہنا دیا گیا ہو۔ یہ عجیب و غریب ساخت کے پھول تھے جو بیلوں میں کھلتے تھے اس کے علاوہ نیچے بھی یہی کیفیت تھی، دونوں سائیڈ لان بنے ہوئے تھے اور ان کے کنارے پھولوں سے اس طرح لہلہا رہے تھے کہ جیسے ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتے ہوں شینا نے یہاں بھی آنے کے بعد کہا۔

”لگتا ہے پھولوں کے آبشار گر رہے ہوں۔“ رانا نے ملازم کی یہ بات سن کر لڑکیوں کو نوجوانوں کے ساتھ اندر بھیج دیا اور وہ سب ہنستی ہوئی، قمقمے لگاتی ہوئیں، سرہاؤس کی خوبصورت عمارت کی جانب چل پڑیں، راؤ غصنفر البتہ رک گیا تھا۔ حالانکہ رانا بختیار کی خواہش تھی کہ راؤ غصنفر بھی چلا جائے تاکہ ملازم فضل خان سے اکیلی میں بات ہو سکے، لیکن راؤ نے بھی ملازم کی بات سن لی تھی، بہر حال رانا بختیار نے سب کے جانے کے بعد کہا۔

”ہاں فضل خان کیا بات ہے، تم تو ایک اچھے خاصے آدمی ہو ایسی عجیب بات کی ہے تم نے کہ میں حیران رہ گیا ہوں۔“

”سرکار بات اتنی ہی عجیب ہے ہم پڑھے لکھے آدمی تو ہیں نہیں اور ہمارے پاس کوئی ایسا ذریعہ بھی نہیں تھا کہ ہم آپ کو اس بارے میں خبر بھجواتے۔“

”اب زیادہ تجسس مت پیدا کرو، بتاؤ کیا قصہ ہے۔“

”ہمارے سارے علاقے آسیب زدہ ہو گئے ہیں۔“

”کیا۔“ رانا بختیار نے سخت نگاہوں سے فضل خان کو دیکھتے ہوئے

کہا۔

”جی سرکار، جنگلوں کے سرے پر، جہاں ہماری کاشت ہوتی ہے، آسیبوں نے قبضہ جما لیا ہے۔“

”کیسے آسیب۔“

”سرکار وہ درندوں کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں۔ اتنے بڑے بڑے درندے کہ انسانوں نے کبھی نہ دیکھے ہوں اور اگر ان درندوں کے سامنے کوئی آجاتا ہے تو بس پھر اس کی خیر نہیں ہوتی۔ بستی کے چار آدمی ایک ایک کر کے ان درندوں کا شکار ہو چکے ہیں۔ کئی بار ان درندوں نے بستیوں کے آس پاس بھی حملے کیے ہیں اور جانوروں، گھوڑوں اور یہاں تک کے بیلوں کو بھی ہلاک کر دیا ہے۔“

”کیسے درندے ہوتے ہیں یہ۔“

”لوگوں کا یہی کہنا ہے کہ اتنے اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ جیسے شیر چیتے اور بکھ پہلے کبھی نہیں دیکھے گئے۔“

”تم نے دیکھا ہے۔“

”نہیں سرکاری۔“

”سنا ہے بس۔“

”جی۔“

”کس سے۔“

”سرکار بستی کے جو لوگ ہلاک ہوئے ہیں ان کی تدفین میں ہم بھی شریک ہوئے تھے۔ سارے کے سارے ہمارے جلنے والے ہی تھے

اور سرکار صاف نظر آتا کہ انہیں وحشی درندوں نے ہلاک کیا ہے انہوں نے ان کی پسلیاں تک چھبھا ڈالی تھیں۔ بدن کے پورے پورے حصے غائب کر دیئے تھے۔ پھر بستی کے لوگوں نے بھی ان درندوں کو دیکھا۔

”کیا ان درندوں کا شکار کرنے کی کوشش بھی نہیں کی گئی؟“ رانا بختیار نے پوچھا۔

”سرکار بستی کے لوگ کناروں پر پہرے دیتے ہیں اور ان میں سے کچھ نے ایک آدھ بار درندوں پر حملہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن درندے اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ پھر وہ ڈر کر اپنی آبادیوں ہی میں گھس جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے اپنے گھروں میں۔“

”درندوں نے بستی میں کسی کے گھر کو نقصان پہنچا۔“

”ابھی تک تو نہیں سرکار۔“

”مگر تم یہ کیسے کہہ رہے ہو کہ یہ علاقہ آسیب زدہ ہو گیا ہے۔“

”سرکار یہی کہتے ہیں اب لوگ کہ یہ اصلی درندے نہیں ہیں۔ بلکہ

درندوں کی رو میں ہیں جو ان علاقوں میں بھٹکنے لگی ہیں۔“

”اوہ بکو اس بالکل بکو اس۔ ہو سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے۔“ رانا بختیار خاموش ہو گیا۔

”جس لئے سوچنے کے بعد اس نے کہا۔“

”بعد میں بات کروں گا تم سے۔ انتظامات کی کیا کیفیت ہے۔“

”سرکار ہر چیز موجود ہے اور آپ حکم کریں تو سب کچھ بازار سے آجائے گا۔ ابھی تو بستی کے بازار کھلے ہوں گے۔“

”ہوں، میں ملازم کو چہارے پاس بھیجتا ہوں۔ اسے ساتھ لے کر بستی نکل جانا اور سردار کو میری آمد کے بارے میں بتا دینا، وہ ساری خریداری کرا دے گا اور اس سے کہنا کہ وہ رات کو میرے پاس آجائے۔“

”جی سرکار۔“ فضل خان نے جواب دیا اور رانا بختیار اندر چل پڑا، راؤ غصنتفر نے کہا۔

”یہ کیا ہے رانا بختیار۔ کیا کہہ رہا تھا یہ شخص، جو کچھ یہ کہہ رہا تھا کیا یہ سچ ہے۔“ رانا بختیار نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چند لمحات خاموشی رہی پھر وہ بولا۔

”ابھی اس کی تصدیق نہیں کی جا سکتی۔ سردار آجائے تو اس کے بعد یہ چل جائے گا۔“

”ویسے کیا یہ خطرناک بات نہیں ہے۔“

”ہاں ہے تو لیکن فکر کی بات نہیں ہے۔ کیا تم پریشان ہو رہے ہو راؤ غصنتفر۔“

”نہیں، بس ایسے ہی سوچ رہا تھا۔ بچے ساتھ ہیں ہاں۔ ویسے میں خود شکاری رہ چکا ہوں اور میں نے بہت بار مختلف علاقوں میں شکار کھیلا ہے کوئی حرج نہیں ہے۔ بس ذرا انگوں کے سلسلے میں احتیاط برتیں گے دیکھ لیں گے چہارے ان آسپی درندوں کو بھی۔“

ملازم فضل خان کے ساتھ چلا گیا تھا۔ پھر جب وہ واپس آیا تو شام کے چھپنے فساد میں اتر آئے تھے اور ماحول ابراؤد ہو گیا تھا۔ بستی کا

نمبردار جو رانا بختیار کا ملازم تھا۔ بہت سا سامان ساتھ بھر کر لایا تھا جس میں کھانے پینے کی اشیاء کے انبار تھے۔ مہمان چونکہ کافی تعداد میں آگئے تھے اور فضل خان نے نمبردار کو بتا دیا تھا اس لئے نمبردار ابھی سے بہت سی چیزیں لے آیا تھا۔ باقی کے لئے اس نے سوچا تھا کہ دن میں لے آئے گا ادھر لڑکے لڑکیاں باہر پھولوں کے کچ میں چہلیں کر رہے تھے اور بڑا ہنگامہ ہو رہا تھا۔ راؤ غصہ منفر رانا بختیار کے ساتھ نمبردار کے پاس آ بیٹھا، رانا بختیار نمبردار کو بتانے لگا کہ یہاں ان لوگوں کا قیام خاصے عرصے تک رہے گا۔ ضروری سامان مہیا کر دے اور نمبردار نے گردن جھکا دی تھی۔ پھر مطلب کی بات آ گئی، رانا بختیار نے کہا۔

"اور میں یہ کیا کہانیاں سن رہا ہوں، فضل خان نے مجھے آسبھی درندوں کی کہانی سنائی ہے۔"

"جی رانا صاحب ان دنوں یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور سوچنے والوں کی عقل حیران ہے، حالانکہ درندے کبھی ان علاقوں کا رخ نہیں کرتے تھے اور اس سے پہلے ایسے واقعات نہیں ہوتے تھے لیکن اب تک چار آدمی ہلاک ہو چکے ہیں اور ان عجیب و غریب درندوں کو بستی کے آس پاس بھی منڈلاتے ہوئے دیکھا گیا ہے لوگوں نے ان پر حملے بھی کیے ہیں لیکن درندے بھاگ جاتے ہیں۔"

"تم نے دیکھا ہے انہیں۔"

"جی سرکار، ایک بار ایک ریکھ دیکھا تھا۔ سرکار بڑا عجیب لگتا ہے اس کا قد کوئی دس فٹ کے قریب ہوگا۔ رنگ گہرا کالا تھا اور وہ جھومتا ہوا

چلا آ رہا تھا۔ سرکار آنکھوں سے آگ برستی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ ہم نے خود دیکھا تھا۔ دیکھ کر دل پر ہیبت طاری ہوتی تھی سچی بات یہ ہے کہ وہ آسبھی درندے ہی لگتے ہیں۔ کیونکہ سرکار اتنے بڑے درندوں کو پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ ویسے بستی والوں نے اور بھی درندے دیکھے ہیں۔ ایک بر شیر دیکھا سرکار۔ وہ لوگ کہتے تھے کہ مسجد کے گنبد سے تھوڑا ہی چھوٹا سر تھا اس کا اور لمبائی بھی بہت زیادہ تھی بڑی تیزی سے دوڑتا ہوا چلا گیا تھا۔"

"کوئی ایسا دلیر نہیں تھا تمہاری بستی میں جو ان درندوں کا سراغ لگاتا۔"

"نہیں سرکار۔ تھے اور ہیں بھی۔ آپ لکھن خان کو جانتے ہیں لکھن خان کے دونوں بیٹے بڑے جی دار ہیں۔"

"ہاں۔ وہ تو مجھے معلوم ہے۔"

"سرکار ایک بار انہوں نے بہت دور تک درندے کا چھکا کیا تھا۔ سمجھ دار لڑکے ہیں۔ پڑھے لکھے بھی ہیں۔ ایک عجیب بات بتائی انہوں نے۔"

"کیا۔"

"جس جگہ درندے بھاگے تھے وہاں زمین کچی تھی وہ لوگ زمین پر درندوں کے پیروں کا سراغ لگانے لگے۔ انہوں نے یہ دیکھنے کی کوشش کی کہ درندوں کے پاؤں کتنے کتنے بڑے ہیں۔ لیکن سرکار ان لوگوں کا کہنا ہے کہ پاؤں کے نشانات ہی نہیں بنتے ان کے۔ بعد میں

دوسرے لوگوں نے بھی یہ کوشش کی تھی۔ زمین پر مٹی پٹھائی تھی سرکار اور درندے اس مٹی پر آئے بھی تھے لیکن پیروں کے نشانات نہیں بنے ان کے بس اسی کے بعد سے یہ بات مشہور ہوئی تھی کہ وہ درندے ہیں ہی نہیں بلکہ جنگل کی بلائیں ہیں جو یہاں تباہی مچا رہی ہیں اور اپنے قریب آنے والوں کو زندہ نہیں چھوڑتیں، سرکار یہ بات خاص طور سے محسوس کی گئی ہے کہ وہ صرف راستے میں ہی آجانے والے کو نقصان پہنچاتی ہیں لیکن بستی کے کنارے کنارے اکثر وہ شکار کی تلاش میں نکل آتی ہیں البتہ بستی کے کسی گھر میں گھس کر ابھی تک انہوں نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ ویسے اور بھی بہت سے کام ہو رہے ہیں۔

کیا۔

کچھ جھاڑ پھونک والے بلائے گئے ہیں سرکار جو عمل پڑھ کر جنگل پر دم کر رہے ہیں اور ان بلاؤں کو بھگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بستی میں کافی افراتفری پھیلی ہوئی ہے۔ تین گھر تو خالی ہی ہو گئے ہیں اور یہ لوگ گھر چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ جس کو موقع ملا ہے۔ بستی میں یہ باتیں بھی ہو رہی ہیں سرکار کہ اگر ان بلاؤں نے بستی کے گھروں میں گھس کر انسانوں کو نقصان پہنچانا شروع کر دیا تو سرکار ان کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکے گا۔

کیا ان بلاؤں پر گولی چلانے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔

نہیں سرکار۔ ایسا ابھی تک نہیں کیا گیا۔

ہوں۔ ٹھیک ہے منبردار اب تم جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔
وہ، سرکار گھر والی نے کہہ دیا تھا کہ رات میں واپس نہ آنا اگر اجازت ہو جائے تو یہی کہیں کسی جگہ پڑے رہیں گے۔ کل صبح ہی صبح نکل جائیں گے۔

ضرور ضرور منبردار یہ کوئی کہنے کی بات ہے، معافی چاہتا ہوں کہ میں نے تم سے جانے کے لئے کہا۔ آرام سے رہو۔ بلکہ یہ اچھا ہوگا کہ تم فضل خان کو ساتھ لے کر ہی نکل جاؤ اور سامان وغیرہ یہاں پہنچا دو۔

جی سرکار بہت بہت شکریہ۔

فضل خان، منبردار کو آرام کرنے کے لئے کوئی اچھی سی جگہ دو اور اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھو۔ رانا بختیار نے کہا اور اس کے بعد وہ راؤ کے ساتھ ایک گوشے میں جا بیٹھا۔ راؤ کے چہرے پر تشویش کے آثار نظر آ رہے تھے وہ بچوں کو کھیلتے کودتے دیکھ رہا تھا ان سب نے خاص طور سے شہزاد علی کو اپنا نشانہ بنار کھا تھا۔ پتہ نہیں ماریا کی کیا کیفیت تھی۔ بہر حال چونکہ یہ لوگ ان سے کافی دور تھے اس لئے صحیح صورتحال کا اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا۔ راؤ غصہ منہ کرنے لگا۔

اس میں کوئی شک نہیں رانا کہ لندن بہت حسین شہر ہے وہاں کی زندگی میں ایک الگ حسن ہے لیکن یہ روایات۔ یہ قصے کہانیاں۔ مشرق ہی کا حصہ ہیں اور ان کا اپنا ایک الگ مقام ہے۔ ویسے میں جہاز سے چہرے پر تشویش کے آثار دیکھ رہا ہوں اور اس تشویش کو

سمجھتا بھی ہوں۔

”کیا۔ رانا۔ بختیار نے سوال کیا۔“

”ظاہر ہے تم یہاں ہمیں اس لئے لائے ہو کہ علاقوں کی سیاحت کراؤ۔ ویسے یہ سمر ہاؤس واقعی تم نے بے مثال بنایا ہے اور میں تمہارے اعلیٰ ذوق کا دل سے قائل ہو گیا ہوں۔ لیکن میرے دوست فکر نہ کرو۔ ضروری تو نہیں ہے کہ جنگل گردی ہی کریں۔ کچھ وقت یہاں گزارو جس طرح بھی مناسب سمجھو۔ اس کے بعد جب چاہیں گے یہاں سے واپس نکل چلیں گے۔ شہری زندگی بھی تو بری نہیں ہے۔“

”ہاں یہ بات تو ہے لیکن اصل مسئلہ یہ نہیں ہے۔ اصل مسئلہ کچھ اور ہے۔“

”کیا ہے۔“

”بتاؤں گا میں تمہیں کچھ ایسے خیالات ہیں میرے دل میں جن کی تصدیق ہو جائے تو بات ذرا ہتھرتھو جائے گی۔“ رات کے کھانے کے بعد رانا بختیار نے ایک بار پھر منبردار کو طلب کر لیا۔ راؤ غصتفر علی اب کیونکہ ان سارے واقعات کا راز دار ہو چکا تھا اس لئے اس سے پرہیز مناسب نہیں تھا۔ منبردار ادب سے سامنے آ بیٹھا۔

”منبردار ایک بات بتاؤ۔“

”جی سرکار۔“

”درندے عام طور سے کس سمت دیکھے جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ

جو ہلاکت کے واقعات ہوئے ہیں۔ کیا وہ مغربی حصے کی طرف ہوئے ہیں اور درندوں کی آمد کا علاقہ پر غور کر لیا گیا ہے۔“

”جی سرکار۔ مگر آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی۔“ منبردار نے حیرت سے کہا۔

”اصل میں تم بہت سیدھے آدمی ہو۔ حالات پر غور نہیں کرتے مغربی علاقے کا دوسرا حصہ کس کی ملکیت ہے۔“

”لعل خان کی سرکار۔“ منبردار نے کہا اور پھر ایک دم اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے رانا بختیار کو دیکھنے لگا۔ رانا بختیار بھی اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا اس نے کہا۔

”جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں شاید تم سمجھ گئے ہو منبردار۔“

”سرکار کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ لعل خان نے کوئی ایسی بات کی ہے۔“

”کیا اس بات کے امکانات نہیں ہو سکتے۔“

”سرکار، لعل خان ویسے تو سب کچھ کر سکتا ہے لیکن یہ درندے اس نے کہاں سے منگائے اور انہیں ان علاقوں میں کیسے چھوڑ دیا۔ سرکار یہاں ذرا بات دوسری ہو جاتی ہے۔ حالانکہ ہم نے نہیں سوچا تھا کہ لعل خان ایسی کوئی حرکت کر سکتا ہے۔“

”وہ بہت تیز اور چالاک آدمی ہے میں کسی پر بلا وجہ الزام نہیں لگا رہا لیکن ایسا عمل کیا جاسکتا ہے۔ لعل خان اس سے پہلے بھی کئی بار اس طرح کی حرکتیں کر چکا ہے۔“

"سرکار وہ تو آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ مگر یہ آسبھی درندے اگر آپ کی سمجھ میں کچھ آتا ہے تو ہمیں بتا دیجئے۔"

"نہیں ایسے سمجھ میں تو نہیں آئے گا، لیکن چٹیک کرنا پڑے گا، لعل خان کچھ بھی کر سکتا ہے۔"

"جی سرکار۔"

"ٹھیک ہے جاؤ تم آرام کرو۔" بعد میں راؤ غصتفر نے پوچھا۔

"یہ لعل خان صاحب کون ہیں۔"

"دوسری طرف کے علاقے کا زمیندار۔" رانا، بختیار بے اختیار مسکرا

پڑا پھر بولا۔

"کتنا عرصہ ہو گیا راؤ تمہیں لندن میں مقفل ہوئے۔"

"بیس سال سے زیادہ۔" راؤ غصتفر نے جواب دیا۔

"تب تو تم مشرق کی تمام روایت بھول گئے ہو گے۔"

"نہیں۔ روایت تو نہیں بھولا۔ بیس سال تو بہت ہوتے ہیں بلکہ

بیس سال کی بات میں غلط کر رہا ہوں۔ غالباً چھ بیس سال ہو گئے مجھے

اسکے بعد میں نے لندن ہی کی فضاؤں میں زندگی گزاری ہے۔ اصل

میں یہاں سے کوئی واسطہ ہی نہیں رہا اور سچی بات ہے دل بہت چاہتا

تھا کہ اپنے وطن واپس آؤں، لیکن اسی لئے واپس نہیں آیا تھا۔ کیونکہ

اپنا کوئی یہاں تھا ہی نہیں اب جبکہ تم ملے اور مجھے یہ احساس ہو گیا کہ

خلوص دل سے مجھے دعوت دے رہے ہو تو سارے بچے میری اس آرزو

میں شریک ہو گئے۔ بہر حال مطلب یہ ہے کہنے کا کہ طویل عرصے سے

اپنے وطن اور اس کی روایت سے کٹا ہوا ہوں۔"

"میں تمہیں یہ روایت ضرور یاد دلاؤں گا۔ پرانے دور میں لوگوں

کے پاس بڑا وقت ہوا کرتا تھا۔ وقت کاٹنے نہیں کٹتا تھا۔ مختلف مشغلے

ہوا کرتے تھے۔ خاص طور سے ایسے لوگوں کے پاس جن کے پاس

دولت کی کوئی کمی نہیں ہوتی۔ کرنے کے لئے کوئی کام نہیں ہوتا۔ ہر

چیز کے لئے ملازم موجود ہوا کرتے ہیں۔ رئیس الروساء کہلاتے تھے یہ

لوگ، اب بھی ہیں۔ مختلف مشغلے ہوا کرتے تھے۔ مرنے لڑاتے تھے۔

بیڑے لڑاتے تھے۔ تیر لڑاتے تھے، کتے لڑاتے تھے۔ غرض نہ جانے

کیا کیا کرتے تھے۔ خود لڑنے کا اگر شوق تھا۔ تو مقدمہ بازی وغیرہ کر لیا

کرتے تھے۔ دشمنی لازمی تھی۔ دوست کہنے ہی ہوں اگر دو چار دشمن نہ

ہوں تو دل کیسے لگے۔ بس یوں سمجھ لو لعل خان بھی ایک ایسا ہی

درخت ہے۔ جو بہت قدیم ہے۔

"کیا مطلب۔"

"غالباً لعل خان کے پردادا کے دور کی بات ہے ظاہر ہے اس وقت

میرے بھی پردادا ہی حیات تھے۔ زمینوں کے مسئلے پر جھگڑا ہوا۔ دشمنی

کی بنیاد پڑ گئی۔ سال چھ مہینے میں دو چار قتل ہو جایا کرتے تھے اس

دشمنی کی بنیاد پر کوئی سال اگر خالی چلا جاتا تو دونوں ٹیمیں اداس ہو

جاتی تھیں کہ کسی کا بھی خون نہیں بہا۔ بہر حال جہاں جائیدادیں،

زمینیں، درخت دولت وغیرہ کی شکل میں مقفل ہوتا۔ وہیں مرنے والے

کی وصیت بھی ورثے میں ملتی تھی اور وصیت یہ ہوتی تھی کہ فلاں

دشمن کو نقصان پہنچانے بغیر کچھ لو تمہاری شخصیت مکمل نہیں ہوتی۔
چنانچہ یہ ورثہ منتقل ہوتا ہوا مجھ تک پہنچا ہے اور وصیت میں لعل خان
طے ہیں۔ رانا بختیار نے کہا اور اس کے انداز پر راؤ غصنتفر ہنس پڑا ہر
بولا۔

”ذرا کچھ اور تفصیل۔“

”پہاڑوں پار کی زمینوں کا بڑا حصہ لعل خان کی ملکیت ہے اور لعل
خان اسی پر دادا کی اولاد ہے جس سے میرے پردادا کی دشمنی کا آغاز ہوا
تھا وہ بھی رسم دشمنی نبھا رہا ہے اور میں بھی۔ لیکن یار بس قتل و غارت
گری سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور شاید یہ نسل اس دشمنی میں
زیادہ کامیاب نہ رہ سکے۔ لعل خان بھی کچھ ٹھنڈے مزاج کا آدمی ہے۔
بس چالیں چلتا رہتا ہے مختلف قسم کی۔ برسات میں پانی کے ایسے بند
بنا دیتا ہے کہ ہماری نہروں میں زیادہ پانی نہ آسکے۔ ہم آدمی بھیجتے ہیں۔
بند توڑوا دیتے ہیں خفیہ طور پر کھلے عام جس دن بھی ایسا عمل ہو گیا
اسی دن سے اس دشمنی کو خون مل جائے گا۔ لیکن چونکہ لعل خان نے
خود ایسی کوئی کوشش نہیں کی اس لئے میں نے بھی احتیاط رکھی ہے
اور لوگوں کو ہدایت کر دی ہے کہ جہاں تک موقع ملے قتل و غارت
گری سے پرہیز کیا جائے۔ لعل خان خود بھی کافی نارمل آدمی ہے ایسے
موقعوں پر وہ بھی ہچکچے ہٹا رہا ہے۔ جہاں خون ریزی کا خطرہ ہو۔“
”بہت دلچسپ۔ بہت ہی دلچسپ۔“ راؤ غصنتفر نے تحسین آمیز لہجے
میں کہا۔

”یعنی اس میں دلچسپی کی کیا بات ہے۔“
”بھئی دوستیاں تو نبھا ہی جاتی ہیں۔ دشمنی نبھانا بھی ایک عمل
ہے۔ مزے کی بات ہے۔“
”ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اس وقت صورتحال ذرا
سنجیدہ شکل اختیار کر چکی ہے۔“
”کیا مطلب۔“

”یہ انوکھے درندے، کچھ کچھ میں آتا ہے۔“
”بالکل نہیں۔“

”اور ان سے متعلق روایات، مجھے تو ایک شبہ ہے راؤ غصنتفر۔“
”کیا۔“

”لعل خان نے جدید ماحول سے فائدہ اٹھایا ہے اور کوئی نئی سازش
تیار کی ہے خیر میں یہ تو نہیں کہتا کہ بستی والے درندوں کے سائز کے
بارے میں جو کچھ کہتے ہیں وہ سچ ہے لیکن اس بات کے امکانات ہیں کہ
یہ درندے کسی اور جنگل سے ہانک کر یہاں لے آئے گئے ہوں اور
لعل خان ان کے ذریعے اپنی کارروائی کر رہا ہو۔“
”یعنی وہ درندے لعل خان ادھر بھیجتا ہے۔“
”امکان ہے اس بات کا۔“

”مگر کیسے ممکن ہے یہ۔“
”ابھی تو دیکھنا ہے کہ کیسے ممکن ہے۔“
”بستی والوں پر یقین کرتے ہو۔“

"نہیں۔"

"کیا مطلب۔"

"بستی والے بے چارے سیدھے سادھے معصوم لوگ ہیں۔ باز

کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا ان کی ہابی ہوتی ہے۔"

"ہاں میرا بھی یہی خیال ہے، درندے بے شک ہوں گے، آئے

ہوں گے۔ لیکن میرا تو یہ خیال ہے رانا کہ تم لعل خان کے بارے میں

مت سوچو ہو سکتا ہے جنگل میں درندے کہیں سے آگئے ہوں۔"

"فیصلہ کن بات تو نہیں کی میں نے، ممکن ہے ایسا ہی ہو اور

لعل خان کے بارے میں غلط سوچ رہے ہوں۔"

"تو پھر اب کیا ارادہ ہے۔"

"کیا مطلب۔"

"کیا ان درندوں کے بارے میں تحقیقات نہیں کرو گے۔"

"یار، برا مت مانتا راؤ غصتفر ہم تو پشتوں سے زمیندار ہیں اور ایک

ہی شوق ہے ہمارا کہ اگر ایسا کوئی معاملہ آئے تو پیٹھ دکھا کر بھاگ

نہیں بلکہ اس کا سینہ تان کر مقابلہ کریں۔"

"تو اس میں میرے برا ماننے کی کیا بات ہے۔"

"اگر اس مسئلے کو میں نے نظر انداز کیا تو صرف تمہاری وجہ سے۔"

"کیوں۔"

"اس لئے کہ تمہارے ساتھ بچے بھی ہیں انہیں کوئی نقصان

ہونے چاہئے۔"

"نہیں دلیری اور بزدلی قدرت کی دین ہوتے ہیں۔ میں اگر تم سے

یہ کہوں کہ میرے بچے بھی بزدل نہیں ہیں تو تمہیں یقین کرنے میں

کوئی عار نہیں ہونی چاہئے۔"

"نہیں راؤ غصتفر خدا نخواستہ ان الفاظ سے تمہاری توہین مقصود

نہیں ہے مجھے۔ بس مہمان ہو اس لئے تمہارا تحفظ کرنا چاہتا ہوں۔"

"دیکھو لندن میں زندگی بالکل مختلف ہے وطن کی یادیں وطن کی

ثقافت ہی کے ساتھ ہوتی ہیں ہم یہاں کی مختلف زندگی دیکھنے کے

خواہش مند ہیں۔ تم چاہو تو بچوں سے بھی مشورہ کر لینا۔ بلکہ میں اگر

ایک بات کہوں تم سے تو غلط نہیں ہوگی۔"

"کیا۔"

"بچوں کو بھی اس بارے میں بتا دو۔"

"پھر اس سے کیا ہوگا۔"

"ان کا مشورہ حاصل ہو جائے گا۔"

"ہوں۔ ان کا مشورہ۔" رانا بختیار نے کہا۔

"نہیں فیئر رانا یہاں مجھے تم سے اختلاف ہے۔"

"کیا۔"

"بچوں کو ہر حالت میں اعتماد میں لینا چاہئے۔"

"خیر میں اس سے انکار نہیں کرتا، چلو ٹھیک ہے، مشورہ کر لیں

گے ان سے۔" دوسرے لوگ جس طرح یہاں کے ماحول سے لطف

اندوز ہو رہے تھے وہ دیکھنے کے قابل تھا۔ لڑکے لڑکیوں کی بہت بڑی

تعداد جن میں سے زیادہ تر رانا، بختیار ہی کے بیٹے بیٹیاں تھے۔ کوہ
میں گھومتے پھر رہے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے گھاس نے خوش
منار ننگین پھول بکھیر دیئے ہوں، وہ سب بے حد مصروف نظر آ رہے تھے
حالانکہ شہزور علی سب کی نگاہوں کا مرکز تھے اور ان کی دلچسپ باتیں
ماحول کو زعفران زار بنائے ہوئے تھیں لیکن پھر بھی لڑکے لڑکیاں
صرف ماریا کی وجہ سے احتیاط کر رہے تھے، شہزور علی کوئی نہ کوئی اور
شگوفہ چھوڑ دیتے کہ سب کے پیٹ ہنستے ہنستے دکھنے لگتے لیکن بہر حال
احتیاط رکھی جا رہی تھی البتہ ماریا قریب نہ ہوتی تو شہزور علی کے بارے
میں دلچسپ فکرے سننے کو مل جاتے تھے۔ رات کا کھانا لگایا گیا۔ سارا
اہتمام ہو گیا تھا اس جنگل میں منگل منانے کا۔ کھانا بھی شاندار بنا
تھا منبر دار نے۔ کھانا پکانے والوں کو بھی بھیج دیا تھا۔ چند ملازموں کو
تعداد میں اضافہ ہو گیا تھا۔ یہ ساری ہدایت رانا، بختیار نے منبر دار کو
تھیں۔ بہر حال کھانے کی میز پر بڑی لمبی نشست تھی اور بڑا اعلیٰ کھا
تیار کیا گیا تھا۔ کھانے سے فراغت کے بعد بچوں نے خود ہی بزرگوں کو
گھیر لیا رانا، بختیار کے بیٹے اور راؤ غمتفر کی دونوں بیٹیاں بھی تھیں
ایک کونے میں شہزور علی بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ شینا نے کہا جو راؤ
غمتفر کی بیٹی تھی۔

انگل آپ کا یہ علاقہ اسٹا خوبصورت ہے کہ یورپ میں اس کی
مثال نہیں مل سکتی، ویسے آپ یقین کریں، ڈیڈی ہمیں ہمیشہ بتا
کرتے تھے کہ ایشیا اور یورپ میں زمین و آسمان کا فرق ہے، یورپ میں

ہر چیز مصنوعی مصنوعی سی لگتی ہے، قدرتی حسن کی بہت کمی ہے وہاں
حالانکہ مصنوعی طور پر بے شمار علاقوں کو بڑا حسین بنا دیا گیا ہے لیکن
جو حقیقتیں یہاں نظر آتی ہیں، وہ واقعی وہاں نہیں ہوتیں، ہم نے اس
بات کو تسلیم کیا ہے، انکل ہمیں یہاں مکمل آزادی چاہئے۔
کیسی آزادی بیٹے۔

اٹراف کے علاقوں کے بارے میں سنا ہے کہ بے حد خوبصورت
ہیں۔
اس میں کوئی شک نہیں ہے اور ظاہر ہے میں سمر ہاؤس تمہیں
اسی لئے لے کر آیا ہوں۔

انکل ہمیں یہاں قیدی نہ بنائیں۔

قیدی۔

جی ہاں۔

بھئی بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔

ہم چاہتے ہیں کہ آزادی سے پورے علاقوں میں گھومیں پھریں۔
اتفاق کی بات ہے کہ راؤ غمتفر سے اسی بارے میں گفتگو ہو رہی
تھی۔

کیا انکل ہمیں بتائیے۔

تم لوگ شاید یقین نہیں کرو گے، ایک عجیب کہانی سننے کو ملی
ہے۔
کیسی کہانی۔

"بستی کے لوگوں نے بتایا ہے کہ ان علاقوں میں بڑے غریب و غریب درندے گھس آئے ہیں۔" رانا بختیار نے کہا اور تمام لڑکے لڑکیاں ایک دم ہنس پڑے۔ رانا بختیار بھی مسکراتی نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا، شیتانے کہا۔

"اس خطرے کی نشاندہی پہلے ہی کر دی گئی تھی، ہم سب سے۔" کیا مطلب۔

"کہا گیا تھا کہ ہمیں جنگلوں میں گھومنے پھرنے سے روکنے کے لئے کوئی نہ کوئی کہانی سنائی جائے گی اور پھر ہمارے راستے بند کر دیے جائیں گے۔"

"نہیں ایسی بات نہیں ہے، یہ کہانیاں مجھے کچھ ایسے لوگوں نے سنائی ہیں جو جھوٹ نہیں بولتے۔"

"کیا کہانیاں ہیں انکل۔"

"جنگل میں خطرناک درندے گھس آئے ہیں اور انہوں نے یہاں بہت سے لوگوں کو جانی نقصان پہنچا دیا ہے۔"

"نہتے اور معصوم لوگوں کو ناں۔"

"ہاں۔"

"مگر ہمارے پاس ہتھیار ہوں گے۔ ہم جنگلوں میں گھومیں گے، ہو سکتا تو ان درندوں کا شکار بھی کریں گے، انکل دیکھیے آپ نے ہمارے ساتھ اتنی محبت کا سلوک کیا ہے۔ ہماری اس چھوٹی سی خواہش کو رد نہ کیجئے۔"

"میں تم لوگوں کی کسی خواہش کو رد نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن ان حالات سے تمہیں آگاہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں، جو میرے علم میں آئے ہیں، لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ جنگل آسیب زدہ ہو گئے ہیں، میں بھی ایسی باتوں کو نہیں مانتا۔ لیکن جو واقعات سننے کو ملے ہیں۔ وہ بہت ہولناک ہیں اگر ہم جنگلوں میں جاتے بھی ہیں تو ہمیں بے حد محتاط رہنا ہوگا میں تم لوگوں کو بالکل منع نہیں کر رہا۔ لیکن شرط یہی ہے کہ ہر شخص ایک ایک لمحے سے محتاط رہے۔"

"اس کی ذمہ داری آپ ہم پر چھوڑ دیجئے۔" سب نے بیک وقت کہا۔ اسی وقت شہزور علی خان اٹھ کھڑے ہوئے۔

"دس بیس درندے آپ میرے حوالے کر دیجئے۔ میں انہیں دیکھ لوں گا۔"

"اچھا۔ اچھا ہاں بات تو صحیح ہے آپ واقعی درندوں کو دیکھ سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے دور بین سے دیکھیں تاکہ ان کے اور آپ کے درمیان فاصلہ قائم رہے۔" راؤ غنشنفر بول پڑا۔

"نہیں انکل کیا آپ مجھے جانتے نہیں ہیں۔"

"بیٹا انسانوں اور درندوں میں فرق ہوتا ہے۔"

"کوئی فرق نہیں ہوتا انکل، آپ کا تجربہ اس سلسلے میں ناقص ہے۔" شہزور علی نے کہا۔ بڑی گہری بات کہہ گیا تھا۔ پتہ نہیں جان بوجھ کر یا یونہی منہ سے نکل گئی تھی بہر حال یہ بات طے ہو گئی کہ جنگلوں میں شکار کھیلا جائے گا۔ سیر و سیاحت کی جائے گی۔ دن و رات

کا کوئی فرق نہیں سمجھا جائے گا اور محتاط رہا جائے گا۔ راؤ غصنتفر اور رانا
بختیار نے اس سلسلے میں منظوری دے دی تھی۔

رانا بختیار خود بھی شوقین آدمی تھا اور پھر ایک ہم ذوق مل جائے تو
بات ہی کیا، منبردار سے کہہ کر کافی انتظامات کیے گئے تھے ویسے بھی
بستی والے زمیندار کی طرف ہی نظر اٹھا سکتے تھے اور اس سے اپنی مشکل
کا حل طلب کر سکتے تھے چنانچہ بستی والوں نے بھی پورا پورا تعاون کیا
تھا اور یہ رانا بختیار کا فرض تھا کہ اپنی بستی کے لوگوں کو درندوں کی
مصیبت سے نجات دلانے چنانچہ رانا بختیار نے معقول بندوبست کیا
تھا چار اشین گنیں حاصل کی گئی تھیں اور ان پر تربیت یافتہ لوگوں کو
متعین کر دیا گیا تھا رانا کے تمام بیٹوں کو آتشیں ہتھیاروں کا استعمال
آتا تھا چنانچہ انہیں ہتھیار دے دیے گئے تھے۔ ایک شاندار رائفل جب
شہزاد علی کو پیش کی گئی تو اس نے منہ میڑھا کر کے کہا۔
"میرے پاس دو رائفلیں ہیں آپ لوگ دیکھ رہے ہیں۔"
"دو رائفلیں۔"

"ہاں۔"

"لیکن وہ نظر نہیں آتیں۔"

"آپ لوگوں کو نظر نہیں آتیں تو میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"مگر پیارے بھائی وہ ہیں کہاں۔"

"یہ دیکھیئے یہ دور انقلیں موجود ہیں۔" شہزور علی نے اپنے دونوں

ہاتھ پھیلا دیئے اور وہ سب مسکرا نے لگے ویسے اس میں کوئی شک

نہیں کہ شہزور علی نے جیپ اٹھا کر اپنی شہزوری کا مظاہرہ کر دیا تھا۔

بہر حال جیسے تیار ہو گئیں انہیں کیل کانٹے سے لیس کر لیا گیا اور پھر

جنگلوں کے سفر کا آغاز ہو گیا۔ منبردار کو بھی ساتھ رکھا گیا تھا تا کہ وہ

صورتحال کی نشاندہی کر سکے۔ ایسے تمام انتظامات کر لئے گئے تھے جو

ایک لمبے سفر کے لئے مناسب ہوتے ہیں اور اس کے بعد یہ لوگ نکل

کھڑے ہوئے۔ قدرتی مناظر باہر سے آنے والوں کے لئے اتنے

خوبصورت تھے کہ وہ سب ان کی تعریف کرتے کرتے پاگل ہوئے جا

رہے تھے اور یہ انسانی فطرت کا ایک حصہ ہے کہ اگر کسی کی چیز کی

تعریف کی جائے تو تعریف کرنے والے سے اس کی محبت بڑھ جاتی ہے

چنانچہ رانا بختیار خود بھی بے حد خوش ہو رہا تھا اور اس کے بیٹے اور

بیٹیاں بھی خوشیوں میں ڈوبے ہوئے تھے سارا علاقہ ہی رانا بختیار کی

ملکیت تھا اور وہ راؤ غصنتفر علی کو بتاتا جا رہا تھا۔

"درختوں سے مجھے پیار ہے۔ حالانکہ ان اطراف کے رہنے والے

عموماً اپنے جنگلوں کی کٹائی کراتے رہتے ہیں لیکن میں نے کبھی اس کی

اجازت نہیں دی کوئی درخت اگر سوکھ کر اپنی عمر کھو بیٹھے تو الگ بات

ہے مجھے یہ سب اپنی اولاد کی مانند محسوس ہوتے ہیں اور مجھے یوں لگتا

ہے جیسے ان میں سے کسی کو بھی نقصان پہنچا تو وہ مجھے شکایت بھری

نگاہوں سے دیکھے گا۔

"بہت ہی اچھا جذبہ ہے۔" راؤ غصنتفر نے کہا، سفر کا مرحلہ طے ہو

گیا جس جگہ قیام کرنا تھا وہ جگہ آگئی اور یہاں جیسے روک دی گئیں

چاروں طرف سبزہ زار لہلہا رہا ہے تھے تھوڑے فاصلے پر پہاڑی سلسلہ تھا

جو پھولوں سے ڈھکا ہوا تھا قیام کا مناسب بندوبست کر لیا گیا شکاری

حضرات اس طرح رانقلیں لئے اکڑا کر پھر نے لگے جیسے بس درندوں

کا انتظار ہی کر رہے ہوں راؤ غصنتفر علی خان نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے

کہا۔

"حقیقت یہ ہے کہ تمہاری اس جنت کو زمین کی جنت کہا جاسکتا

ہے۔"

"شکر یہ راؤ غصنتفر۔ مجھے بھی اپنے اس علاقے سے بڑی محبت ہے

لیکن تم یقین کرو جب سے میں نے یہ سنا ہے کہ یہاں ایک انوکھی بلا آ

گئی ہے میرا دل مضطرب ہے۔"

"بادشاہ کو اپنی مملکت سے محبت ہوتی ہی ہے۔"

"نہیں۔" میں بادشاہ ہوں نہ یہ میری ملکیت ہے زمین تو اللہ کی

ملکیت ہوتی ہے بس نگرانی مختلف لوگوں کے سپرد ہو جاتی ہے میں

یہاں بہت کچھ کرتا رہتا ہوں لیکن افسوس لعل خان نے اگر ایسا کوئی

عمل شروع کیا ہے تو اس سے زیادہ دکھ کی بات اور کوئی نہیں
سکتی۔ ارے دشمنی ہماری ہے براہ راست مجھے لٹکارے۔ مجھ سے مقابلہ
کرے۔ جو کر سکتا ہے وہ کر لے۔ دوسروں کو تکلیف پہنچانے کی
ضرورت ہے۔

لعل خان کا علاقہ کون سا ہے۔

بس یہ کچھ لو یہ پہاڑیاں جو نظر آرہی ہیں ان کے دوسری جانب
دامن سے لعل خان کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔

اس کی کوئی بستی آباد ہے۔

ہاں۔ لعل گڑھی کے نام سے اس کی بستی مشہور ہے۔

کتنی بڑی بستی ہے۔

کافی بڑی ہے کیونکہ لعل خان خود بھی یہیں رہتا ہے۔

ترقی یافتہ ہے۔

کوئی بہت زیادہ نہیں بس ٹھیک ٹھاک ہے ویسے ہمارے اٹانے

لعل خان سے بہت زیادہ ہیں۔

کیا ہم لعل خان کی بستی دیکھ سکتے ہیں۔

دیکھنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے بظاہر ہم لوگوں کے درمیان
کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے کئی بار لعل خان مجھے مختلف جگہوں پر
مل چکا ہے۔

کیا اس بارے میں اس سے کھل کر بات نہیں کی جاسکتی۔

ابھی تک کبھی ایسا کوئی موقع نہیں آیا اصل میں ہم لوگ اگر

کھل جائیں تو بات بگڑ سکتی ہے۔ کھلے بغیر کم از کم معاملہ اسی شکل میں
چلتا رہتا ہے۔
مطلب۔

اگر اس نے پرانی دشمنی کی بنیاد پر کوئی بد زبانی کی تو ظاہر ہے اس
کے بعد میں بھی اپنے آپ پر قابو نہ رکھ پاؤں گا۔ راؤ غصنتفر سوچ میں
ڈوب گیا کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔

لیکن انسانی زندگیوں کے تحفظ کے لئے اگر اپنے آپ کو کنٹرول
رکھا جائے تو کیا حرج ہے کم از کم یہ سلسلہ تو نہ ہو۔

اگر اس نے ایسی کوئی چال چلی ہے تو کیا اسے تسلیم کر لے گا۔

انسانیت کے نام پر اس سے بات کی جاسکتی ہے۔ راؤ غصنتفر بولا

اور رانا بختیار سوچ میں ڈوب گیا تھوڑی دیر کے بعد راؤ غصنتفر نے پھر
کہا۔

کیا اس کی آبادیوں تک جانے کے لئے ان پہاڑیوں کو عبور کرنا
پڑتا ہے۔

نہیں۔ قدرتی درے بنے ہوئے ہیں ان میں راستہ ہے۔

تو ادھر آنے جانے میں کوئی خاص دقت نہیں ہوتی۔

نہیں۔

میں ایک خاص وجہ سے پوچھ رہا تھا۔

کس وجہ سے۔

یہ کہ اگر اس طرف سے کوئی ایسی کارروائی ہو رہی ہے تو

دردے آتے کہاں سے ہوں گے۔
"کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"دوسری بات یہ کہ ان دردوں کو کنٹرول کون کر رہا ہو گا۔
ہے وحشی دردے تو کسی کے بس میں نہیں ہوتے۔"

"اللہ جانے بات ایسی ہی انوکھی ہے اور چونکہ مجھے یہاں آکر معلوم
ہوئی ہے اس لئے اس بارے میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔" رانا بختیار
نے کہا اور راؤ غصتفر خاموش ہو گیا۔ لڑکے لڑکیاں اپنے مشغلوں میں
مصروف تھے رات کا کھانا کھایا گیا سب ہی انجوائے کر رہے تھے ایک
تفریحی سلسلہ شروع ہوا تھا تو ختم ہونے میں ہی نہیں آتا تھا اور اس
خصوصی طور پر شہزور علی کے چٹکے شامل تھے نہ جانے کیا کیا الٹی سید
باتیں سناتا رہا تھا وہ جس پر قہقہے برستے رہے تھے ماریا فرخند لڑکی
حالانکہ ان قہقہوں میں شہزور علی کا مذاق اڑایا جا رہا تھا لیکن وہ برا
مان رہی تھی ادھر شہزور علی بھی غالباً ان لاتعداد لڑکیوں میں
خوش تھا اور ان کی ذہانت کی روانی کچھ تیزی ہو گئی تھی پھر چاند نکل
اور چاروں طرف چاندنی پھیل گئی چونکہ دردوں کی واردات کا سلسلہ
رات ہی کو شروع ہوتا تھا اس لئے رانا بختیار نے ذرا سختی سے
نوجوانوں سے کہا۔

"تم لوگ بس اپنی جگہ محدود ہو جاؤ اور خبردار کوئی ایسا
نہیں کرنا جو تمہارے لئے تکلیف کا باعث بنے۔" بہر حال یہ ایک
تھا اور اسے مانتا تھا چنانچہ سب یکجا ہو کر بیٹھ گئے لیکن شہزور

کی آنکھوں میں نیند کہاں پھر رات کے تقریباً ساڑھے بارہ بجے کا وقت ہو
گا کہ سب ہی چونک پڑے۔ درے کی جانب سے کسی گاڑی کے انجن
کی آواز ابھری تھی۔ رانا بختیار اور راؤ غصتفر دونوں چونک پڑے۔
"یہ ہماری گاڑیوں کی آواز تو نہیں ہے۔"

"نہیں۔"

"کیا ادھر عام گاڑیاں آ جاتی ہیں۔"

"بالکل نہیں۔"

"یہ آواز درے کی جانب سے آرہی ہے۔"

"ہاں۔"

"کون ہو سکتا ہے۔"

"غالباً وہ لوگ جو یہاں اس علاقے کو آسیب زدہ بنانے کی فکر میں
سرگرداں رہتے ہیں۔"

"ہوں۔" چند لمحات کے لئے خاموشی چھا گئی پھر اس جیپ کو دیکھ
لیا گیا جس میں چند افراد سوار تھے اور جیپ آہستہ آہستہ اسی علاقے کی
جانب آرہی تھی جیپ نے کافی فاصلہ طے کیا اور پھر ان لوگوں سے
بہت دور رک گئی چونکہ یہاں کوئی روشنی وغیرہ نہیں کی گئی تھی بلکہ
ایسی جگہ کا انتخاب کیا گیا تھا جو عام لوگوں کو چلتے پھرتے نظر نہ آئے اس
لئے آنے والوں نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا تھا۔ جیپ سے چند افراد
نیچے اترے اور ادھر ادھر منتشر ہو گئے ان کی تعداد پانچ تھی وہ خاموشی
سے ایک جگہ کھڑے ہو گئے تھے چاندنی میں ان کی حرکات و سکنات نظر

آ رہی تھیں ان میں سے دو نے دور بینیں اٹھائی ہوئی تھیں اور ان کے لگائے دور دور تک دیکھ رہے تھے۔ غالباً انہیں کسی خاص تلاش تھی پھر اچانک ہی راؤ غصتفر نے ایک جانب اشارہ کیا اور بختیار ادھر دیکھنے لگا اسے شدید حیرت ہوئی تھی دن کی روشنی میں خیمہ انہوں نے نہیں دیکھا تھا کالے رنگ کا ایک بڑا سا خیمہ لگا ہوا اس کے آس پاس کوئی چیز متحرک تھی۔

"بلیک ٹینٹ؟ یہ پہلے تو یہاں نہیں تھا۔" راؤ غصتفر نے کہا۔
 "اور کسی کو اسے یہاں نصب کرتے ہوئے بھی نہیں دیکھا گیا۔" لگائی اور اس کے اوپر سے گزرتا چلا گیا کئی چیخیں ابھری تھیں جیسے نے یہ اچانک یہاں کہاں سے نمودار ہو گیا۔ لیکن پھر ایک دیکھ کر وہ لوگ ششدر رہ گئے۔ سیاہ رنگ کا بڑا سا چیتا۔ آنکھیں انکارے کی طرح دھک رہی تھیں بلیک ٹینٹ سے باہر اور برق رفتاری سے دوڑنے لگے وہ فائرنگ کرنا بھول گئے تھے چند اور قلائد بھرتا ہوا آگے دوڑتا چلا گیا تھا راؤ غصتفر اور رانا بختیار نے بعد خاموشی چھا گئی دو افراد دوڑتے ہوئے اس منہ حیرت سے کھلے رہ گئے ادھر لڑکے لڑکیوں نے بھی شاید اس طرف نکل آئے تھے لیکن پھر کچھ فاصلے پر رک کر انہوں نے اندھا دھند لیا تھا اور دم سادھ لیا تھا وہ سرگوشیاں تک نہیں کر رہے تھے لیکن فائرنگ شروع کر دی رانا بختیار نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا اور پھر غصتفر نے جیسے کی کھوپڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

"رانا کیا یہ دنیا کا نواں عجوبہ نہیں ہے؟" رانا بختیار نے کوئی لمحہ بڑھنے لگا۔

نہیں دیا جیسے کی کھوپڑی کوئی تین فٹ کے قریب تھی اسی طرح

بدن طاقتور اور توانا تھا سب سے بڑی چیز اس کی آنکھیں تھیں جن روشنی اس طرح خارج ہو رہی تھی کہ روشنی کی دو لکیریں کسی گلا ہیلے لائٹ کی طرح دور تک چلی جا رہی تھیں جیسے کی رفتار بھی

تھی اسٹین گن بردار سنبھل گئے لیکن رانا بختیار نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"نہیں۔ ابھی کچھ نہ کر دو۔" اچانک ہی جیسے کا رخ اس جیب کی جانب ہو گیا جو درے سے نمودار ہوئی تھی دور بین لگائے کھڑے لوگ افراتفری کے عالم میں بھاگے اور جیب میں جا گئے پھر جیب سے فائرنگ شروع ہو گئی۔ نشانہ اسی سیاہ جیسے کو بنایا جا رہا تھا سیاہ چیتا گولیوں کی زد میں نہیں آ رہا تھا اور اس کی برق رفتاری ان لوگوں کو چکر دلا رہی تھی دیکھتے ہی دیکھتے اس نے جیب کے قریب پہنچ کر جیب پر چھلانگ لگائی اور اس کے اوپر سے گزرتا چلا گیا کئی چیخیں ابھری تھیں جیسے نے

واپس پلنے کے بعد دوبارہ جیب پر چھلانگ لگائی اور اس بار وہ جیب پر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا جیب میں سے لوگ اچھل اچھل کر نیچے بھاگے آنکھیں انکارے کی طرح دھک رہی تھیں بلیک ٹینٹ سے باہر اور برق رفتاری سے دوڑنے لگے وہ فائرنگ کرنا بھول گئے تھے چند اور قلائد بھرتا ہوا آگے دوڑتا چلا گیا تھا راؤ غصتفر اور رانا بختیار نے بعد خاموشی چھا گئی دو افراد دوڑتے ہوئے اس منہ حیرت سے کھلے رہ گئے ادھر لڑکے لڑکیوں نے بھی شاید اس طرف نکل آئے تھے لیکن پھر کچھ فاصلے پر رک کر انہوں نے اندھا دھند لیا تھا اور دم سادھ لیا تھا وہ سرگوشیاں تک نہیں کر رہے تھے لیکن فائرنگ شروع کر دی رانا بختیار نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا اور پھر غصتفر نے جیسے کی کھوپڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

"رانا کیا یہ دنیا کا نواں عجوبہ نہیں ہے؟" رانا بختیار نے کوئی لمحہ بڑھنے لگا۔

نہیں دیا جیسے کی کھوپڑی کوئی تین فٹ کے قریب تھی اسی طرح بدن طاقتور اور توانا تھا سب سے بڑی چیز اس کی آنکھیں تھیں جن روشنی اس طرح خارج ہو رہی تھی کہ روشنی کی دو لکیریں کسی گلا ہیلے لائٹ کی طرح دور تک چلی جا رہی تھیں جیسے کی رفتار بھی

لگائی تھی اور اب وہ ان لوگوں کی جانب جا رہا تھا جو دوڑ کر وہاں سے آگے بڑھ آئے تھے۔ رانا بختیار نے نشانہ سیدھا کیا اور اس کے بعد اسٹین گن سے فائرنگ شروع کر دی۔ جیسا ان دونوں تک پہنچتے رکھا اس نے اپنا رخ بدل لیا تھا غالباً بہت ہی ترسیت یافتہ جیسا تھا کیونکہ وہ اب بھی گولیوں کی زد سے بچ رہا تھا رانا بختیار نے چیخ کر کہا۔

”ان دونوں آدمیوں کو بچاتے ہوئے اس پر گولیاں برسناؤ۔“ اور اسٹین گنوں کی گولیوں کی تڑتڑاہٹ نے ماحول کو بے حد دہشت ناک بنا دیا جیسے نے رخ بدلا اور اب وہ بلیک ٹینٹ کی جانب واپس دوڑنے لگا پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ بلیک ٹینٹ کے قریب پہنچ گیا اسٹین گن بردار اب بھی گولیاں برسا رہے تھے حالانکہ جیسا ان کی ریچ سے دور گیا تھا لیکن پھر ایک اور حیرتناک واقعہ رونما ہوا جیسے ہی جیسا بلیک ٹینٹ میں گھسا بلیک ٹینٹ اچانک اپنی جگہ سے غائب ہو گیا تیز روشنی میں وہ یہ ناقابل یقین منظر دیکھ رہے تھے پورا خیمہ جیسے سمیت غائب ہو گیا تھا اور ان کے ذہنوں میں شدید سنسنی طاری تھی۔ پھر آؤ غصہ تنہا ہی سنبھلا اور اس نے کہا۔

”ارے ان لوگوں کو تو دیکھو، وہاں نہ جانے کیا ہو گیا ہو۔ اور وہ سب جیب کی جانب دوڑ پڑے۔ جیسا اور ٹینٹ اب دونوں ہی غائب ہو چکے تھے اور ان کا کہیں بھی نام و نشان نہیں تھا یہ لوگ ابھی جیب تک پہنچے بھی نہیں تھے کہ وہ دونوں آدمی جو جیب سے اتر بھاگے تھے انھیں کر جیب کی جانب دوڑے اور کچھ دیر کے بعد وہاں پہنچ گئے ادھر یہ

لوگ بھی دوڑتے ہوئے جیب کے قریب پہنچ گئے تھے جیب میں کئی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ انہیں ادھیڑ کر پھینک دیا گیا تھا اور پوری جیب میں خون ہی خون بھرا ہوا تھا خوفناک جیسے نے انسانی جسموں کو کئی کئی ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا تھا ان میں سے ایک شخص بلند آواز سے رونے لگا تھا قریب پہنچ کر رانا بختیار نے اسے پہچان لیا یہ لعل خان تھا جو کہ رہا تھا۔

”اوہ میرے خدا۔ اوہ میرے خدا نیاز خان۔ نیاز خان تو۔ تو۔ اوہ۔ اوہ میرے خدا۔ یہ تجربہ ہمیں کتنا مہنگا پڑا۔“ وہ دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھک کر رونے لگا نیاز خان کے بارے میں رانا بختیار کو معلوم تھا کہ وہ لعل خان کا بڑا بیٹا تھا۔ چھوٹا بیٹا فتح خان بھی ساتھ تھا اور وہ بھی ان لاشوں کو دیکھ کر رو رہا تھا۔ رانا بختیار کا دل پگھل گیا وہ لعل خان کا بازو پکڑ کر بولا۔

”لعل خان یہ۔ یہ سب کیا ہو گیا۔ آخر یہ سب کیا ہو گیا۔“ لعل خان نے رانا بختیار کو دیکھا لعل خان کا چہرہ غم سے نڈھال ہو رہا تھا دشمنی یاد نہ رہی ہمدردی اور محبت کا ایک بول دل پر اثر انداز ہوا اس نے اپنا سر رانا بختیار کے شانے سے ٹکا دیا۔

”میرا۔ میرا بیٹا۔ میرا بیٹا، آہ۔ وہ میرے تجربے کا شکار ہو گیا۔ وہ۔ وہ میرے تجربے کا شکار ہو گیا۔ یہ سب۔ یہ سب۔“

”تم نے یہ خطرہ کیوں مول لیا لعل خان۔ کیا تمہیں ان واقعات کے بارے میں علم تھا۔ آؤ۔ میرے ساتھ آؤ۔“

”کیا کروں۔ میں کیا کروں۔“

”راؤ غصتفر ذرا دیکھیے ان میں زندگی کی کوئی رمق ہے۔“

”نکڑے نکڑے ہو گئے ہیں۔ اب ان میں کیا زندگی ہوگی۔“ لعل خان نے نڈھال لہجے میں کہا اور راؤ غصتفر ان لاشوں کو دیکھنے لگا پھر بولا۔

”نہیں سب مر چکے ہیں، چار لاشیں موجود ہیں یہاں۔“

”آہ۔ ان میں دو میرے اہم ملازم تھے ایک نیاز خان تھا وہ تو شکر ہے کہ میں اور فتح خان بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ اوہ۔ میرے خدا مجھے اس کی امید نہیں تھی یہاں تک احساس نہیں تھا مجھے۔ وہ لوگ بمشکل تمام لعل خان اور فتح خان کو اپنی اس قیام گاہ تک لائے جو یہاں بنائی گئی تھی۔ اسٹین گن بردار اب بھی مستعد کھڑے چاروں طرف نگاہیں جمائے ہوئے تھے لیکن سب ہی کے ہوش اڑے ہوئے تھے یہاں تک کہ شہزور علی بھی ساری شہزوری بھول گئے تھے اور ہتھرائے ہوئے کھڑے تھے لعل خان کو وہاں بٹھایا گیا پانی پلایا گیا فتح خان بھی غم سے نڈھال بیٹھا ہوا تھا لعل خان کے منہ سے بار بار یہی آوازیں نکل رہی تھیں۔“

”فلطی میری ہے، فلطی میری ہے دلیری کا شوق مجھ پر سوار ہوا تھا اور..... اور اس کی سزا میرے بیٹے کو بھگتنا پڑی۔ آہ۔ میں کہیں کا نہ رہا۔ کہیں کا نہ رہا۔ میرا نیاز خان۔ میرا نیاز خان۔“

”لعل خان اب یہ بتائیے کہ ان لاشوں کا کیا کیا جائے۔“

”کچھ نہیں کیا کر سکتے ہیں سوائے اس کے کہ ان کی تدفین کریں۔“

”لے جاؤں گا میں انہیں۔“

”نہیں آپ نہیں ہم انہیں وہاں پہنچائیں گے آپ ذرا تھوڑا صبر کیجئے جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا ہے۔“ پھر رانا بختیار نے اپنے بیٹوں کو ہدایات دیں اور سب کے سب مستعدی سے مصروف عمل ہو گئے پکنگ اور تفریح کا یہ سلسلہ منقطع کر دیا گیا تھا لڑکے اور لڑکیوں کو تو بھیجا نہیں جاسکتا تھا اور نہ رانا بختیار انہیں تنہا ہی اپنے سر ہاؤس روانہ کر دیتا ویسے بھی سر ہاؤس کافی فاصلے پر تھا البتہ اس درے سے گزرنے کے بعد لعل خان کی آبادی میں جایا جاسکتا تھا اس وقت چونکہ صورتحال ایسی ہی تھی کہ یہاں رکنا بے حسی کی علامت ہوتا اس لئے سب کے سب ہی تیار ہو گئے ویسے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں بھی اس حادثے سے بہت متاثر ہوئے تھے اول تو واقعہ ناقابل یقین تھا اور پھر چند افراد کی ہلاکت ہو گئی تھی اس لئے کسی نے بھی کوئی تعرض نہیں کیا اور تھوڑی دیر کے بعد جیسپیں تیار ہو گئیں۔ جس جیسپ میں لاشیں پڑی ہوئی تھیں اسے رانا بختیار ہی کے ایک آدمی نے سنبھال لیا تھا فتح خان اور لعل خان کو رانا بختیار نے اپنے ساتھ رکھا تھا اور پھر ساری جیسپیں آگے بچھے درے میں داخل ہو گئیں۔

رانا بختیار انسانی ہمدردی سے معمور تھا۔ وہ سسکتے ہوئے لعل خان کو سنبھالے ہوئے تھا اور اسے دلا سے دے رہا تھا۔ درے کا سفر ختم ہو گیا اور وہ لعل خان کی بستی میں پہنچ گئے۔ دشمن، دشمن کے گھر آیا

تھا۔ لیکن یہ سب ڈھکوسلے ہوتے ہیں انسان خود کو بہکاتا ہے۔ قانون
قدرت محبت ہے صرف محبت۔ اور جب بھی فطرت انسانی
مصنوعی غلاف اترتا ہے محبت اپنی شفاقیوں کے ساتھ نمودار ہو جاتی
ہے۔ سواب بھی یہی ہوا تھا۔

نیا زخان اور دوسرے مرنے والوں کی تدفین ہو گئی۔ لعل خان غم
سے نڈھال تھا۔ اس کے باوجود اس نے مہمانوں کا خیال رکھا تھا اور
ان کے قیام کے لئے ان کے شایان شان بندوبست کیا تھا۔ لیکن
دوسری طرف رانا بختیار نے بھی انسانی حق ادا کر دیا تھا۔ وہ اس پوری
تدفین میں مصروف رہا تھا۔ فراغت کے بعد راؤ غصنتفر نے مسکراتے
ہوئے کہا۔

”بہت عرصہ سے وطن سے دور رہا ہوں اس لئے وطن کو بھول ہی
گیا ہوں۔“

”کوئی خاص بات ہے۔“ رانا بختیار نے کہا۔

”ہاں۔ یقیناً۔“

”مثلاً۔“

”یہ انوکھی دشمنی میرے لئے بالکل نئی ہے۔ دشمنی کا تصور تو کچھ اور

ہوتا ہے۔

میں تمہیں اس دشمنی کی تفصیل بتا چکا ہوں راؤ۔ کیا دشمنی
اولاد تو سب کے لئے ایک جیسی ہوتی ہے۔

ان لوگوں نے دوسرے دن بھی قیام کیا۔ لڑکے لڑکیوں کے
بنے ہوئے تھے لیکن بزرگوں کے سامنے کچھ نہیں بول سکے تھے۔ ران
کو لعل خان ان کی قیام گاہ میں آگیا۔

میں تمہارا شکر گزار ہوں رانا۔ تم نے میرے ساتھ بھائیوں
سلوک کیا ہے۔

بزرگوں کے کچھ ورثے بڑے تکلیف دہ ہوتے ہیں لعل خان
میری اور تمہاری کیا دشمنی۔

اللہ کا شکر ہے کہ اس منحوس کہانی میں ہم دونوں کی طرف
کوئی انصاف نہیں ہوا۔

ہاں شکریہ۔

تو پھر مرحوم نیاز خان کے ساتھ اس میراث کو بھی کیوں نہ دفن
کر دیا جائے۔

دشمنی کو۔

ہاں۔

میں خلوص دل سے تیار ہوں۔

تو پھر اٹھو۔ ہم اس منحوس رسم کو ختم کر دیں۔ دونوں اٹھے اور

ایک دوسرے سے بٹلگیر ہو گئے۔ دونوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آنے

تھے۔ دونوں کافی در تک جذباتی رہے۔ پھر راؤ غصتفر نے کہا۔

بھئی مجھے یہ سب کچھ دیکھ کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔ ایک
انتقامی روایت ختم ہوئی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک غمناک موقع

ہے مرحوم نیاز خان نے زندگی دے کر ایک ایسی بوسیدہ روایت ختم
کر دی ہے انسانیت کے نام پر بدنامی داغ کہا جاسکتا ہے۔ لعل خان

صاحب آپ کے خیال میں یہ سارا قصہ کیا ہے۔ آپ نے تو اب ایک
نقصان بھی اٹھالیا۔ سنا گیا ہے کہ ان آبادیوں میں اور بھی بہت سے

ایسے غمناک واقعات ہوئے ہیں۔

اسی کی تحقیق کے لئے ہم لوگ نکلے تھے اور آج یہ پہلا موقع نہیں
تھا اس سے پہلے بھی ہم نے خاموشی سے ان علاقوں کا دورہ کیا ہے اور

مختلف طریقوں سے اس راز کو جاننے کی کوشش کی ہے۔ جبکہ بستیوں
کے لوگ بتاتے ہیں کہ یہ سب آسپی قوتوں کا عمل ہے۔ بس دماغ

نے تسلیم نہیں کیا تھا اور عقل اس سلسلے میں کوئی بہتر تصور نہیں
پیش کر سکی تھی۔ ہم مسلسل اسی کھوج میں تھے کہ ان واقعات کا صحیح

حل نکالا جاسکے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

لوگوں کا تو یہی خیال ہے کہ یہ آسپی قوتوں کا عمل ہے۔ رانا
بختیار نے کہا۔

آپ نے اپنی آنکھوں سے کیا دیکھا رانا۔ بختیار۔

صرف یہ کہ ایک کالا خیمہ نمودار ہوا تھا اور حیرت ناک درندہ اس

سے برآمد ہوا اس کی رفتار اس قدر تیز تھی کہ کچھ میں نہیں آتا تھا اور پھر

جو کارروائی اس نے کی اس کے بعد وہ واپس اسی خیمے میں داخل ہوا اور خیمہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

بالکل۔ اس سے پہلے بھی میں وہ بلیک ٹینٹ دیکھ چکا ہوں۔ لعل خان نے کہا۔

”جو واقعہ پیش آیا اس کے پیش نگاہ تو واقعی اسے آسبی قوتوں کا عمل ہی کہا جاسکتا ہے لیکن آسبی قوتوں کا ایک ہی انداز ذرا اچھٹا باعث ہے۔“

کیا مطلب؟

”اول تو آسبی معاملات میں اس قدر نفاست نہیں ہوتی اور دوسری بات یہ کہ انداز مختلف ہو سکتا ہے۔ ایک کالا خیمہ۔ اس کے درندوں کا برآمد ہونا۔ انسانی زندگی کو ختم کرنا اور گم ہو جانا یہ ساری چیزیں ذرا ایکسانیت کا شکار معلوم ہوتی ہیں۔ آسبی قوتیں کچھ اور کھیل بھی کھیل سکتی تھیں جن کے بارے میں ابھی تک کوئی اطلاع نہیں ہے۔“

آپ کیا کہنا چاہتے ہیں رانا بختیار؟ لعل خان نے کہا۔

”دیکھو لعل خان، کوئی بھی بات حتمی طور پر تو نہیں کہی جاسکتی

واقعات یقینی طور پر ناقابل فہم ہیں۔ لیکن اس سائنسی دور میں بہت سی ایسی ناقابل فہم چیزیں سامنے آئیں ہیں جنہیں ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی ان پر عیش عیش کئے بغیر نہیں رو سکتے۔“

تو آپ کے خیال میں یہ کوئی سائنسی عمل ہے۔

نہیں بالکل نہیں بھلا دعوے سے میں کوئی بات کیسے کہہ سکتا ہوں۔ رانا بختیار نے کہا۔

”سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ کوئی سائنسی عمل بھی ہے تو اس عمل کے پس پردہ جو کوئی بھی شخصیت ہے وہ سو فیصد مجرمانہ ذہنیت کی حامل ہے۔“

”یقیناً اس میں شک کی کیا بات ہے۔ انسانی زندگیوں کا خاتمہ۔ وہ قاتل قوت اس طرح چاہتی کیا ہے؟“

”بہت سے عوامل ہو سکتے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے تعین ہو جائے۔“ راؤ غفٹنفر نے کہا۔

”تعین کیسے ہو سکتا ہے۔“

”اہم مسئلہ یہی ہے۔“

”ویسے رانا بختیار تم نے ایک بات محسوس کی۔“

”کیا؟“

”وہ خوفناک چیتا جب اپنے عمل کا آغاز کر رہا تھا تو لعل خان کی جانب سے اس پر رافٹوں سے گولیاں چلائی گئی تھیں۔“

”ہاں۔“

”لعل خان صاحب آپ کا کیا خیال ہے کیا وہ گولیاں اس جاندار کو لگی تھیں۔“

”سو فیصد راؤ صاحب۔ ہم لوگ اچھے نشاء باز ہیں اور چونکہ میں

بھی اس فائرنگ میں شریک تھا اس لئے میں یہ بات پورے وثوق سے

کہہ سکتا ہوں کہ گولیاں اسے لگی تھیں۔
 "لیکن اس کے اثرات نمایاں نہیں ہو سکے۔"
 "وہ ان گولیوں سے بچتا رہا تھا۔"

"یہی میں کہنا چاہتا تھا اور جب ہم نے اسٹین گنوں سے اس
 فائرنگ کی تو اس نے فوراً ہی پسپائی اختیار کر لی۔"
 "مطلب۔"

"مطلب یہ کہ اس پہ برسے والی گولیاں اسے چاروں طرف سے گم
 رہی تھیں جس سے وہ گھبرا گیا۔"
 "سو فیصد۔"

"تو اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ صرف ایک ناقابل تخریر قوت
 نہیں تھی بلکہ اس کے اندر خوف تھا۔ یہ تصور تھا کہ یہ گولیاں اسے
 نقصان پہنچا سکتی ہیں۔" اس بات پر کبھی سوچ میں ڈوب گئے،
 خان نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں یہ نکتہ قابل غور ہے۔"
 "یعنی اگر ہم اسے سو فیصد کوئی آسبی قوت کہہ دیتے تو آسبی قوت
 میں خوف کا عنصر نہیں ہوتا، آسبی قوتوں کے لئے خوف کی جو بات
 سکتی ہے، وہ آپ جانتے ہیں کہ کیا ہے؟"
 "کلام الہی۔"

"ہاں۔"
 "اور اگر اس کے پاس کوئی سوچنے والا دماغ ہے اور خوفزدہ کر دیا

والا عمل ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ مافوق الفطرت قوت نہیں
 ہے۔"
 "بات دلیل سے بھرپور ہے۔ لیکن اس سلسلے میں کیا کیا جا سکتا
 ہے۔"

"اصل میں لعل خان صاحب مجھے تو حقیقتوں کا علم ہی نہیں تھا۔
 ورنہ شاید اس سلسلے میں کچھ کارروائی کی جاتی۔ ویسے تو ہم انتظامیہ کو
 یہ رپورٹ دے سکتے ہیں۔ خاص طور سے اس شکل میں کہ اس سے
 انسانوں کی ہلاکت ہوئی ہے لیکن انتظامیہ بھی شاید اس سلسلے میں
 کوئی موثر عمل نہ کر سکے۔"
 "کیوں؟"

"بھئی وہ لوگ بھی تو انسان ہوتے ہیں۔ اول تو ان علاقوں کا
 کنٹرول ہماری ذمہ داری ہے اور ہم انتظامیہ کو رپورٹ کریں گے تو
 یہی جواب ملے گا کہ معاملہ جنگل کے درندوں کا ہے۔ ان کے لئے
 شکاریوں کا بندوبست کیا جائے اور انہیں ہلاک کر دیا جائے اور اگر ہم
 یہ کہتے ہیں کہ یہ کوئی آسبی سلسلہ ہے تو صرف مذاق اڑایا جائے گا ہمارا
 اور کوئی موثر کام نہیں کیا جائے گا۔"

بات بالکل درست تھی۔ سب سوچ میں ڈوب گئے۔ کافی در کی
 خاموشی کے بعد راؤ نے کہا۔

"اس کے لئے کسی اور سے رابطہ قائم کرنے کے بجائے خود ہی
 تجربات کرنا ہوں گے۔"

”کیسے تجربات راؤ غصتفر“۔ رانا بختیار نے پوچھا۔

”میرا خیال ہے مجھے سوچنے کے لئے کچھ وقت دو ظاہر ہے قوری طور پر تو کوئی ایسا عمل کر بھی نہیں سکتے ہم لوگ جس کے تحت ان تمام مصیبتوں سے چھٹکارہ حاصل ہو سکے“۔ راؤ غصتفر نے کہا اور سب نے اس کی بات سے اتفاق کیا۔ بہر حال اس کے بعد رانا بختیار نے لعل خان سے واپسی کی اجازت مانگ لی۔ لعل خان نے اسے رخصت کرتے ہوئے کہا۔

”رانا ایک بیٹے کی جان کھو بیٹھا ہوں میں۔ یہ فہم مجھے تمام عمر تک رلانے گا۔ لیکن تم نے جس طرح مجھ سے محبت اور دوستی کا سلوک کیا ہے اسے میں کبھی بھول نہیں سکوں گا۔ میرے لئے جب بھی کوئی خدمت ذہن میں آئے مجھے اپنے آپ سے دور نہیں پاؤ گے۔ ویسے اس سلسلے میں کوئی مشترکہ عمل کرتا ہو گا رانا۔ میں تم سے جہادے گھر آکر ملاقات کروں گا۔ کیا مجھے اجازت ہے۔“

”کیسی باتیں کرتے ہو لعل خان۔ میں جہادے فہم میں ہمارے شریک ہوں اور یقین کرو مجھے ایسا ہی لگ رہا ہے جیسے میں اپنے ہی کسی بیٹے کو کھو بیٹھا ہوں۔ تم جی خوشی سے میرے گھر آ سکتے ہو۔ ہمارے درمیان اب یہ فرسودہ لخت ختم ہو چکی ہے۔ پھر رانا بختیار اپنی میم کے ساتھ بہانوں کے اس طرف سے چلا آیا تھا۔ لڑکے لڑکیوں نے سکون کی سانس لی تھی ایک جیب میں بیٹھا ہوا شہزاد علی کہہ رہا تھا۔

”یہ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ مجھے اجازت دلوادی جائے۔ میں اس درد سے لڑ سکتا ہوں۔“

”درد سے لڑ سکتے ہوں۔“

”ہاں۔ آندے دی جانتی ہو۔ شہزاد علی نے عامرہ سے کہا۔

”یہ کیا چیز ہے۔“ عامرہ نے پوچھا۔

”دیکھتی تو تپ چلتا۔ مر گیا ہے چارہ۔ راجہ دی اسٹیک کو جانتی ہو۔“

”ارے ارے ان لوگوں سے تو ہماری کوئی رشتہ داری نہیں ہے یہی گون۔“

”افوہ بھئی یہ ان کے پھوپھو ہیں کیوں شہزادہ علی آندے دی جانتی کی بات کیوں کر رہے تھے۔“ شہزادہ کی بیوی نے پوچھا۔

”اگر وہ ہوتا ہاں تو ان دردوں کو بغل میں مزہ کر بھیجنگ دیتا۔ جانتی تھا پورا جانتی۔ ویسے اگر شکل مجھے اجازت دے دی تو میں بھی یہ کام کر سکتا ہوں۔“

”نہیں نہیں ہمیں قپ کی زندگی جی سہ ہے۔“ عامرہ نے کہا اور سب کے ہونٹوں پر دہلی دہلی مسکراہٹیں پھیل گئیں۔ بہر حال اس کے بعد یہ لوگ سر ہادس واپس آگئے تھے سب کبھی خیال تھا کہ یہ ایک یورپنگ رہی ہے اور اس میں کچھ بھی مزہ نہیں آیا۔

”دوبارہ اس سلسلے میں کوشش کی جائے گی۔ بس ڈیڑی کو کسی

طرح مجبور کر لیا جائے کہ وہ سمر ہاؤس سے واپسی کا پروگرام نہ بنائیں۔
ادھر سمر ہاؤس واپس آنے کے بعد راؤ غصتفر اور رانا بختیار کے درمیان
میٹنگ ہوئی۔ راؤ غصتفر بھی اس سلسلے میں بڑا سنجیدہ تھا کہنے لگا۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مشرق کی پر اسرار روایات اپنی
جگہ ایک منفرد اہمیت کی حامل ہیں۔ یہاں واقعی زندگی کا لطف آتا ہے
لیکن ان روایات میں یہ انداز میں نے پہلے کبھی نہیں سوچا تھا۔ یہ تو
واقعی ایک انوکھا ہی واقعہ ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ ویسے تمہارا کیا
خیال ہے رانا بختیار کیا تم بھی اسے آسیب قرار دیتے ہو۔

کچھ مناظر تمہاری نگاہوں کے سامنے سے بھی گزر چکے ہیں راؤ
غصتفر۔ وہ بلیک ٹینٹ جس سے درندہ نمودار ہوا تھا اور اس کے بعد
اس کا ایک دم اپنی جگہ سے غائب ہو جانا درندے سمیت۔ تم بتاؤ
کوئی سمجھ میں آنے والی بات ہے۔

اصل میں جس ماحول میں میں نے پرورش پائی ہے اس میں تو
اس بارے میں ہم صرف ایک ہی بات سوچ سکتے تھے۔

کیا۔

سائیس کے آسیب کو تم کیا کہتے ہو۔

سائیس کے آسیب۔

ہاں۔

بات کچھ سمجھ میں نہیں آتی۔

سائیس بھی تو جادو ہی ہے۔ کیا تم ایسی کوئی بات نہیں سوچ

سکتے کہ یہ سب کچھ سائسی بنیاد پر ہو رہا ہو۔

بات نبھانے کیوں ٹھک سے رانا بختیار کے دل کو لگی تھی۔ وہ
غیب سے انداز میں سوچ میں ڈوب گیا۔ دیر تک خاموش بیٹھا سوچ
میں گم رہا۔ اس کے چہرے پر کشمکش کے آثار تھے۔ پھر اس نے گردن
اٹھا کر کہا۔

واقعی راؤ غصتفر اس طرف ذہن نہیں گیا تھا لیکن اس کا ایک حل
بھی ہے میرے پاس۔ اودہ مانی گاڈ میرا خیال ہے اس سے بہتر بات اور
کوئی نہیں رہے گی۔
کیا مطلب۔

میرا ایک دوست ہے حجازی کے نام سے پہچانا جاتا ہے پاکیشیا کا
استاذ سائنسدان ہے کہ دوسرے لوگ اس کے ہم پلہ ہونے کا دعویٰ
نہیں کر سکتے۔ مانی گاڈ میرا خیال یہ ہے کہ اس سلسلے میں حجازی کو
دعوت دینا بالکل ناگزیر ہو گیا ہے۔ حجازی ہمارے لئے شاندار ثابت
ہو گا سو فیصد۔ سو فیصد۔

ارے بھائی مگر یہ حجازی صاحب ہیں کون۔

میں نے کہا ناں پاکیشیا کا ایک ماہر سائنسدان جو سرکاری طور
پر بھی بہت کچھ ہے لیکن ویسے اپنے طور پر بھی وہ استاذین انسان ہے کہ
میں تمہیں بتا نہیں سکتا۔ اس کی ایک پر سنل لیبارٹری ہے اور اس
لیبارٹری میں وہ دنیا کے انوکھے ترین تجربات کرتا ہے۔
کیا وہ تمہاری دعوت پر یہاں آنا قبول کرے گا۔

امید تو ہے کیوں کہ وہ میرا بہت اچھا دوست ہے۔ بہر حال میں
کوشش کیے لیتا ہوں۔

اس کے بعد فوری طور پر انتظامات کیے گئے اور رانا بختیار نے ایک
تفصیلی خط پروفیسر حجازی کے نام لکھ کر اسے پروفیسر کے پاس بھجوا دیا۔

خط پڑھنے کے بعد پروفیسر حجازی کافی دیر تک سوچ میں ڈوبا رہا تھا۔
سلمے بیٹھے ہوئے لوگ اس کی صورت دیکھتے رہے۔ پھر پروفیسر ٹیل
نے ہی سوال کر ڈالا۔

”تمہارا ذاتی معاملہ ہے۔ مجھے اس سلسلے میں تم سے کوئی سوال
نہیں کرنا چاہئے۔ لیکن بس استا بتا دو کہ کوئی پریشانی کی بات تو نہیں
ہے۔“

حجازی نے چونک کر پروفیسر ٹیل کو دیکھا اور آہستہ سے بولا۔
”بالکل نہیں پروفیسر۔ لیکن ایک نہایت دلچسپ خط ہے یہ سبھاں
سے کافی فاصلے پر ایک آبادی ہے۔ حسین ترین پہاڑی علاقہ وہاں ایک
شخص رہتا ہے جو بہت بڑی زمینوں کا مالک ہے اور اس کا نام رانا بختیار
ہے۔ میرا بہت پرانا دوست ہے اور میرا قدر دان بھی۔ میرے اور اس
کے درمیان ملاقاتیں بے شک بہت کم ہوتی ہیں۔ لیکن ہم ذہنی طور پر

ایک دوسرے سے بے حد متاثر ہیں اور جب بھی ہماری ملاقات ہوتی ہے ہم بڑے خوشگوار لمحات گزارتے ہیں۔ بے شمار بچے بچیاں ہیں اس کے۔ اس نے یہ خط مجھے لکھا ہے اور یقینی طور پر یہ میرے ہی لئے نہیں آپ کے لئے بھی بہت دلچسپی کا باعث ہو گا پروفیسر ٹیل۔
"اگر تم یہ کہتے ہو کہ یہ خط میرے لئے باعث دلچسپی ہے تو اصولی طور پر مجھے اس کی تحریر کا بھی علم ہونا چاہئے۔"

"اوہ بے شک۔ میں نے یہ خاموشی اس لئے اختیار نہیں کی کہ میں تمہیں اس خط کی تفصیل نہیں بتانا چاہتا بلکہ یہ خط پڑھ کر میں سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ سنو میں تمہیں اس کی تفصیل بتاتا ہوں لکھا ہے۔
ڈیر حجازی۔"

ہماری تمہاری ملاقات کو کافی دن ہو گئے تم تو خیر مصروف آدمی ہو اس لئے تم سے کوئی شکایت نہیں کر سکتا لیکن میں بھی اتفاق سے کافی مصروف رہا ہوں اور میرا دار الحکومت آنا نہیں ہو سکا۔ بہر حال یہ تو ایک رسمی سی بات تھی۔ ہمارے تمہارے درمیان تو معاہدہ ہے کہ جب بھی موقع ملے ایک دوسرے سے مل لیا جائے اور کسی کو کسی سے کوئی شکایت نہیں ہونی چاہئے میں تمہیں ایک دلچسپ واقعہ سے روشناس کرانا چاہتا ہوں۔ انگلینڈ میں میری ملاقات ایک بہت اچھے انسان سے ہوئی تھی جو پاکیشیا کا ہی باشندہ تھا۔ بہت ہی نفیس طبیعت کا مالک۔ راؤ غصتنفر ہے اس کا نام۔ میں نے راؤ صاحب کو دعوت دی

کہ وہ کبھی فرصت کے لمحات میں ہمارے گھر آئیں۔ راؤ غصتنفر اپنی دو بیٹیوں ایک داماد اور اپنی بیوی کے ساتھ یہاں آیا۔ میں اسے سیر و تفریح کرانے کی غرض سے سرہاؤس لے گیا۔ سرہاؤس کے بارے میں تم سے زیادہ بہتر اور کون جان سکتا ہے۔ یہ تم ہی ہو جس نے سرہاؤس کو اس زمین کی جنت قرار دیا تھا۔ سرہاؤس کی آس پاس کی آبادی سے تم اچھی طرح واقف ہو اور وہ تمہاری پسندیدہ جگہ تھی۔ لیکن ان دنوں سرہاؤس کی آس پاس کی آبادیاں شدید خوف و ہراس میں مبتلا ہیں۔ بہت سی تفصیلات ہیں جنہیں خط میں لکھ کر میں خط کو طوالت نہیں دینا چاہتا اس لئے نو دی پوائنٹ بات کر رہا ہوں یہاں ایک عجیب و غریب داستان پھیلی ہوئی ہے آس پاس کے لوگوں کا کہنا ہے کہ یہاں کے اطراف آسبی ہو گئے ہیں۔ جنگل کے آسیب خوفناک درندوں کی شکل میں رونما ہوتے ہیں۔ انسانوں کی چیر پھاڑ کرتے ہیں اور غائب ہو جاتے ہیں۔ کئی ایسے درندے دیکھے گئے ہیں اور یہ درندے بہت سے انسانوں کو ہلاک کر چکے ہیں۔ مجھے پہلے سے اطلاع نہیں تھی جب میں راؤ غصتنفر کو لے کر سرہاؤس پہنچا تو سب سے پہلے مجھے سرہاؤس کے چوکیدار نے یہ کہانی سنائی بعد میں کچھ اور لوگوں سے بھی اس کی تصدیق ہوئی۔ لیکن سب سے خوفناک واقعہ جو پیش آیا وہ میری نگاہوں کے سامنے ہی پیش آیا لعل خان کو تم بھی اچھی طرح جانتے ہو۔ پہاڑوں پار کا زمیندار جس سے ہماری خاندانی دشمنی تھی۔ اور تم نے اس روایتی دشمنی کا خوب مذاق اڑایا تھا۔

لعل خان اپنے بیٹوں اور کچھ ملازموں کے ساتھ درہ پار کر کے ہمارے علاقے میں داخل ہوا۔ ہم لوگ بھی اس وقت وہیں شکار کی غرض سے چلے گئے تھے۔ خوفناک درندے نے لعل خان کی جیب پر حملہ کیا اس کے ایک بیٹے اور تین ملازموں کو ہلاک کر دیا۔ ہم نے باقی ماندہ لوگوں کی جان بچانی یقین کرو مجازی ہم نے خود اپنی آنکھوں سے اس درندے کو دیکھا ناقابل یقین حد تک بڑا تھا اس کا سر تین فٹ کی چوڑائی میں تھا اور اسی تناسب سے پورا بدن۔ آنکھوں سے روشنی کی شعاعیں اس طرح نکل رہی تھیں جیسے کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹیں ہوتی ہیں یہ درندہ ایک کالے رنگ کے خیمے سے نمودار ہوا تھا۔ جو وہیں نصب دیکھا گیا تھا۔ پھر جب وہ درندہ اپنی واردات مکمل کرنے کے بعد کالے خیمے میں واپس پہنچا تو اچانک خیمے سمیت غائب ہو گیا۔ عقل انسانی اس بات کو کیا سمجھے۔ معصوم لوگ تو اسے آسیہیت کا درجہ ہی دیں گے۔ لیکن میں اور میرا دوست راؤ غنٹنفر اس بات کو ماننے پر تیار نہیں ہیں کہ یہ آسیہیت ہے راؤ غنٹنفر کا کہنا ہے کہ سائنس کی آسیہیت آج کل اس آسیہیت پر بھاری ہو گئی ہے جو کبھی روایتی شکل کی تھی تو میری جان جب یہ تصور ہمارے ذہنوں میں آیا تو مجھے تم یاد آئے سر ہاؤس میں مقیم ہوں جہیں جہاں تک پہنچانے کے لئے تمام احکامات جاری کر دوں گا اگر آجاؤ تو لطف آجائے۔ ایک بار پھر تفصیل لکھ رہا ہوں۔ کالے رنگ کا ایک شہر نمودار ہوتا ہے۔ خیمے سے درندے نکلتے ہیں اور اپنی ریخ پر آنے والے انسانوں پر حملہ آور ہو کر انہیں چیر پھاڑ

ڈالتے ہیں۔ بدوق کی گویاں شاید ان پر اثر نہیں کرتیں۔ ہم نے اسٹین گنوں سے فائرنگ کی۔ تو درندہ کسی قدر خوفزدہ ہو کر خیمے کی جانب بھاگا اور پھر خیمے سمیت غائب ہو گیا۔ یہ تفصیل میں اس لئے لکھ رہا ہوں کہ اگر اپنے تجربات کے لئے کچھ سامان ساتھ لانا چاہو تو اس کی روشنی میں لاسکتے ہو۔ ویسے میرا خیال ہے سارا کام جہارے مطلب کا ہے اور میں جہیں خصوصی دعوت دے رہا ہوں۔ جہاں جہاں ہر طرح کی سہولتیں مہیا کر دی جائیں گی۔ میری جان آنے کی کوشش کرنا۔ یہ انسانیہت کے لئے ایک نیک کام بھی ہو گا اور جہاری تفریح طبع کا سامان بھی۔ جہارا مخلص۔

رانا بختیار

پروفیسر ٹیل، ڈی بی ایل اور ایٹل دلپٹنگھوں سے مجازی کو دیکھ رہے تھے۔ خط ختم ہوا تو مجازی نے ان لوگوں کی جانب دیکھا اور بولا۔

”واقعی بڑا انوکھا اور دلپٹ معاملہ ہے۔“

”ایک بات بتائیے پروفیسر۔“ ڈی بی ایل نے کہا۔

”ہوں۔“

”وہ آپ کا کتنا پرانا دوست ہے۔“

”کون رانا بختیار۔“

”جی۔“

”ہمت قدیم“۔

”کیا آپ کے درمیان مذاق کا رشتہ ہے۔“

”کیا مطلب۔“

”مجھے تو یہ ایک دلچسپ مذاق معلوم ہوتا ہے۔“ ڈی بی ایل نے کہا اور پروفیسر حجازی اسے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

”نہیں یہ بات میں نے سوچی تھی۔ ایک لمحے کے لئے یہ خیال میرے دل میں آیا تھا کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ سرباوس پہنچنے کے بعد رانا بختیار کو ایک دلچسپ مذاق سوجھا ہو اور اس نے مجھے اپنے پاس بلانے کے لئے یہ من گھڑت کہانی سنادی ہو لیکن نہیں ایسا نہیں ہے۔ وہ جس مزاج کا انسان ہے وہ ذرا مختلف بات ہے۔ وہ مجھ سے پورے دعوے کے ساتھ یہ بات کہہ سکتا تھا کہ میں کتنا ہی مصروف ہوں۔ وہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے میں آجاؤں۔ اور مجھے جانا پڑتا۔ ایسی کوئی کہانی سنا کر مجھے بلانے کا طریقہ وہ نہیں اختیار کر سکتا۔“

”تب تو واقعی دلچسپ بات ہے۔“ پروفیسر ٹیل نے پر خیال لہجے میں کہا۔ پھر وہ کافی دیر تک سوچتا رہا تھا کچھ دیر کے بعد اس نے گردن ہلا کر کہا۔

”ہو سکتا ہے بالکل ہو سکتا ہے یہ واقعات ناقابل یقین ہیں۔ لیکن بیان کا الٹ پھیر ہو سکتا ہے جس خفیہ کو وہ لوگ کہتے ہیں کہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا ہے وہ کسی ایسی درز میں بھی پوشیدہ ہو سکتا ہے جو سائنسی درز ہو اور چیزوں کو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل کر دیتی ہو

جہاں تک درندوں کا معاملہ ہے تو یہ بات جلتے ہو پروفیسر حجازی کہ زمین سے درخت اگانے کے لئے کیمیائی کھاد استعمال کی جاتی ہے اور درخت وقت سے پہلے اگ آتے ہیں پھلوں کی جسامت بڑی کی جا سکتی ہے، یہ تو پھلوں کا معاملہ ہے یا عام چیزوں کا مسئلہ ہے، سائنسی بنیادوں پر جانوروں کو انجکشن دے کر زیادہ قد آور اور خوشخوار بنایا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے کوئی سرچرا ایسے ہی تجربات کر رہا ہو اور معصوم لوگوں نے اسے آسبی سلسلہ سمجھ لیا ہو۔“

”سو فیصد پروفیسر۔ میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں۔“ ڈی بی ایل بولا۔

”کیا ایسے کسی دعوت نامے کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔“ پروفیسر ٹیل نے کہا۔

”ہرگز نہیں۔ قطعی نہیں۔“

”تو میرا خیال ہے ہمیں تمہارے اس دوست کی دعوت قبول کر لینی چاہئے۔“

”یقیناً پروفیسر۔ میں ویسے بھی اس دعوت کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔“

”مجھے بھی ساتھ لے چلنا ہوگا۔“

”آپ اطمینان رکھیں میں سارا بندوبست کر لوں گا آپ کو وہاں کوئیں دینے کے لئے ہم تمام چیزیں ساتھ لے جائیں گے لیکن اس سلسلے میں ہمیں جو تجربات کرنا ہوں گے اس کی تمام ہدایات آپ مجھے

دیں گے۔

تم مجھے شرمندہ کر رہے ہو پروفیسر حجازی۔ تم بہت بڑے
ساتسدان ہو۔

میں ان الفاظ کو نہیں سنتا چاہتا پروفیسر۔ آپ نے مجھے اپنا
عقیدت مند بنالیا ہے۔ بہر حال سب ضمنی باتیں ہیں آپ یہ بتائیے کہ
ہمیں اس سلسلے میں کیا کیا اقدامات کرنے ہیں جانا تو ہے۔

بس لیبارٹری میں پہنچنے کے بعد ہم اس سلسلے میں تجربات کے لئے
اپنے سامان کی ایک فہرست بنالیں گے اور سامان ساتھ لے پھیں
گے۔

پروفیسر میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا ہے۔ پروفیسر حجازی
نے کہا۔

کیا۔ پروفیسر ٹیل نے پوچھا۔

کیوں نہ ہم عمران کو بھی یہ کہانی سنا کر اسے اپنے ساتھ چلنے پر
آمادہ کر لیں۔

ایٹل نے چونک کر پروفیسر حجازی کو دیکھا لیکن کچھ بولی نہیں۔ البتہ
پروفیسر ٹیل نے فوراً ہی کہا۔

ارے واہ اچھی سوچی ہے اور اچھی سوچی ہے۔

عمران کے بارے میں مختصر آپ کو بتا چکا ہوں بلکہ آپ کو کیا
بتانا مجھ سے زیادہ آپ اس سے واقف ہیں آپ اس کے استاد رہ چکے
ہیں۔ بڑے کام کی شخصیت ہے اس کا تجربہ آپ نے کر ہی لیا۔ ایک

بہت بڑے ملک کو شکست دے کر چلا آیا۔ اور اس کی اپنی کوئی
شخصیت ہی نہیں ہے لیکن اس کے اپنے وسائل بے پناہ ہیں۔ اپنا کام
کسی نہ کسی شکل میں نکال لیتا ہے اور میرا خیال ہے کہ اس واقعہ کو
اگر پوری سنجیدگی سے اسے سنایا جائے تو وہ اس پر اعتماد بھی کر لے
گا۔

ٹھیک ہے میں تمہارے اس خیال سے اتفاق کرتا ہوں۔
تو پھر یہ بات تو طے ہو گئی کہ ہم لوگ رانا بختیار کے پاس جا
رہے ہیں۔

بالکل۔ بالکل۔ اور کرنا ہی کیا ہے ہمیں یہاں۔ دیکھتے ہیں یہ
کون سے آسیب ہیں جو انسانی زندگیوں کے خاتمے پر تلے ہوئے ہیں۔
بالکل ٹھیک۔

کیا نام ہے اس جگہ کا جہاں رانا بختیار رہتا ہے۔
رانا گڑھی کے نام سے مشہور ہے۔ بھولوں کی بستی ہے دیکھو گے
تو دل خوش ہو جائے گا۔ تو پھر میں عمران سے رابطہ کیے لیتا ہوں۔
ٹھیک ہے۔ پروفیسر ٹیل نے کہا اور پروفیسر حجازی پر خیال
انداز میں مسکرا کر اس لگا۔ ایٹل کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت
پھیل گئی۔

گھنٹی بجی تو جو یانے خود ہی دروازہ کھول دیا۔ یہ امید نہیں تھی کہ آنے والا عمران ہوگا۔ عمران نے فوراً ہی اسے دیکھ کر کہا۔

”احلاً و سہلاً السلام علیکم۔“

جو یانے دو قدم پیچھے ہٹ گئی اور عمران اندر داخل ہو گیا اس کے چہرے پر بڑے عجیب سے تاثرات تھے۔ جو یانے دروازہ بند کیا اور عمران آگے بڑھ گیا۔ پھر وہ خود ہی ڈرائنگ روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا تھا۔ جو یانے اس کے پیچھے پیچھے ہی آئی تھی۔ عمران کی لاتعداد حرکتوں کی شناس تھی۔ لیکن چونکہ ایکسٹوا سے ایک الگ مقام دیتا تھا اس نے جو یانے کو کچھ بھی نہیں سیکھتی تھی۔ عمران بیٹھ گیا اور جو یانے ایک صوفے سے ٹک کر اسے دیکھنے لگی۔ عمران دیر تک کچھ نہیں بولا تھا۔ جو یانے تھلا گئی پھر بولی۔

”کیسے آنا ہوا۔“

گاڑی ہی سے آیا ہوں۔ چھ لیٹر پٹرول تھا اب شاید ڈیڑھ لیٹر رہ گیا ہے۔ عمران نے آہستہ سے کہا۔

”جہنم میں جانے چھاری گاڑی۔ وہ ڈیڑھ لیٹر بھی ٹینگی سے نکال کر گاڑی پر ڈالو اور آگ لگا دو۔ مجھے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔“

عمران نے نگاہیں اٹھا کر جو یانے کو دیکھا اور بولا۔ ”جہاری گفنگو بیسیکلی لفظ ہے۔ اگر گاڑی کو جہنم میں جانے کا مشورہ دے ہی رہی ہو تو پھر ٹینگی سے پٹرول نکالنے کی کیا ضرورت ہے۔ جہنم میں جانے کی تو دیے ہی آگ لگ جائے گی اس میں۔ جو یانے تم واپس وہیں چلی جاؤ جہاں سے آئی تھیں میرا مطلب ہے سوئٹزر لینڈ۔ سمجھ رہی ہوں میری بات۔ یہ اردو جہارے بس کی بات نہیں ہے۔“

”مجھے اردو سمجھانے آئے ہو۔“

”نہیں۔“

”پھر کیوں آئے ہو۔“

”کچھ قرض مانگنے آیا ہوں ایک دو ہزار روپے قرض درکار ہیں۔“

”فرصت سے ہو۔“

”کیوں کیا جہاری گاڑی کا انجن خراب ہو گیا ہے۔“ عمران نے کہا اور جو یانے اس کے الفاظ سمجھنے کی کوشش کرنے لگی پھر جھلاتے ہوئے انداز میں بولی۔

”وقت ضائع کرنے آئے ہو میرا اور اپنا۔“

”نہیں۔ کون کہتا ہے۔“

"پھر بتاؤ کیسے آنا ہوا۔ میں جانتی ہوں کہ کسی کام ہی سے آئے ہو گے۔ پہلے کچھ وقت فصول باتوں میں گزار دو گے اس کے بعد بڑے پراسرار انداز میں کام کی بات کہہ دو گے۔"

"جو لیا کچھ کہہ رہا ہوں ان دنوں بڑی کڑی چل رہی ہے۔ اب دیکھناں وہ مفت خور کبھی کچھ دیتا ہی نہیں۔ تم لوگوں کو کم از کم تنخواہیں تو مل جاتی ہیں مجھے بس یہ کہہ کر نال دیا جاتا ہے کہ ڈائریکٹر جنرل کا بیٹا ہوں بھلا مجھے پیسوں کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے کہیں سے کچھ نہیں ملتا جو لیا۔ اب نو بہت یہاں تک آگئی ہے کہ شاید سلیمان بھی میرا جانی دشمن بن جائے۔"

"سلیمان کیوں؟" جو لیا بے اختیار پوچھ بیٹھی اور پھر اس نے جلدی سے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔ کجنت کی باتیں ہی ایسی انوکھی ہوتی ہیں کہ آدمی بے اختیار ہو جائے عمران افسردہ سی شکل بنا کر بولا۔

"وہ ذلیل انسان میرے کوٹ کی جیب سے پیسے مار کر رکھتا ہے۔ یقین کرو جو لیا میں نے وہ جگہ جان بوجھ کر نہیں دیکھی تھی جہ اس نے اپنا خرچہ یا تجوری بنا رکھا ہے بس یونہی ایک دن سرسری طور پر نظر پڑ گئی تھی۔ میری جیب سے نکالے ہوئے نوٹ جس جگہ وہ جمع کرتا ہے وہ جگہ بس اتفاق ہی سے میرے علم میں آگئی کیا کہتے ہیں اسے گلک۔ گلک سمجھتی ہوں ناں۔"

"شٹ اپ۔"

"کیا مطلب۔ یعنی گلک سمجھتی ہو۔ اچھا خیر تو یہ کہہ رہا تھا کہ میں

جب مجھ پر کوئی چھائی تو وہ گلک میرے کام آیا۔ تھوڑے تھوڑے کر کے تمام نوٹ نکال لئے اور اب کیفیت یہ ہے کہ وہ گلک بھی خالی ہے اور سلیمان کو اس کے خالی ہونے کا پتہ نہیں۔ حالانکہ صدق دل سے سوچا تھا کہ جو کچھ لے رہا ہوں اس کو حساب کے ساتھ واپس اسی گلک میں ڈال دوں گا لیکن کیا کروں کہیں سے آمدنی کا کوئی ذریعہ ہی نہیں بنا۔" عمران کے چہرے پر قیمتی برس رہی تھی۔

"دیکھو عمران اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میں اس وقت فارغ بیٹھی ہوئی ہوں۔ کوئی کام نہیں ہے مجھے اور جب مجھے کوئی کام نہیں ہوتا تو میں پڑھتی ہوں اور اس وقت بھی میں پڑھ رہی تھی کہ تم نازل ہو گئے۔ اگر کوئی کام ہے تو مجھے بتاؤ۔ اگر اس وقت تم مجھے پریشان کیے بغیر چلے جاؤ تو میں تمہارا شکر یہ ادا کروں گی۔"

"چلا جاؤں گا۔ صرف دو ہزار روپے۔ یہ روپے تمہارے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتے جو لیا۔ لیکن میرے لئے زندگی اور موت کا سوال ہے۔"

"اور کوئی کام ہے مجھ سے۔"

"بھلا اور کوئی بھی کام نہیں ہے تم سے۔ مگر دو ہزار روپے۔" جو لیا آگے بڑھی اور اس نے ایک طرف رکھے ہوئے برس سے دو ہزار روپے کے نوٹ نکال کر عمران کی جانب بڑھا دیے۔ عمران کا ہاتھ آگے بڑھتے ہوئے لرز رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں آنسو اگلے تھے۔ اس نے نوٹ جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

”کے دعائیں دوں۔ تم نے تو شادی بھی نہیں کی۔ ورنہ بھگ
وغیرہ کے سلسلے میں کچھ دعائیں دے دیتا۔“

”پیسے مل گئے ہیں۔“

”ہاں بہت بہت شکر یہ۔“

”جاننا پسند کرو گے۔“

”یقیناً۔ وہ۔ وہ۔ دراصل انتظار کر رہا تھا کہ کچھ چائے وغیرہ۔“

”بکو اس مت کرو اور خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤ کوئی کام ہے تو
مجھے بتاؤ۔ ورنہ اگر ایکسٹو مجھ سے اس بارے میں کوئی سوال کرے گا تو
میں اسے بھی جواب دینے سے گریز نہیں کروں گی۔“

”آخر بات کیا ہے جو لیا۔ کیا صرف دو ہزار روپے قرض دے کر تم
میرے ساتھ یہ سلوک کر رہی ہو۔“

”اور کچھ۔“

”نہیں جا رہا ہوں جو لیا۔ ویسے اتنی بے عزتی کر کے اگر یہ رقم نہ
دیتیں تب ہی اچھا تھا۔“

”جہاں وہ جہتی کہاں مر گئی۔“

”جہتی منبر۔“ عمران نے سوالیہ انداز میں کہا۔

”اب اتنے بھی گلفام نہیں ہو کہ جہتیوں کی پوری فوج ہو۔ میں
ایٹل کے بارے میں پوچھ رہی ہوں۔“

”جہاں کی تھی وہاں چلی گئی اور پھر وہ میری جہتی کیوں ہونے
لگی۔“

”گلفم تو اس سے بڑی لہک لہک کر ہوتی تھی۔“

”تم سے کبھی نہیں ہوتی جو لیا۔“ عمران نے شکایتی انداز میں کہا۔

”میری تو تم بات ہی نہ کرو۔“

”کیوں کیا تم میری جہتی نہیں ہو۔“

”ٹٹ اپ اینڈ گٹ آؤٹ۔“ جو لیا نے کہا۔

”دو ہزار روپے لئے ہیں اس لئے احکامات بھی ماننے پڑیں گے۔“
عمران بولا اور خاموشی سے اٹھ کر دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ جو لیا کو
یقین نہیں تھا کہ وہ چلا ہی جائے گا اس کے باہر نکلنے کے بعد جو لیا نے
دروازہ بند کر دیا تھا اور اس بات کی منتظر رہی تھی کہ عمران دوبارہ
دروازہ بجائے گا اور پھر اندر آجائے گا۔ اتنی آسانی سے نکلنے والی چیز نہیں
تھی وہ۔ لیکن جب کئی منٹ گزر گئے تو وہ پھرتی سے کھڑکی پر آئی۔ نیچے
سڑک پر دیکھا۔ عمران اپنی کار میں بیٹھا اسے اشارت کر رہا تھا۔ جو لیا
کی آنکھیں حیرانی سے پھیل گئی تھیں۔ کیا واقعی اسے دو ہزار روپے کی
ضرورت تھی۔

اسے اپنے خیال پر خود ہنسی آگئی۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ وہ
شاید کبھی مالی بحران کا شکار نہیں رہا۔ نجانے اس کی مالی حیثیت کیا ہے
جس پائے کا انسان ہے اس کے تحت تو ارب پتی بن سکتا ہے۔ یہ
دوسری بات ہے کہ اسے اس کا شوق نہ ہو۔ واقعی عمران کا یہ پہلو تشنہ
تھا۔ مستقبل کے بارے میں اس کا کوئی نظریہ ہے یا نہیں۔ آخر اس کی
زندگی کا مقصد کیا ہے۔ زندگی میں کبھی سنجیدہ نظر آئے تو اس سے یہ

سوال کیا جائے۔

جو لیا سوچتے سوچتے چونک پڑی۔ پھر اچانک اسے خود پر تھلا
آگئی۔ عمران کی کار کبھی کی جا چکی تھی اور وہ بلاوجہ کھڑکی پر کھڑی
کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ لیکن وہ کمبخت ایسا ہی ہے۔ نہ چاہتا
ہوئے بھی خوابوں میں گھسیٹ لاتا ہے۔ اس نے ٹھنڈی سانس
کر کھڑکی بند کر دی۔

مطلب کچھ بھی نہیں تھا۔ بس بے کاری کے اوقات میں ایسی
مرکتیں کرتا ہی رہتا تھا کوئی نئی بات نہیں تھی۔ جو لیا کے پاس سے چلا
تو سڑکوں پر آوارہ گردی کرتا رہا۔ پچھلے کافی دنوں سے گھر کا چکر نہیں
لگایا تھا۔ گاڑی کا رخ گھر کی جانب کر دیا۔ گھر میں داخل ہوتے ہوئے
بس عجیب سے احساسات ہوا کرتے تھے۔ لیکن اس وقت گھر میں کوئی
موجود نہیں تھا۔ ملازموں سے سب کی خیریت معلوم کی۔ پیغامات
دیتے اور اس کے بعد وہاں سے نکل آیا۔ پھر فلیٹ ہی کا رخ کیا تھا۔ اندر
داخل ہوا تو سلیمان نے کہا۔

”صاحب وہ ان کا فون آیا تھا وہ جہازی صاحب۔“

”کون۔“ عمران حیرت سے بولا۔

”وہی صاحب، جن کے پاس آپ نے ان انگڑے بھائی صاحب کو
بھیج دیا تھا۔“

"کیا نام لیا تو نے۔"

"جو انہوں نے بتایا تھا۔" سلیمان نے پوچھا۔

"ہاں کیا بتایا تھا۔"

"جہازی صاحب۔"

"سبحان اللہ۔ اس میں کوئی شک نہیں سلیمان کہ تو اردو کی لغت میں کافی نئے الفاظ کا اضافہ کر رہا ہے۔ ویسے میں انہیں ان کا بدلا ہوا نام ضرور سنا دوں گا۔"

"آپ کے دوست ہیں صاحب آپ جو چاہیں کریں۔"

"کیا کہا تھا انہوں نے۔"

"آپ کو پوچھ رہے تھے۔"

"کیا پوچھ رہے تھے۔"

"یہ تو یاد نہیں۔ بس یہ کہا تھا کہ جب آپ آئیں تو انہیں فون کر لیں۔"

"اور اس کے لئے تو نے اتنے الفاظ فصیح کر دیئے۔"

"فصیح کیسے ہیں میں نے یہ الفاظ۔" سلیمان ناک چرمھا کر بولا۔

"تو پھر اور کیا کیا ہے۔"

"صاحب آپ میرے سامنے جھوٹ نہ بولا کریں۔"

"کون سا جھوٹ بھائی سلیمان۔"

"ابھی تو کہہ رہے تھے آپ کہ اردو کی لغت میں نئے نئے اضافے کر

رہا ہوں اور اب میرے الفاظ نہیں سن رہے۔"

"غلطی ہو گئی تھی سلیمان۔ معاف کر دے۔" عمران نے کہا اور اس کے بعد اندر کمرے میں چلا گیا۔ ٹیلی فون اٹھایا اور پروفیسر جہازی کو فون کرنے لگا۔ چند لمحات کے بعد ادھر سے فون رسیو کر لیا گیا تھا۔

"جہازی صاحب۔ میں عمران بول رہا ہوں۔"

"اوہو عمران۔ بھئی آسکتے ہو۔"

"جی ہاں۔ میرے پاؤں بالکل سلامت ہیں۔" سلیمان نے آپ سے جھوٹ بول دیا ہوگا۔

"نہیں سلیمان نے تو کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ میرا مطلب ہے فرصت ہے۔"

"جی بالکل۔"

"ملنا چاہتا ہوں تم سے۔"

"ٹیلی فون پر مل لیجئے۔" عمران نے کہا اور جہازی صاحب ہنسنے لگے پھر بولے۔

"اچھا شرات نہیں تم آ جاؤ۔"

"ٹھیک ہے یقیناً کوئی ایسی ہی بات ہوگی۔"

"ہاں جہارے شایان شان۔ جہارے لئے باعث دلچسپی۔"

"حاضر ہو رہا ہوں۔" عمران نے کہا اور پھر مزید کسی حیاری کے بغیر باہر نکل آیا۔ جہازی صاحب بہت اچھے انسان تھے۔ عمران ان کی حرمت

بھی کرتا تھا اور قدر بھی۔ پھر بیکاری کے یہ لمحات اگر کوئی مصروفیت

ہاتھ آ جائے تو اچھی بات ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کی کار پروفیسر

جہازی کی کوٹھی میں داخل ہو رہی تھی۔ پروفیسر جہازی باہر برآمدے
 ی میں ٹہل رہے تھے۔ عمران کو دیکھ کر مسکرائے اور عمران ان کے
 قریب پہنچ گیا۔ سلام کے بعد پروفیسر جہازی اسے دوستانہ انداز میں اپنے
 ساتھ ڈرائنگ روم میں لے گئے اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔
 "آپ کے وہ پروفیسر ٹیل کہاں ہیں۔"

"شکر ہے تم نے ان کے بارے میں کوئی ایسا ویسا لفظ نہ کہا۔"
 "دل تو چاہتا ہے کہ انہیں پروفیسر دم کہہ کر پکاروں۔ مگر کیا کروں
 وہ استاد ہیں۔ ویسے وہ بد نصیب کیسا جا رہا ہے۔"
 "کون بد نصیب۔"

"ڈاکٹر بیڈلک۔" عمران بولا اور پروفیسر جہازی ہنس پڑے پھر
 بولے۔

"وہ لوگ بے شمار زبانیں جانتے ہیں ورنہ واقعی ان پر اچھے جملے کہے
 جاسکتے تھے۔"

"خیریت۔"

"نہیں خیریت نہیں ہے۔ میں پروفیسر ٹیل کو بلا لیتا ہوں ان کی
 موجودگی ہی میں گفتگو ہوگی۔" پروفیسر جہازی نے ٹیل کا ہٹن دبایا اور
 ملازم کے آنے پر اس سے کہا کہ پروفیسر ٹیل کو ڈاکٹر بیڈلک کے ساتھ
 ڈرائنگ روم میں لے آئے۔ عمران خاموشی سے صوفے پر بیٹھ کر
 پروفیسر جہازی کی صورت دیکھنے لگا تھا۔ پھر دروازہ کھلا پہلے ڈی بی ایل
 اندر داخل ہوا اور اس کے پیچھے پروفیسر ٹیل۔ لیکن عمران اور پروفیسر

جہازی دونوں ہی کے منہ کھل گئے تھے۔ وہ شدت حیرت سے منہ
 کھل کر کھڑے ہو گئے تھے۔ کیونکہ پروفیسر ٹیل اس وقت ایک شاندار
 سوٹ میں ملبوس اپنے دونوں ہاتھوں اور پیروں کے ساتھ اندر داخل
 ہوا تھا اگرچہ پروفیسر ٹیل کا نہ ہوتا تو دونوں کبھی اس بات پر یقین
 کرنے کے لئے تیار نہ ہوتے کہ وہ پروفیسر ٹیل ہے عمران بھی کھڑا ہو
 گیا اور پروفیسر جہازی بھی، پروفیسر ٹیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس کبھی کبھی شرارتیں کرنے کو دل چاہتا ہے حالانکہ میں آپ
 لوگوں کو یہ سربراہ نہیں دینا چاہتا تھا، لیکن ڈی بی ایل کا کہنا تھا کہ
 ایسے ہی غیر متوقع طور پر آپ کے سامنے جایا جائے۔" دونوں کی زبانیں
 گنگ تھیں اور وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے پروفیسر ٹیل کو دیکھ رہے تھے
 پروفیسر ٹیل بڑے پرسکون انداز میں چلتا ہوا صوفے کے قریب پہنچا اور
 پھر نہایت ہی پرامینانہ انداز میں گھٹنے موڑ کر صوفے پر بیٹھ گیا عمران
 اور پروفیسر جہازی کی بری حالت تھی، باقی سب کچھ تو اپنی جگہ تھا لیکن
 پروفیسر ٹیل جیسی شخصیت کا یہ روپ ان کے لئے ناقابل یقین تھا،
 پروفیسر ٹیل نے کہا۔

"سربراہ اپنی جگہ میں جتنا لطف لے سکتا تھا لے چکا میں تمہیں اپنے
 ہاتھ پاؤں سے آگاہ کر دوں یہ مصنوعی ہاتھ پاؤں ہیں اور میں انہیں اکثر
 استعمال کرتا رہتا ہوں، پچھلے دنوں جو کچھ میں نے تمہیں بتایا تھا سیرا
 کی وجہ سے مجھے اپنا یہ روپ بدلنا پڑا تھا۔ سیرا درحقیقت بہت چالاک
 انسان ہے وہ کہیں نہ کہیں مجھے تلاش کر لے گا اسی لئے میں نے ایسی

شکل اختیار کی کہ وہ سوچ بھی نہ سکے، ہاتھ پاؤں کٹ جانے کے بعد میں نے یہ مصنوعی ہاتھ پاؤں ڈی بی ایل کی مدد سے تیار کیئے۔ یہ بہت شاندار چیز ہے ان کی تیاری میں جو میٹرل استعمال کیا گیا ہے آپ لوگ اس پر یقین نہیں کر سکتے، پروفیسر حجازی یہ آپ کے لئے بھی ایک دلچسپ تجربہ ثابت ہوگا، بلکہ اگر کبھی وقت مل جائے تو آپ اس پر تجربہ بھی کر سکتے ہیں اس کے اندر سو فیصد مشینری فلس ہے، یہ ہاتھ اتنے طاقتور ہیں کہ گھونسار کر مضبوط دیواریں توڑ سکتے ہیں ان پنجوں کے شکنجے میں آنے والی چیز برادے کی طرح دب سکتی ہے، پیروں میں بھی اتنی ہی قوت ہے، بس ایک افسوس رہا مجھے، میں ان پیروں کے ذریعے زیادہ دوڑنے کی مشق نہیں کر سکا، مطلب یہ کہ جب سیرا کے بارے میں مجھے اس بات کا علم ہوا کہ وہ گھولے سے زیادہ تیز رفتاری سے دوڑ سکتا ہے تو یہ احساس ہوا تھا مجھے کہ ان پیروں میں اگر میں ایسی کوئی مشین لگا دیتا جو میرے اس ہلکے پھلکے وجود کو لے کر ایک اسپید لے سکتی تو یقیناً اچھا رہتا، آئندہ اگر کبھی موقع ملا تو یہ تجربہ بھی کر کے دیکھ لوں گا دیے پروفیسر حجازی اس قسم کے پاؤں اور ہاتھ کے بارے میں سوچا تھا میں نے لیکن ان پر اتنی لاگت آجاتی ہے کہ ہم انہیں آسانی سے تیار نہیں کر سکتے اور پھر بات وہی ہو جاتی ہے ایسے غریب اور نادار لوگ جو ہاتھ پیروں سے محروم ہو جاتے ہیں اس ایجاد سے انہیں فائدہ پہنچایا جاسکتا تھا، لیکن جیسا کہ میں نے تم سے کہا کہ اس کی لاگت اتنی زبردست ہے کہ ہم انہیں تیار نہیں کر سکتے۔ ہاں

ان دولت مندوں کو فائدہ ہو سکتا تھا ان سے جو اپنے اعضا کے کم ہونے پر کروڑوں روپیہ خرچ کر سکتے ہیں لیکن ان کے پاس زندگی گزارنے کا ذریعہ ہوتا ہے ان کے لئے کام کیوں کیا جاتا۔ اس لئے میں نے اپنے اس پروجیکٹ کو محدود رکھا۔ پروفیسر حجازی اس دوران منہل گیا تھا اس نے کہا۔

لیکن پروفیسر یہ پہلے تو آپ کے پاس نظر نہیں آئے اور نہ ہی آپ نے انہیں استعمال کیا۔

ہاں ڈیر حجازی۔ میں نے انہیں بک کر ادیا تھا اور اس کے بعد یہ یہاں پہنچ گئے لیکن میں نے انہیں حاصل نہیں کیا۔ صرف اسی غرض سے کہ اطمینان سے کسی وقت منگوا لوں گا۔ اب میں نے سوچا کہ عمران آرہا ہے۔ اسے ذرا سہرا بڑا دیا جائے۔

آپ ان سے ہر طرح سے کام لے سکتے ہیں پروفیسر۔
اگر کسی کو میرے بارے میں علم نہ ہو تو وہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ میرے ہاتھ پاؤں مصنوعی ہیں۔ دیے ایک چھوٹا سا تجربہ بھی مقصود تھا۔ پروفیسر ٹیل کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔
کیا بتانا پسند کریں گے آپ۔ پروفیسر حجازی بولا۔

ڈیر حجازی بڑا مان دیا ہے تم نے مجھے۔ استعا احترام کیا ہے میرا کہ میرا دل بے اختیار جہارے ساتھ رہنے کو چاہ رہا ہے۔ ورنہ ایک بے جان گوشت کے ٹوٹے، چلنے پھرنے سے محروم شخص کو کون اپنے ساتھ رکھنا پسند کرتا ہے۔ میں یہی دیکھنا چاہتا تھا کہ تم میرے وجود کو

کتنا برداشت کر سکتے ہو۔ لیکن تم نے انسانیت کی عقیدت اور محبت کی اہتہا کر دی اور میرے دل کو یہ احساس دلادیا کہ میں تمہارے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ رہ سکتا ہوں۔

”اوہ پروفیسر ٹیل شکر ہے کہ میں اپنے اس امتحان میں پورا اتر رہا۔ پروفیسر ٹیل میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے یہ عمت بخشی۔ پروفیسر ٹیل مسکراتی نگاہوں سے عمران کو دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔
”ڈیر عمران تم کچھ اجنبی اجنبی سے لگنے لگے ہو مجھے۔ کیا تمہارا یہ رویہ درست ہے۔“

”سوری سر۔ میری کس بات سے آپ کو یہ احساس ہوا۔“
”بس ذرا کم ملاقاتیں رہتی ہیں۔ ہمارے تمہارے درمیان جو رشتہ ہے اس کے تحت تو تمہیں میری خبر گیری کرتے رہنا چاہئے۔“
”اگر آپ کو یہ شکایت ہوئی ہے سر تو میں اس کے لئے آپ سے معافی چاہتا ہوں۔“

”نہیں نہیں بالکل نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے خیر۔ چھوڑو ان باتوں کو میرا خیال ہے پروفیسر مجازی اب ہم عمران سے اپنے مطلب کی بات کریں۔“

”ہاں۔ عمران کبھی رانا گڑھی گئے ہو۔ وہ پہاڑی علاقہ ہے۔ رانا بختیار والا۔“

”نہیں۔ پروفیسر آج تک اتفاق نہیں ہوا خیریت۔“

”لو۔ یہ خط پڑھ لو۔ بہت سی باتیں خود بخود صاف ہو جائیں گی۔“

پروفیسر مجازی نے وہ لفافہ نکال کر عمران کے سامنے رکھا اور عمران دلچسپی سے اس لفافے سے پرچہ نکال کر پڑھنے لگا۔ وہ پرچے میں پوری طرح محو ہو گیا اور اس نے دو تین بار یہ پرچہ پڑھا۔ پھر گہری سانس لے کر پروفیسر مجازی سے بولا۔

”اور یہ سب کچھ مذاق نہیں ہے۔“

”نہیں۔“

”آپ کو یقین ہے۔“

”ہاں۔“

”تب تو یہ واقعی ایک دلچسپ واقعہ ہے۔ لیکن تعجب کی بات ہے کہ اخبارات کو اس کی خبر نہیں ملی۔“
”مل بھی نہیں سکتی تھی۔“

”کیوں۔“

”دینے والا کون ہوتا۔“

”رانا بختیار۔“

”وہ اس نائب کا آدمی نہیں ہے۔ اب جیسا کہ اس نے لکھا ہے کہ اسے تو اس کی پوری تفصیل ہی نہیں معلوم تھی۔“

”ہوں۔ اخباری نمائندوں کو بھی پتہ نہیں چل سکا۔“

”جن لوگوں کو ان درندوں سے نقصان پہنچا ہے وہ ایک پسماندہ

بستی کے محصور لوگ ہیں۔ ان کا اخبار والوں سے کیا رابطہ۔“

”ہاں آپ سچ کہتے ہیں۔“

لیکن عمران تمہارا کیا خیال ہے۔

اس خیال کی وضاحت تو آپ کر سکتے ہیں۔ آپ دو بڑے حضرات موجود ہیں۔

ہم لوگ اس سلسلے میں بحث کر چکے ہیں۔

مجھے بتانا پسند کریں گے۔

پروفیسر ٹیل کا بھی اور میرا بھی یہی خیال ہے کہ یہ کوئی آسبی ٹرک نہیں ہے بلکہ کوئی پراسرار سائنسی عمل ہے۔

مگر بہت بڑا سائنسی عمل۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

اگر یہ درندے عام ہو جائیں تو انسانی آبادیوں کو کس قدر نقصان پہنچ سکتا ہے۔

ناقابل تلافی۔ اور عمران تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا اس سلسلے میں ہمیں کوئی کارروائی نہیں کرنی چاہئے۔

بالکل کرنی چاہئے۔ عمران نے سر ملاتے ہوئے کہا۔

کیا تم اس میں شرکت کرنا پسند کرو گے۔ اس سوال پر عمران نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا پھر آہستہ سے بولا۔

ضرور۔

تو پھر ٹھیک ہے ہم روانگی کا بندوبست کئے لیتے ہیں۔

کب تک روانہ ہو رہے ہیں۔

جب تم کہو۔ عمران ایک لمحے کے لئے خاموش رہا پھر اس نے

آہستہ سے کہا۔

میرا خیال ہے میں اپنے ساتھ صرف جوزف کو لے جاؤں گا۔ باقی معاملات دیکھیں گے۔

جیسا تم پسند کرو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

ٹھیک ہے۔ پھر میں آپ کے پروگرام کا انتظار کروں گا۔

نہیں پروگرام کا کوئی مسئلہ نہیں ہے تم جب چلنا پسند کرو۔

تو پھر کل شام کا وقت متعین کر لیا جاتا ہے۔

ٹھیک ہے۔ پروفیسر حجازی نے جواب دیا۔ عمران تھوڑی دیر

تک خاموشی سے بیٹھا کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔

واقعی بہت دلچسپ۔ بہت سنسنی خیز۔ لیکن کیا میں یہ خط لے جا

سکتا ہوں۔ آپ کی امانت ہے آپ کو واپس مل جائے گا۔

ضرور تم رکھ لو۔ میں جانتا ہوں کہ تم اس پر غور کرو گے۔

جی۔ عمران نے جواب دیا۔

اوکے تم اسے لے جاؤ۔

عمران کھڑا ہوا۔ پروفیسر حجازی سے ہاتھ ملا کر اس نے پروفیسر ٹیل

سے ہاتھ ملایا تو اسے بڑا عجیب سا محسوس ہوا۔ لیکن پروفیسر ٹیل کا ہاتھ

ہاتھ میں لے کر ذرہ برابر یہ احساس نہیں ہو رہا تھا کہ یہ کوئی مصنوعی

ہاتھ ہے۔ اپنے استاد پروفیسر ٹیل کے بارے میں وہ اچھی طرح جانتا

تھا۔ اس دوران اس نے ایٹل یا ڈی بی ایل سے کوئی گھنگو نہیں کی

تھی اور پھر یہ لوگ اسے چھوڑنے آئے تھے۔

ایشل نے کئی بار عمران کا چہرہ دیکھا۔ لیکن وہ اس کی جانب متوجہ
 نہیں ہوا۔ ایشل کے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی
 تھی۔

”کیا کہتے ہیں اٹکل اس شخص کے بارے میں“۔ ایشل نے ڈی بی
 ایل سے کہا۔
 ”کس شخص کے بارے میں“۔ ڈی بی ایل چونک کر بولا۔
 ”میں اسی کی بات کر رہی ہوں۔“
 ”عمران کی۔“
 ”ہاں۔“

”بے بی۔ یہ دنیا کا شاطر ترین آدمی ہے۔ دیکھو عقلمند بن کر تو ہر
 شخص دو سروں پر رعب جما لیا کرتا ہے۔ لیکن جو اپنے آپ کو بیوقوف
 ظاہر کرے کچھ لو اس کے اندر بے پناہ صلاحیتیں چھپی ہوئی ہیں۔
 بیوقوف بن کر کام نکالنا دنیا کا سب سے مشکل کام ہے۔“
 ”اور اس کا لے آدمی کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔“
 ”بے حد سخت مزاج اور طاقتور آدمی ہے۔ افریقی ہے اور اس کی

آنکھوں میں عمران کے لئے جو تاثرات نظر آتے ہیں تم انہیں ناقابل یقین کہہ سکتی ہو۔
کیا مطلب۔

وہ اگر ہزار زندگیاں بھی پالے تو عمران پر ہنچاؤ کر سکتا ہے۔
حد و قیاس شخص ہے وہ۔
ہے کتنا شاندار۔

شاندار تو عمران بھی ہے۔ تم اس کے بارے میں کیا کہتی ہو۔
ہو نہ۔ ایشل نے ناک چرمھا کر کہا اور ڈی بی ایل ہنسنے لگا ہوا۔

نہیں بے بی پلیر ایسا مت کرنا۔
کیا انکل۔

یوں لگتا ہے کہ کسی جگہ جہار اذہن اس سے متاثر ہوا ہے اور تمہیں اس کی جانب سے پذیرائی نہیں ملی اور یہ کیفیت بڑی غراب ہوتی ہے۔

ایشل نے دوسری جانب رخ بدل لیا۔ اس سے زیادہ ڈی بی ایل کے بارے میں اور کون جان سکتا تھا۔ ڈی بی ایل جادوگر تھا۔ ذہنوں کو اس طرح پڑھ لیا کرتا تھا کہ کوئی تصور بھی نہ کر سکے۔ جو کچھ کسی انسان کے ذہن میں ہو وہ ڈی بی ایل کی زبان پر ہوتا تھا قیافہ شبابی اور فیس ریڈنگ ڈی بی ایل کے محبوب مشغلے تھے اور اس بات کا اعتراف پروفیسر میل بھی کرتا تھا کہ ڈی بی ایل قیافے کا جادوگر ہے۔ بہر حال

اس سے جھوٹ بولنا بھی ممکن نہیں تھا اس لئے وہ بات ہی گول کر گئی یہ لوگ رانا گڑھی جا رہے تھے۔ تمام معاملات طے ہو چکے تھے۔ عمران نے سلطان سے ملاقات کر کے انہیں تھوڑی سی تفصیل بتائی تھی اور سلطان بھی سنجیدہ ہو گئے تھے۔ عمران سے چند سوالات کئے تھے انہیں نے مثلاً انہوں نے پوچھا تھا۔

جہار اقرع کرنے کا موڈ ہے عمران۔

گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں آپ سے غلط بیانی کر کے رانا گڑھی جا رہا ہوں۔

اگر تم بغیر اطلاع کے بھی چلے جاتے تو ظاہر ہے میری تم پر اجازت داری نہیں ہے۔ لیکن جہاری شرارت بھری فطرت سے میں واقف ہوں اور اسی بنیاد پر یہ بات کہہ رہا تھا۔

نہیں۔ جو کچھ میں نے آپ کو بتایا ہے وہ بالکل سنجیدہ بات ہے۔ یہ اطلاع مجھے رانا گڑھی کے رانا بختیار کے ذریعے موصول ہوئی ہے اور بالکل سچ ہے۔

تب تو یہ ایک سنگین مسئلہ بھی بن سکتا ہے۔ تم ضرور وہاں جا کر دیکھو کیا قصہ ہے۔

پھر عمران نے بلیک زبرد کو تمام تفصیلات بتاتے ہوئے اسے کچھ خاص ہدایات دی تھیں اور بلیک زبرد نے یہ ہدایات نوٹ کر لی تھیں۔ تب پروفیسر جہادی، پروفیسر میل، ڈی بی ایل اور ایشل۔ عمران اور جو زف کے ساتھ چل پڑے تھے۔ جو زف کو عمران نے خاص

طور سے اپنے ساتھ لیا تھا۔ بہت دن سے جوزف کو کسی مسئلے میں اپنے ساتھ شریک نہیں کر سکا تھا اور جوزف نے اس سے شکایت بھی کی تھی پھر یہ ایک منفرد نوعیت کا معاملہ تھا اور عمران اس سلسلے میں فوری طور پر سیکرٹ سروس کی ٹیم کو استعمال نہیں کر رہا تھا اس لئے جوزف ہی کو اس نے ساتھ لے جانا بہتر سمجھا تھا۔ رانا بختیار کے بارے میں اسے کوئی خاص تفصیلات نہیں معلوم تھیں۔ لیکن اس نے مجازی سے درخواست کی تھی کہ بس اسے اپنا دم چھلا ہی کہیں اور اس کے بارے میں کوئی خاص بات ان لوگوں کو نہ بتائیں۔ پروفیسر مجازی عمران کی فطرت کو اچھی طرح جانتا تھا۔ یہاں سے اس نے رانا بختیار کو ٹیلی گرام کر دیا تھا اور کہا تھا کہ وہ لوگ بذریعہ ٹرین آرہے ہیں۔ کیونکہ رانا گڑھی کے آس پاس کوئی ایسا شہر نہیں تھا جہاں ایئر پورٹ ہوتا۔ اس لئے ٹرین ہی کا سفر اختیار کرنا پڑا تھا۔ رانا گڑھی باقاعدہ اسٹیشن تھا اور ٹرین یہاں کچھ دیر رکتی تھی۔ پھر ایئر کنڈیشنڈ کوپے میں یہ ویلپ سفر گزرا۔ عمران نے راستے میں کوئی ایسا عمل نہیں کیا جو قابل ذکر ہوتا۔ لیکن اس نے اپنی فطرت کے مطابق اپنے ساتھ اپنی پسند کے لباس بھی رکھے تھے اور اپنی شخصیت کو بھی مد نگاہ رکھا تھا ایشل سے وہ اس طرح بے تعلق ہو گیا تھا جیسے کبھی شاسانی ہی نہ رہی ہو۔ ایشل بھی خود دار لڑکی تھی۔ بے شک عمران اسے ابتدا میں بے حد پسند آیا تھا۔ لیکن اس کی غیر متوازن فطرت اور غیر متوازن گفتگو نے ایشل کو اس سے برگشتہ کر دیا تھا اور اسے خود عمران کو منہ

نہیں لگا رہی تھی۔ عمران خود بھی اس سفر کے دوران کسی قسم کی تفریح نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ وہ ان درندوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ جتنی تفصیل اسے اس خط سے معلوم ہوئی تھی اس سے تو یہی اندازہ ہوتا تھا کہ یہ کوئی ساتھی حربہ ہے۔ بہر حال انسانی زندگیوں کو اس طرح بے دریغ ختم کر دینے والا کسی رعایت کا مستحق نہیں ہو سکتا اور اس کے خلاف موثر کارروائی کرنا ضروری ہے۔

پھر ایک طویل سفر طے کرنے کے بعد ٹرین رانا گڑھی کے اسٹیشن پر ٹھہر گئی۔ اس اسٹیشن پر قدم رکھتے ہی آنکھیں کھل گئی تھیں۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے یہاں رنگینیوں نے حملہ کر دیا ہو۔ چاروں طرف بھول ہی بھول کھلے ہوئے تھے۔ گوان کی ترتیب سلیقے سے نہیں کی گئی تھی اور یہ اپنی مدد آپ کے تحت یہاں نمودار ہو گئے تھے۔ لیکن اس قدر تھے کہ یقین نہیں آتا تھا۔ موسم بھی ابر آلود تھا اور رانا گڑھی کے بارے میں یہ کہا جاتا تھا کہ سال کے دس مہینے یہاں بادل چھائے رہتے ہیں۔ باقی دو مہینے اس حساب میں بھی گئے جاسکتے ہیں کہ کبھی کبھی سورج بھی نکل آتا تھا۔ بہر حال پہلی ہی نگاہ میں یہاں آنے کے بعد دل خوش ہو جاتا تھا۔ ایشل کے چہرے پر بھی ایک مسکراہٹ سی پھیل گئی تھی اور اس نے ڈی بی ایل ہی سے کہا تھا۔

”واقعی حسین جگہ ہے۔ موسم کے لحاظ سے بھی اور مناظر کے لحاظ سے بھی۔“ لیکن پھر اس حسین جگہ کچھ اور بھول اچانک کھلے لڑکے اور لڑکیوں کا ایک غول تھا۔ رنگین لباسوں میں ملبوس۔ خوبصورت اور

اسمارٹ اور ان کے ساتھ دو عمر رسیدہ آدمی بھی تھے۔ پروفیسر حجازی دونوں ہاتھ پھیلا کر آگے بڑھا۔

”اوہ رانا، اختیار۔ میری جان میرے دوست۔ تم تو پہلے سے زیادہ اچھی صحت کے مالک ہو گئے ہو۔“ رانا، اختیار بھی پروفیسر حجازی سے بے تکلف ہو گیا تھا۔ پھر اس نے راؤ غصنف کا تعارف کرایا اور راؤ غصنف نے بھی پروفیسر حجازی سے مصافحہ کیا تھا۔ اس کے بعد پروفیسر حجازی نے پروفیسر میل کا تعارف کرایا۔ ڈی بی ایل اور ایشل کے بارے میں مختصر الفاظ میں تفصیل بتائی اور اس کے بعد عمران کی طرف رخ کر کے بولا۔

”یہ علی عمران ہیں۔ میرے بہت اچھے دوست۔ رانا گڑھی آنا چاہتے تھے۔ کیونکہ یہاں کی جہت سی تعریفیں کر دی تھیں میں نے ان سے۔ اب یہ اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ یہاں آئے ہیں۔“

”باڈی گارڈ۔“ رانا، اختیار نے اس شاندار باڈی گارڈ کو دیکھا جو مستعد کھڑا ہوا تھا اور اس شاندار لگ رہا تھا کہ رانا، اختیار کی آنکھوں میں تحسین کے جذبات ابھر آئے۔ راؤ غصنف نے کہا۔

”یہ تو افریقی معلوم ہوتا ہے۔“

”جی ہاں۔“

”تو کیا علی عمران کوئی بہت بڑی شخصیت ہیں۔“

”اس میں کوئی شک نہیں ہے۔“

”خیر تفصیلی تعارف بعد میں ہو جائے گا ہم سب استقبال کے لئے

لئے ہیں۔ ان لڑکے لڑکیوں سے اگر تمہارا تعارف کرانے پر قتل جاؤں تو کافی وقت اسٹیشن پر ہی صرف ہو جائے گا۔ میرا خیال ہے کوئی چل کر ان سب کے نمبر تمہیں بتا دوں گا۔ ان میں زیادہ تر میری اولادیں ہیں اور یہ دو لڑکیاں اور ایک پہلوان راؤ غصنف کی بیٹیاں اور داماد۔

”جواب ملیں۔“

”تم سب لوگ استقبال کرنے چلے آئے۔“

”راؤ غصنف کے بارے میں لکھ چکا ہوں کہ انگلینڈ سے آئے ہیں اور یہاں کی ہر دلچسپی میں بڑی محبت سے حصہ لے رہے ہیں تم لوگوں کے بارے میں بتا دیا تھا میں نے انہیں بس بچے بھی چلے آئے۔“ عمران احمقوں کی طرح گردن جھکائے اسٹیشن سے باہر نکل آیا تھا۔ لڑکے اور لڑکیاں دلچسپی سے اسے دیکھ رہے تھے ایشل اور پروفیسر ڈی بی ایل بھی ان کی توجہ کا مرکز تھے۔ ڈی بی ایل کی فطرت ابھرا آتی تھی اور وہ کچھ اس طرح ہونق نظر آ رہا تھا جیسے سوچ رہا ہو کہ اتنی ساری لڑکیاں اور وہ بھی خوبصورت۔ اس کے مزاج کے بارے میں کچھ باتیں عمران کو پتہ چل گئی تھیں۔ لیکن اتنی تفصیل سے بھی نہیں۔ مگر اب ڈی بی ایل کی اصل شخصیت کھل رہی تھی۔ لڑکوں کی جانب تو اس نے توجہ ہی نہیں دی تھی مگر باقی سب کچھ بھول گیا تھا۔ پھر باہر کھڑی ہوئی گاڑیوں میں لوگ سوار ہونے لگے۔ ایک گاڑی کی ڈرائیونگ ایک لڑکی نے سنبھال لی تھی اور باقی دس بارہ لڑکیاں اس میں بیٹھ گئی تھیں۔ ڈی بی ایل اسی گاڑی کی جانب پکا پکائی پھر اچانک کسی نے اسے پیچھے سے

کھینچ لیا اور ڈی بی ایل پاؤں مار کر رہ گیا اس دوران گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی تھی۔ ڈی بی ایل نے جھپٹے ہوئے انداز میں پلٹ کر پیچھے دیکھا اور پھر حیران رہ گیا قمیض اس طرح کھینچی تھی کہ کالر غراب ہو گیا تھا۔ لیکن پیچھے سے قمیض کھینچنے والا کوئی بھی نظر نہیں آیا تھا۔ بہر حال وہ سنبھل گیا۔ نجانے کیا ہوا تھا۔ ایٹل کو بھی یہ پتہ نہیں چل سکا تھا کہ عمران نے کب لڑکیوں کی گاڑی کی جانب دوڑتے ہوئے ڈی بی ایل کو پیچھے سے کھینچ لیا تھا۔ عمران اسے پوری قوت سے کھینچ کر اس طرح اس کے عقب سے ہٹ گیا تھا کہ ڈی بی ایل کو احساس بھی نہ ہو سکا۔ کچھ در کے بعد تمام گاڑیاں انہیں لے کر رانا گڑھی کی خوبصورت حویلی کی جانب چل پڑیں۔ لڑکیاں آنے والے مہمانوں پر تبصرہ کر رہی تھیں اور تبصرے کا مرکز عمران ہی تھا۔ رانا بختیار کی ایک لڑکی عامرہ نے کہا۔

"عمران کون ہے آخر۔ تم نے اس کے ساتھ ایک سیاہ فام کو دیکھا۔ کیا شاندار شخصیت کا مالک ہے۔ پتہ نہیں کون ہے وہ۔ تعارف نہیں ہو سکا۔"

"میں تم سے خود بھی کہنا چاہتی تھی عامرہ۔ یہ آدمی عجیب سا نہیں لگتا۔ شینا کہنے لگی۔

"وہیے اس کے چہرے کے نقوش بے حد دلکش ہیں۔ ایسے رنگ و روپ کے نوجوان کم ہی نظر آتے ہیں اور پھر مشرقی حسن اس کے چہرے پر کس طرح بکھرا ہوا ہے۔ اتنا تروتازہ نوجوان واقعی میں نے

اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا۔" ماریہ کہنے لگی۔
 "اے محترمہ ماریہ۔ کیوں اس بے چارے کی زندگی کی گاہک بن رہی ہو۔ وہ تو درحقیقت نرم و نازک پھول کی مانند ہے اگر شہزور علی صاحب کو آپ کے ان ریمارکس کا علم ہو گیا تو وہ تو خاموشی سے اس کی گردن مروڑ کر پھینک دیں گے۔" ندیمہ کہنے لگی۔

"نہیں جناب شہزور علی اس قسم کے آدمی نہیں ہیں ہم دونوں ایک دوسرے پر بے حد اعتماد کرتے ہیں اگر آپ مجھے اس کے ساتھ تنہا بھی چھوڑ دیں اور شہزور علی آجائیں تو بھول کر بھی نہیں سوچیں گے کہ کوئی ایسی ویسی بات ہے۔"

"لیکن ہم آپ کو اس کے ساتھ تنہا چھوڑیں گے ہی کیوں۔" رابعہ نے کہا اور سب ہنس پڑے۔

"میں محسوس کر رہی ہوں کہ وہ لڑکیوں کی نگاہوں کا مرکز بن گیا ہے۔" ماریہ بولی۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ بڑا خواہوں میں جٹلا کر دینے والا بہرہ ہے۔"

"لیکن یہ حضرت ہیں کون۔"

"بس ہمارے والد صاحب قبلہ نے کہیں سے انہیں امپورٹ کیا ہے غالباً اسی سلسلے میں۔ وہیے اٹکل مجازی کو تو میں جانتی ہوں۔ یہ سائنٹسٹ ہیں اور بڑی نامی گرامی شخصیت کے مالک ہیں۔ مگر اخیال یہ ہے کہ ان آسبی درندوں کے سلسلے میں ان لوگوں کو بلایا گیا ہے۔"

”یہ ان کا کیا کہیں گے۔“

”شکار۔ عامرہ بولی۔“

”اتنے خوفناک لوگ تو نظر نہیں آتے اور وہ لمبی سی شے کیا ہے کچھ عجیب سی شخصیت نہیں ہے اس کی۔“

”کوئی لمبی سی شے۔“

”وہ جو غیر ملکی جوڑے میں ہے۔“

”پتہ نہیں اب تعارف ہوگا۔ ویسے لڑکی بہت خوبصورت ہے ان کے ساتھ وہ بھی فارغ رہی ہے۔“

”ہاں۔ انہی غیر ملکیوں کی ساتھی معلوم ہوتی ہے۔“

”بھئی آج کل تو بقول شخصے یہ کہنا چاہئے کہ ہمارے گھر پر آمد بہار ہوئی ہے۔ کتنے نئے لوگوں سے تعارف ہو گیا۔ مگر یہ جناب علی عمران صاحب خیر دیکھیں گے انہیں بھی۔“ لڑکیاں اسی کے بارے میں باتیں کرتی رہیں۔

ادھر ایشل ان لڑکیوں کو دیکھ کر ڈی بی ایل سے کہہ رہی تھی۔

”اٹکل۔ ایک بات کہوں آپ سے۔“

”کہو۔“ ڈی بی ایل رونے سے انداز میں بولا۔

”کیوں خیریت کیا بات ہے آپ کا منہ کیوں سو جھ رہا ہے۔“

”پہلے مجھے یہ بتاؤ مجھے پکڑ کر کھینچا کس نے تھا۔“

”کب۔ کہاں۔“

”میری قسطنطنیہ دیکھو پچھلے۔ پتلون سے باہر نکل پڑی ہے۔ کسی

نے بہت زور سے کھینچا تھا مجھے۔“

”مگر کب اٹکل۔“

”جب میں ان لڑکیوں کی جانب بڑھ رہا تھا۔“

”خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم۔“

”بہت زور سے کھینچا تھا کسی نے۔ پتہ چل جائے ٹھیک کر دوں گا۔“

”مگر کس نے اٹکل۔“

”کہہ تو رہا ہوں پتہ نہیں ہے۔“

”خیر وہ تو ایک الگ بات ہے۔ ہو سکتا ہے ایسا کوئی واقعہ آپ کے ساتھ ہو گیا ہو لیکن ایک بات میں آپ کو بتا دوں۔“

”مجھے پتہ ہے آپ مجھے کیا بات بتانا چاہتی ہیں۔“

”ذرا بتائیے کیا پتہ ہے آپ کو۔“

”یہی کہ ان لڑکیوں میں گھلنے ملنے کی کوشش نہ کروں۔ یہ مشرق

ہے یہاں کے لوگ اقدار کے قائل ہوتے ہیں۔ کوئی ایسی ویسی بات

ہو گئی تو سب کو شرمندہ ہونا پڑے گا۔ یہی ناں یا کچھ اور۔“

”سو فیصد یہی۔ سو فیصد یہی۔“

”پاگل سمجھتے ہو تم لوگ مجھے۔“

”بالکل نہیں۔ لیکن ذرا یہ تو فرما دیجئے آپ کہ اگر آپ ہوشمند ہیں

تو ان لڑکیوں کی جانب کیوں دوڑ رہے تھے۔“

”ارے بھئی مجھے بھی کسی گاڑی میں بیٹھنا تھا کہ نہیں۔“

"جی جی ضرور بیٹھنا تھا اور آپ بیٹھے ہوئے ہیں۔"
 "اگر میں ان لڑکیوں کے ساتھ بیٹھ جاتا تو کیا ہوتا۔"
 "کچھ نہیں ہوتا انکل آپ زخمی ہو جاتے۔"
 "کیسے۔"

"وہ آپ کو اٹھا کر جیپ سے نیچے پھینک دیتیں۔" ایشل نے کہا۔
 "ہو نہ۔ جیپ سے نیچے پھینک دیتیں۔ چیلنج کر رہا ہوں تم سب
 کو کل تک اگر وہ سب میرے گرد جمع نہ ہو جائیں تو میرا نام ڈاکٹر بینڈ
 لک نہیں ہے۔"

"میں آپ کو ہوشیار کیسے دے رہی ہوں انکل، تھوڑا سا اندازہ میں
 نے جہاں کے بارے میں لگایا ہے ویسے بھی یہ دولت مند اور رئیس
 قسم کے لوگ ہیں۔ آپ نے بھی ایسا اندازہ لگایا ہو گا چنانچہ ہوشیار رہنا
 بہتر ہے۔" ڈی بی ایل نے کوئی جواب نہیں دیا کچھ دیر کے بعد جیپیں
 شاندار حویلی میں داخل ہو گئی تھیں اور پروفیسر ٹیل رشک بھری
 نگاہوں سے اس حویلی کو دیکھ رہا تھا اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیا بات ہے۔ واقعی رئیس لوگ ہیں یہ۔" یہ الفاظ اس نے اتنے
 آہستہ سے کہے تھے کہ کوئی سن نہیں سکا تھا مہمانوں کے قیام کے لئے
 شاندار بندوبست کیا گیا تھا جو ذرا ایسے موقعوں پر بڑی شان دکھاتا تھا
 اس کے ہوسٹروں میں پستول لٹکے ہوئے تھے اور جس کمرے میں
 عمران کا قیام تھا وہ اس کے دروازے پر کسی سنگی ستون کی مانند جم کر
 کھڑا ہو گیا تھا بڑا اثر پڑا تھا تمام لوگوں پر خود رانا، بختیار مسٹر نظر آ رہا تھا

راؤ فہم نے اس سے کہا۔
 "یہ کوئی بہت اہم شخصیت معلوم ہوتی ہے۔"
 "جو لوگ جہاں آئے ہیں وہ کم اہمیت کے حامل نہیں ہیں راؤ۔"
 "بہر حال شخصیت بے حد شاندار ہے اس کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔"
 "مران سب ہی کے لئے موضوع بن گیا تھا اور ایشل عجیب سی کیفیت کا
 شکار تھی وہ خود بھی محسوس کر رہی تھی کہ کبھت نے عجیب روپ دھارا
 ہے ویسے اس کی معصوم صورت کی تو وہ خود بھی دل سے قائل ہو گئی
 تھی اگر اسے سیرا کے خلاف باعمل نہ دیکھ لیتی تو یہی سمجھتی کہ وہ ایک
 نرم و نازک اور تصوراتی انسان ہے لیکن اب اسے بخوبی اندازہ ہو گیا
 تھا کہ وہ اوپر سے جو کچھ نظر آتا ہے اندر سے اس سے بالکل مختلف ہے۔
 "بہر حال شام کی چائے پر نشست جی لڑکیاں تھیں کہ اسے دیکھنے کے
 لئے بے چین تھیں ادھر پروفیسر ٹیل اور پروفیسر حجازی ڈی بی ایل کے
 ساتھ کوٹھی کے لان پر پہنچ چکے تھے اور ادھر لڑکیوں نے اپنا الگ ڈیرہ
 ہمار کھا تھا۔" راؤ غصتفر ہو چھ ہی بیٹھا۔
 "علی عمران صاحب نہیں آئے۔ کیا وہ ایسے معاملات سے الگ
 رہتے ہیں۔"

"نہیں آتے ہوں گے۔"
 "ویسے پروفیسر حجازی شخصیت بڑی دلکش ہے کوئی بہت دولت مند
 انسان معلوم ہوتا ہے۔"
 "وہ بہت کچھ ہے رانا، بختیار۔ ذرا بعد میں ہی چہیں اس کے بارے

میں تفصیل بتاؤں گا کافی الحال مجھے وہ داستان پھر سے سناؤ جو تم نے خط میں لکھ کر بھیجی تھی بڑی عجیب کہانی تھی۔

”ہاں۔“ رانا بختیار نے گہری سانس لے کر کہا۔ اسی وقت لڑکیوں میں کچھ تحریک ہوئی انہوں نے دور سے اسے آتے ہوئے دیکھ لیا تھا جو زف اس کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا اور عمران بڑی خوبصورت چال چلتا ہوا ادھر آ رہا تھا۔ شینا، عامرہ، ندریمہ، غزل سب کی سب مبہوت ہو گئی تھیں۔ اس نے نہایت خوبصورت لباس پہنا ہوا تھا اور اس کی نفاست قابل دید تھی جو زف فوجیوں کے سے انداز میں اس سے چار قدم پیچھے چل رہا تھا۔ عامرہ نے کہا۔

”یہ جہاں بھی جاتا ہوگا تھلکہ مچا دیتا ہوگا۔“ سچ نہیں اس کی کہانیاں اخبارات تک کیوں نہیں آئیں۔

”یہ تو ہماری ملکیت ہونا چاہئے۔“ سچ نہیں ان لوگوں میں کہاں سے جا گھسا۔ ندریمہ جو ذرا کچھ زیادہ منہ پھٹ تھی کہنے لگی۔

”آپ کی ملکیت۔“ فضیلہ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”اے۔ اے۔ اے تو خاموش رہ۔“ دیکھ لیاقت بھائی تیری جانب کڑی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ نوجوان بھی اس پاس موجود تھے ان میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو رانا بختیار کے قریب کے رشتے دار تھے جہاں ان کا اجتماع تھا اور اچھی خاصی تعداد جمع ہو گئی تھی نوجوان کچھ لڑکیوں کے لئے اپنے ذہنوں میں تصورات بھی رکھتے تھے اور ہلکا ہلکا سا منظر نامہ ذہنوں میں موجود تھا چنانچہ عمران کی شخصیت کے سامنے

سب کی نگاہیں پڑ گئے تھے عمران اس جانب بڑھ گیا جدھر راؤ وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے اور پھر وہ ان کے درمیان جا کر بیٹھ گیا جو زف کافی فاصلہ دے کر ایک جگہ مستعد ہو کر کھڑا ہو گیا تھا۔ سب نے عمران کا غیر انتہائی طور پر خیر مقدم کیا تھا اور عمران شکر یہ ادا کر کے بیٹھ گیا تھا۔

”ہماری آمد مداخلت تو نہیں ہے۔ آپ لوگ خاموش ہو گئے۔“

”نہیں عمران صاحب اصل میں ہمیں یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ آپ کون حالات کی تفصیل بتا دی گئی ہے یا نہیں۔“

”نہیں۔“ پروفیسر صاحب نے ہمیں خاص طور سے اس بارے میں اطلاع بھی دی ہے اور دعوت بھی اصل میں ہم بھی سائنس کے سٹوڈنٹ ہیں اور خصوصاً ہماری نظر ان واقعات پر رہتی ہے۔“

”میں آپ کو بتاؤں رانا صاحب عمران کی تعلیم کیا ہے۔“ پروفیسر مجازی نے کہا۔

”ماشاء اللہ خاصے تعلیم یافتہ معلوم ہوتے ہیں۔“

”پی ایچ ڈی کیا ہے انہوں نے آکسفورڈ یورسٹی سے۔“ مجازی نے کہا اور رانا بختیار اور راؤ غصتفر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

”کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہمیں موضوع بنانے کے بجائے آپ لوگ اصل موضوع پر گفتگو کریں۔ ہم تو اس بات پر شرمندہ تھے کہ آپ سے پیچھے رہ گئے اور کہیں سلسلہ گفتگو شروع نہ ہو چکا ہو۔ براہ کرم کام کی باتیں کیجئے گا۔“

”کیوں نہیں کیوں نہیں۔“ پروفیسر مجازی نے کہا اور پھر رانا بختیار

کی جانب متوجہ ہو گیا۔

”ہاں رانا صاحب کیا صورتحال ہے؟“ رانا بختیار نے ساری تفصیل بیان کر دی عمران بھی خاموشی سے سن رہا تھا سب لوگ حیران نظر آنے لگے پروفیسر حجازی نے پروفیسر ٹیل کی جانب دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

”اندازہ یہی ہوتا ہے کہ یہ پورا سائنسی کھیل ہے۔“

”یقیناً۔ ایسا ہی کوئی مسئلہ ہے اور اس کا تجزیہ کیا جاسکتا ہے لیکن تعجب کی بات ہے ابھی تک اس کی زیادہ پبلسٹی نہیں ہو سکی۔“ وہی صورتحال ہے مجھے خود واقعات بہت بعد میں معلوم ہوئے۔“ رانا بختیار نے کہا۔

”بہر حال بڑا سنگین معاملہ ہے لیکن رانا صاحب آپ کا سرہاؤس یہاں سے کتنے فاصلے پر ہے۔“

”فاصلہ تو کافی ہے ہم لوگ سب وہیں تھے یوں سمجھ لیں بس آپ لوگوں کے استقبال کے لئے سرہاؤس سے واپس آگئے ہیں۔“

”اس صورتحال کو سرہاؤس ہی سے دیکھا جاسکتا ہے۔“

”بیشک۔“ راؤ غصتفر نے کہا۔

”تو پھر کب روانگی ہوگی وہاں؟“

”میرا خیال ہے کل صبح چلتے ہیں۔ رات کا سفر سنگین ہو گیا ہے۔“

”ویسے ایک بات عرض کروں آپ سے۔“

”جی فرمائیے۔“ راؤ غصتفر نے کہا۔

”یہ بچے اس بات پر آمادہ نہیں ہیں کہ سرہاؤس چھوڑا جائے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اطراف کے علاقے بہت حسین ہیں اور خصوصاً راؤ غصتفر کو میں نے اسی سیر و سیاحت کے لئے مدعو کیا تھا۔“

”تو کیا حرج ہے۔ بس ذرا احتیاط کر لی جائے گی بلکہ بہتر ہے کہ انداز بس سیر و سیاحت ہی کا سار ہے اور کسی کو کوئی شبہ نہ ہونے پائے۔“

”ہاں۔ کیا حرج ہے۔“ عمران نے اچانک ہی کہا اور سب اس کی جانب دیکھنے لگے۔ پروفیسر حجازی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی اسے اندازہ تھا کہ عمران ان معاملات سے بے تعلق نہیں ہے وہ اپنے طور پر تمام معاملات میں شریک ہے اور اس نے خود ہی درخواست کی تھی کہ اس کی شخصیت کو کسی بھی شکل میں نمایاں نہ کیا جائے چنانچہ نہ صرف پروفیسر حجازی بلکہ پروفیسر ٹیل وغیرہ بھی عمران کو نظر انداز کر رہے تھے پھر یہ بات طے ہو گئی کہ کل صبح سرہاؤس روانہ ہو جایا جائے گا اور ضروری گفتگو ختم ہو گئی بس ان واقعات پر تبصرہ آرائی ہو رہی تھی اور لڑکیوں نے کاند پھوسیاں کیں اور پھر یہ بات طے ہوئی کہ عمران کو اور گھسیٹا جائے اس کے لئے جناب شہزور علی کی خدمات حاصل کی گئی تھیں کیوں کہ ان کی شخصیت ذرا الگ نوعیت کی حامل تھی۔ شہزور صاحب کو چرما دیا گیا اور وہ ان لوگوں کے پاس پہنچ گئے۔“

”ایکسی روزی۔ آپ سے کچھ گفتگو کرنے کی خواہش ہے کیا آپ

ہمیں کچھ وقت مرحمت فرمائیں گے۔

”جی ہاں کیوں نہیں؟“ عمران نے کہا اور ان لوگوں کی جانب دیکھ کر اپنی جگہ سے اٹھ گیا رانا بختیار مسکرا کر بولا۔

”میں جانتا ہوں بچوں کے دلوں میں کھلی چلی ہوئی ہوگی اور عمران صاحب سے مکمل تعارف کے خواہشمند ہوں گے عمران صاحب اگر آپ بہتر محسوس کریں تو ان لوگوں کا ساتھ رکھیں ہمیں جب بھی آپ کی ضرورت ہوگی آپ کو زحمت دیں گے۔“ عمران اپنی جگہ سے اٹھ کر آگے بڑھ گیا تو رانا بختیار نے کہا۔

”بھئی اس شخص کی شخصیت نے ہم سب کو بڑا متاثر کیا ہے۔ لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آیا بہر حال مہمان ہے ہم اس کو عزت کا مقام دیتے ہیں۔“

”اس کی شخصیت بے مقصد نہیں ہے۔“ پروفیسر جہازی نے کہا۔

”اس کا تو مجھے یقین ہے۔“ رانا بختیار گہری سانس لے کر بولا۔

عمران نے تپتے قدم اٹھاتا ہوا ان لوگوں کے قریب پہنچ گیا۔ جوزف نے بھی اپنی جگہ چھوڑ دی تھی۔ لیکن یہاں اس نے کافی فاصلہ برقرار رکھا تھا اور پھر اپنی جگہ پتھر کے بت کی مانند جم گیا تھا۔ لڑکوں اور لڑکیوں نے تجسس بھری نظروں سے جوزف کو دیکھا اس کے بارے میں زرب کچھ کہا بھی لیکن عمران چونکہ قریب پہنچ گیا تھا اس لئے سب خاموش ہو گئے۔ عمران کا پرچپاک خیر مقدم کیا گیا تھا۔

”تشریف رکھیے جناب۔ آپ سے تو مکمل تعارف ہو ہی نہیں سکا۔ اصل میں ہم نے یہ سوچا کہ آپ ان بزرگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے ہو رہے ہوں گے۔ چنانچہ ہم نے آپ کو یہاں بلا لیا۔ براہ کرم تشریف رکھیے۔“ عمران شکر یہ ادا کر کے بیٹھ گیا اس کے چہرے پر شرم کے آثار نظر آرہے تھے اور یہ تو اس کا فن تھا کہ جب چاہے دوسروں کو متاثر کر لے۔ اس کے چہرے پر پھیلی ہوئی شرم کی سرفخی نے لڑکیوں

کو خاص طور سے متاثر کیا تھا اور وہ اسے عجیب عجیب نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔ نوجوانوں کے چہروں پر مسکراہٹ تھی۔ کیونکہ عمران کے اندر اس وقت ایک نسوانیت سی پیدا ہو گئی تھی۔

آپ کے نام کا تو ہمیں علم ہو چکا ہے۔ علی عمران۔

جی ہاں۔ ہمیں اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ عمران ایسے لہجے میں بولا جس میں شرم کی آمیزش تھی۔ پھر کہنے لگا۔

ہم بزرگوں کے ساتھ بیٹھ کر بالکل بور نہیں ہو رہے تھے۔ بڑوں کا کہنا ہے کہ عقل ہمیشہ بزرگوں ہی سے آتی ہے۔ اس لئے ہم ان کے درمیان بیٹھنا پسند کرتے ہیں۔

لیکن اس طرح تو بہت جلد آپ کے چہرے پر جھریاں پڑ جائیں گی۔

نہیں ہم ایک خاص کریم استعمال کرتے ہیں۔ چہرے کی جھریاں دور کرنے میں بڑی معاون ہے۔ عمران نے جواب دیا اور دہلی دہلی ہنسی ابھری۔ لیکن عمران نے اس ہنسی پر توجہ نہیں دی تھی۔

وہی عمران صاحب آپ کیا کرتے ہیں۔

ہم بس شاعری کرتے ہیں۔ پوئیت ہیں ہم۔ عمران نے جواب دیا۔

ارے کیا واقعی۔ رابندر چوٹک کر بولی۔ اسے خود بھی شعر و شاعری سے دلچسپی تھی۔

اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ عمران نے جواب دیا۔

نہیں۔ واقعی آپ خوبصورت شعر کہتے ہوں گے۔

لوگوں کا یہی خیال ہے۔

اور کس چیز سے شغل ہے آپ کو۔ کسی اور لڑکے نے سوال کیا۔

جی ہاں۔ ہمیں کھانے پینے کا بہت شوق ہے۔ بہت دلچسپی سے کھاتے ہیں۔

لگتے تو نہیں ہیں۔

کیا مطلب۔ کیا آپ کو ہمارے منہ کا دہانہ بند نظر آ رہا ہے۔ عمران نے کہا۔

نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

آپ کو ریسٹنگ سے دلچسپی ہے۔ شہزور علی نے بھی خاموش رہنا پسند نہیں کیا۔

جی ہاں ہمیں پہلوان بڑے اچھے لگتے ہیں۔

اچھا راک فیلڈ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔

تپہ نہیں۔ عمران نے جواب دیا۔

کیا مطلب۔

بس ہمیں جو بات تپہ نہیں ہوتی۔ ہم اس کے بارے میں یہی کہہ دیتے ہیں کہ تپہ نہیں۔ عمران لپک کر بولا۔ لڑکیاں تو اس پر تشار ہوئی جاری تھیں۔ لڑکے بھی اسے پسند یہ لگی کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور مسکرا رہے تھے۔ شہزور علی صاحب نے کہا۔

"وہیے موجودہ دور میں ہٹ مین ہارٹ، شان مائیکل، اور دوسرے بہت سے پہلوان ہیں ان میں سے آپ کو کون پسند ہے۔"

"پہلوانوں میں ہمیں جون ایلینا سب سے زیادہ پسند ہیں۔"

"کون۔"

"جون ایلینا۔" عمران عقیدت سے بولا۔

"جون ایلینا پہلوان ہیں۔ میں نے کبھی ان کا نام نہیں سنا۔"

"تب آپ پہلوانوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ برناڈشا کیسا لڑتا ہے آپ کے خیال میں۔" عمران نے کہا۔

"جی۔ بہت سی آوازیں ابھریں۔"

"کہہ دیجئے وہ بھی پہلوان نہیں ہے۔"

"ہے تو نہیں جحاب۔ لیکن اگر آپ اسے پہلوان بنانے پر تلے ہوئے ہیں تو آپ کی مرضی ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔"

"اور پکاسو۔ کیسا لگتا ہے آپ کو۔"

"بس بس واقعی آپ نے بہت بڑے بڑے پہلوانوں کے نام لے لئے عمران صاحب۔ لیکن ایک بات میں بھی کہوں گا۔"

"جی فرمائیے۔"

"آپ بہت سنجیدگی سے مذاق کر لیتے ہیں۔"

"جی۔ آپ ہماری باتوں کو مذاق سمجھ رہے ہیں۔ چلیے ہم برا مان جاتے ہیں۔" عمران نے رونے ہوئے انداز میں کہا۔ سب کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اب انہیں احساس ہو رہا تھا کہ ان کے سامنے

ایک بڑی دلچسپ شخصیت آئی ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے مذاق نہیں ہے بلکہ وہ سنجیدہ ہے لیکن اس کے الفاظ اس کا انداز اس کا بولنے کا طریقہ۔ سب کے پیٹ میں گد گدیاں ہو رہی تھیں۔ عامرہ نے کہا۔

"آپ بھی تو شاعر ہیں۔"

"انکار کر دیجئے۔ ہم آپ کا کیا بگاڑ لیں گے۔ آپ کے گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں۔" عمران شکایتی انداز میں بولا اور وہ شرمندہ ہو گئے۔

"ارے نہیں نہیں۔ خدا کی قسم آپ برا مان گئے۔ آئی ایم سوری عمران صاحب۔ ویری سوری ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ٹھیک ہے۔"

"تو پھر آپ ان پہلوانوں سے کیوں گریز کر رہے ہیں۔"

"چلیے چھوڑیے۔ پہلوانوں کا معاملہ۔ پہلوان جانیں اور ان کا کام آپ تخلص کیا کرتے ہیں۔"

"پہلے مقتول تھے اب مخفف ہو گئے ہیں۔"

"جی۔"

"جی ہاں۔ پہلے مقتول تخلص کرتے تھے ایک دن ڈیڈی نے ہمارا تخلص سن لیا وہ ہمارے بھی باپ ہیں۔ ہمیں تخلص باسکی بنانے پر قتل گئے۔ بمشکل جان بچائی اور تخلص بدل دیا۔ اب ہم علی عمران مخفف ہیں۔"

"مخفف۔" ایسا نے قہقہہ لگایا۔

"جی ہاں۔ ہماری شاعری بھی آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گی بس مجاوروں کے لئے کہتے ہیں۔"

"نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں یقیناً آپ کے اشعار کمال کے ہوں گے۔"

"ہیں۔ بے شک ہیں۔ ہمیں شاعر کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا ہے۔"

"کوئی شعر عطا ہو جائے۔"

"آپ مجبور کر رہے ہیں تو سنئے۔"

"تیری۔ پائے۔ عمران نے کہا اور وہ لوگ اس کے الفاظ پر غور کرنے لگے۔"

"کچھ سمجھ میں آیا۔"

"جی نہیں۔ بہت سی آوازیں ابھریں۔"

"تیری مصرعہ اولیٰ ہے۔ اور پائے۔ مصرعہ ثانی۔"

"ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"غالباً آپ سری پائے کہنا چاہتے ہیں۔"

"مذاق کا آغاز ہو گیا ناں۔ دیکھیے ہمارا باڈی گارڈ کھڑا ہوا ہے اگر ہم برا مانے تو یہ بھی برا مان جائے گا اور اس کا برا ماننا آپ کے حق میں بہتر نہیں ہوگا۔"

"نہیں نہیں سوری سوری۔ ایک بار پھر سوری۔ لیکن تیری پائے،"

"کیا مطلب ہوا۔ خدا کے لئے کم از کم اس بات کا مطلب تو بتا دیجئے۔"

"آپ کو ہمارا تخلص یاد نہیں ہے۔ مخفف ہیں ہم مخفف۔"

"تو ٹھیک ہے لیکن تیری پائے۔ یعنی پورا شعر مکمل ہو گیا۔"

"جی ہاں۔ ہم نے شعر کی طوالت ختم کر دی ہے۔ اب کیا فائدہ پورا شعر پائے۔ سمجھنے والے حسب حال سمجھ سکتے ہیں۔"

"اچھا جی کم از کم ایک بار تو اس شعر کا پورا مطلب سمجھا دیجئے۔"

"تو نیچے شعر ہے۔"

تیری آنکھوں میں سدا پیار کے جگنوں چمکیں
بے وفائی تیرا انداز نہ ہونے پائے
کیا مطلب ہوا۔ تیری پائے۔ نوجوانوں کے قہقہے بھلا کیسے رک
سکتے تھے لیکن شعر اچھا تھا۔ سب کو پسند آیا وہ حلق پھاڑ پھاڑ کر ہنس
رہے تھے اور داد دے رہے تھے۔ انداز کچھ ایسا تھا کہ عمران بھی سنبھل
گیا تھا بزرگوں نے کئی بار ادھر نگاہیں اٹھائیں۔ لیکن یہ بات پرد فیسر
نہاڑی ہی جانتے تھے کہ اب ان نوجوانوں کا پاگل پن شروع ہو گا تو ختم
ہونے کو نہیں آئے گا۔ ندریم نے ہاتھ جوڑ کر درخواست کی کہ ایک
ادھ شعر اور عطا ہو جائے سہتا نچہ عمران نے دوسرا شعر پڑھا۔

"سجائے۔ ہیں۔"

"سجائے ہیں۔ ندریم نے کہا۔"

"ملا کر نہیں۔ الگ۔ الگ۔"

"ارے باپ رے۔۔۔ بھی الگ الگ۔"

"جی ہاں۔ مخفف۔ مخفف۔"

"ایک بار۔ صرف ایک بار آپ کو ان کا واسطہ۔"

جی۔ عمران نے چونک کر ندریمہ کو دیکھا۔
 "پورا شعر پڑھ دیجئے۔ بجائے ہیں۔ کیا ہوا۔ کیا بنا۔"
 "اس کے بعد آپ نے اگر دوبارہ کہا تو ہم تعمیل حکم نہیں کر پائیں گے۔ شعر ہے۔"

بجائے رکھتے ہیں چہرے پر جو ہنسی کی کرن
 نہ جانے روح میں کتنے شگاف رکھتے ہیں
 "واہ۔ واہ۔ خدا کی قسم آپ کو گولی مار دینی چاہئے۔ گولی مار دینی چاہے آپ کو۔ احسن بولا۔"

جی۔ عمران ہونفوں کے سے انداز میں بولا۔
 "اتنے خوبصورت اشعار اور آپ نے انہیں مخفف کر دیا ہے۔"
 "زمانہ نہیں دیکھ رہے آپ زندگی کتنی تیز رفتار ہو گئی ہے۔ لوگ اسی لئے تو شعر و ادب سے گریز کرتے ہیں۔ طوالت۔ طوالت۔ بھلا اس طوالت کو کون پسند کرتا ہے۔ مختصر بات کیجئے۔ مختصر عمل کیجئے۔ زندگی بہت برق رفتار ہے۔"

"آپ کمال کی شخصیت ہیں۔ باقی جو کچھ ہے وہ اپنی جگہ۔ ویسے آپ نے بتایا نہیں کہ آپ کیا کرتے ہیں۔"
 "پھر بتائیں۔ عمران بولا۔"

"نہیں۔ مطلب ہے اس کے علاوہ۔"
 "اس کے علاوہ کچھ نہیں کرتے۔"

"میرا خیال ہے آپ کسی بہت بڑے آدمی کے بیٹے ہیں والد صاحب

کیا کرتے ہیں۔"
 "ڈالتے ہیں بس۔ عمران نے ناک چرھا کر کہا۔ قہقہے تو اب رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔"
 "ڈالتے کے علاوہ اور کچھ نہیں کرتے۔"
 "پتہ نہیں۔ ہمیں کچھ نہیں بتاتے۔ بس ہمیں تو ڈالتے ہی رہتے ہیں۔"

"اس کے باوجود آپ کا یہ حال ہے۔"
 "جی ہاں۔"

"اور یہ آپ کا باڈی گارڈ۔"
 "اس کی شکل پر لعنت آپ دیکھ نہیں رہے روسیہ ہو کر رہ گیا ہے۔"
 "کیوں۔"

"بس ہماری نگرانی کرتا ہے ہر جگہ۔ کہیں بھی ہمیں کھل کر کھیلنے نہیں دیتا۔ ویسے ہم خود بھی کھل کر کھیلنا پسند نہیں کرتے۔ دیکھیے ناں شرم و حیا بھی کوئی چیز ہے۔"

"کیا مطلب۔ کھل کر کھیلنے سے شرم و حیا کا کیا تعلق۔"
 "دیکھیے ناں کھل گیا تو پھر باقی کیا رہ جاتا ہے۔ بے شرمی کی بھی ایک حد ہوتی ہے اب سارا یورپ اور امریکہ کھل گیا ہے۔ تو آپ دیکھ لیجئے ان لوگوں کا کیا حشر ہو گیا ہے۔"

"خدا کی پناہ۔ خدا کی پناہ۔ وہ سب پیٹ پکڑ پکڑ کر ہنس رہے تھے۔"

شینانے کہا۔

"آپ لوگوں نے اس دلپسٹ شخصیت کے الفاظ میں گہرائی محسوس نہیں کی۔"

"نہیں ہم سطحی آدمی ہیں۔" عمران نے کہا۔

"نہیں آپ گریٹ ہیں۔ ویسے آپ یقین کیجئے کہ آپ جس مقصد کے لئے یہاں آئے ہیں یا لائے گئے ہیں وہ اپنی جگہ۔ لیکن آپ کی شخصیت ایسی ہے کہ اب اگر کوئی اور آپ کو اچکنے کی کوشش کرے گا تو ہمیں دکھ ہوگا۔"

"آپ بے فکر رہے۔ ہم آپ کو دکھی نہیں ہونے دیں گے۔" عمران محفل زعفران زار بنائے رہا اور وہ لوگ قہقہے لگاتے رہے۔ پھر حجازی نے ہی عمران کو آواز دی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ لڑکے اور لڑکیاں تو کبھی اس کا ہتھکا نہیں چھوڑیں گے۔ ادھر تقریباً ساری گفتگو مکمل ہو چکی تھی اب باقی معاملات طے پا گئے تھے کہ دوسرے دن کب اور کس طرح روانہ ہونا ہے۔

حالانکہ صورتحال بے حد سنگین تھی۔ سب سے زیادہ ذہنی دباؤ تو رانا بختیار پر تھا۔ اس کا اپنا علاقہ تھا۔ بال بچے تھے ظاہر ہے لڑکیاں اور داماد تو راؤ غفٹنفر کے ساتھ بھی تھے لیکن بہر حال رانا بختیار جس پائے کا انسان تھا اس کے تحت کسی قسم کی بزدلی کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔ دلیری زمینداروں کا حصہ ہوتی ہے لیکن مکمل ذمہ داری اسی پر تھی ابھی تک لعل خان کے بیٹے نیاز خان کی موت رانا بختیار کے ذہن پر سوار تھی۔ سارے معاملات طے ہو گئے۔ دوسرے دن صبح پھر سرہاؤس روانہ ہونا تھا اور راؤ غفٹنفر وغیرہ کی موجودگی میں تمام باتیں ہو چکی تھیں پھر بھی رات کو خاصی رات گئے رانا بختیار ایک بار پھر پروفیسر حجازی کے کمرے میں پہنچ گیا۔ حجازی اور پروفیسر میل سونے کے لئے لیٹ گئے تھے عمران اور جوزف ایک الگ کمرے میں تھے اور ڈی بی ایل ایٹل کے ساتھ تیسرے کمرے میں تھا۔ پروفیسر حجازی اور پروفیسر

ٹیل ابھی جاگ رہے تھے رانا کو دیکھ کر دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔
"خیریت رانا صاحب۔"

"ارے نہیں نہیں معافی چاہتا ہوں بے وقت تکلیف دی۔ کوئی خاص بات نہیں ہے بس ایسے ہی ذہنی اٹھنوں میں گمراہی اس طرف نکل آیا۔ محسوس کیا کہ آپ لوگ جاگ رہے ہیں اس لئے اندر آگیا۔"

"بیٹھے بیٹھے۔" پروفیسر ٹیل نے کہا اور رانا بختیار بیٹھ گیا۔

"مجھے احساس ہے رانا صاحب کہ آپ کس قدر پریشان ہوں گے۔"

"ڈبل ڈبل اٹھنیں ہیں۔ پہلی تو یہ کہ میرا علاقہ ہے مجھ پر اپنے علاقے کے لوگوں کی حفاظت کی ذمہ داری بھی ہے اس کے علاوہ آگے بڑھ کر تحقیق کرنے کا مسئلہ بھی ہے اصل میں پروفیسر حجازی راول غصت منظر بھی آیا ہوا ہے میں اس سوچ میں مبتلا ہوں کہ کیا میں باقاعدہ حکومت کو اس کی رپورٹ دوں۔ اگر اور انسانی جانیں ضائع ہوئیں تو کیا مجھ پر بات نہیں آئے گی۔ یہ کوئی کھیل متاثرہ تو ہے نہیں۔ ہر چند کہ میں نے اپنی فطرت سے مجبور ہو کر جہارے بارے میں سوچا تھا اور یہ فیصلہ کیا تھا کہ ذرا اس کی تحقیق ہو جائے۔ لیکن آگے چل کر یہ ذمہ داری حکومت ہی کو سنبھالنی ہوگی اگر اور مزید جانیں ضائع ہو گئیں تو بڑا مسئلہ بن جائے گا۔" پروفیسر حجازی بھی سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے پروفیسر ٹیل کی جانب دیکھ کر کہا۔

"کیوں پروفیسر آپ کا کیا خیال ہے۔"

"بھئی اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہمارے علم میں بات آنے کے بعد اگر ایک بھی انسانی زندگی ختم ہوئی تو ہماری گردن پر پوری گرفت ہونی ہے۔ لیکن اگر رانا بختیار اس کی اجازت دیں کہ تحقیقات کے چوبیس گھنٹے ہمیں دے دیئے جائیں اور ہر طرح کے تحفظ کا بندوبست کر لیا جائے تو اس کے بعد ہم یہ نہیں کہیں گے کہ حکومت کو اس کی اطلاع نہ دی جائے۔"

"نہیں پروفیسر صاحب۔ میں نے تو خود یہ رسک لیا ہے۔ ورنہ ان لوگوں کی موت کی اطلاع حکومت کو دینی چاہئے تھی لیکن میرے پاس بس یہ ایک پہلو ہے کہ میں کہہ سکتا ہوں کہ ہم ان درندوں کا خاتمہ کرنے کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ بہر حال یہ براہ راست سرکاری معاملہ نہیں ہے۔"

"آپ لوگ مطمئن رہیں چوبیس گھنٹے کے بعد ہم آپ کو یہ بتا دیں گے کہ کچھ اور کرنا ہے یا پھر حکومت کو اس کی اطلاع دینی ہے۔"

"میں یہی چاہتا ہوں پروفیسر حجازی کہ مجھے ذرا سا اطمینان دلادو۔"

"بس ایک طریقہ کار رکھنا ہے۔ کس قسم کی دلیری کا مظاہرہ نوجوانوں کی طرف سے بھی نہیں ہونا چاہئے اور ہمیں بھی احتیاط رکھنی ہوگی۔ ہمیں سب سے زیادہ کام ان بچوں کے تحفظ کے لئے کرنا ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ سربازوں کو صرف ہم لوگ جائیں۔" رانا بختیار نے پریشانی سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"یہی سب سے بڑی مشکل ہے۔ لڑکے لڑکیاں بے قابو ہو گئے ہیں۔ ظاہر ہے سیر و سیاحت کا معاملہ ہے اور پھر غیر ملکی مہمان بھی آئے ہوئے ہیں۔"

"بس یہی ایک الجھن ہے حالانکہ اس خطرناک مرحلے پر زیادہ سے زیادہ احتیاط رکھنی چاہئے۔ لیکن بہر حال میں یہ چاہتا ہوں کہ کہیں بھی کوئی ایسا قدم نہ اٹھایا جائے جو خطرناک ہو جائے اس کے لئے خاص طور سے خیال رکھنا ہے۔ مورچہ بندی کرنی ہے اور رانا اسٹین گنوں کا خاص بندوبست کرنا ہے۔"

بے فکر رہو اس بار۔ میں اپنے ساتھ آٹھ ایسے جوان لے جا رہا ہوں۔ جو اسٹین گنوں کے استعمال میں مہارت رکھتے ہیں اور اس سلسلے میں کافی احتیاط رکھیں گے۔"

"بس پھر ٹھیک ہے ہمیں منظم طریقے سے کام کرنا ہو گا۔ باقی اہل مالک ہے۔"

"ایک سوال میں کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی تک تو کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ رانا بختیار نے اچانک کسی خیال کے تحت پوچھا۔"

"یہ عمران صاحب کون ہیں؟" رانا بختیار نے کہا اور جہازی مسکرا دیا پرو فیسر میل کے بھی ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ پھر جہازی نے کہا۔

"پڑ گئے ناں الجھن میں۔"

"کیا مطلب؟"

"بس یوں سمجھ لو کہ عمران بڑی کارآمد شخصیت ہے۔ ہماری تحقیق کے سلسلے میں بڑی مدد دے گا۔"

"کوئی بہت بڑی شخصیت ہے وہ اس کا باڈی گارڈ بے حد شاندار ہے اور پھر اس کا رکھ رکھاؤ۔ مجھے بڑا متاثر کیا ہے اس شخص نے۔"

"یہی اس کی خوبی ہے کہ کچھ نہ کرتے ہوئے بھی نجانے کس کے ساتھ کر لیتا ہے۔"

"گویا اطمینان بخش شخصیت ہے۔" رانا بختیار نے پوچھا۔

"ہمارے ساتھ آئی ہے تو تمہیں پورا پورا اطمینان ہی رکھنا چاہئے۔"

"نہیں بھئی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس یوں ہی سوال کر لیا تھا میں نے۔"

"بے فکر ہو کر سو جاؤ کل سے کام شروع کر رہے ہیں ہم۔" جہازی نے کہا اور رانا بختیار کچھ دیر بیٹھنے کے بعد وہاں سے باہر نکل گیا۔

"دوسری صبح سب لوگ سر باؤس روائی کے لئے حیار تھے اس بار تعداد بھی بڑھ گئی تھی اور ایسا سا زو سامان بھی محفوظ کر لیا گیا تھا جو ان پر اسرار درندوں سے بچنے کے لئے تھا۔ پرو فیسر میل اور پرو فیسر جہازی بھی اپنے ساتھ کچھ ساتھی مشینیں لائے تھے۔ یہ صرف ایک مفروضے کی بنا پر کیا گیا تھا اور ظاہر ہے جس چیز کو دیکھا ہی نہ ہو اس کے بارے میں مناسب حیاریاں کر لینا ذرا عجیب سی بات ہوتی ہے عمران، ایٹل اور چند لڑکیوں کے ساتھ ایک شاندار جیب میں تھا جوڑ تو

اس سے دور رہتا ہی نہیں تھا بہر حال سفر کا آغاز ہو گیا اور شاندار بڑی جیسے ساز و سامان سے لیس ہو کر سمر ہاؤس کی جانب روانہ ہو گئیں۔ شینا عمران کے نزدیک بیٹھی ہوئی تھی اور ایشل کچھ فاصلے پر۔ نہانے ایشل یہاں کیوں گھس آئی تھی اس سے ابھی تک کسی نے زیادہ گھگھو نہیں کی تھی۔ ویسے بھی پچھلے وقت میں وہ زیادہ تر پروفیسر ٹیل وغیرہ کے ساتھ ہی رہی تھی اب نہانے کیوں اس نے اپنا یہ ارادہ بدل لیا تھا۔ شینا مسکراتی ہوئی نگاہوں سے عمران کو دیکھ رہی تھی۔

آپ بالکل خاموش ہیں عمران صاحب۔

جی ہاں۔

کیوں۔

میرے بولنے کے اوقات مقرر ہیں۔

کیا مطلب۔ شینا کہنے لگی۔ سب ہی دلچسپ نگاہوں سے عمران کو دیکھنے لگے۔

دیکھیے ناں ہر کام پلاٹنگ کے تحت کرنا چاہئے۔

بولنے کے لئے بھی پلاٹنگ کرنا ہوتی ہے۔ عامرہ نے پوچھا۔

جی بالکل، ایک ایک لمحے کی پلاٹنگ ہونی چاہئے۔

یہ پلاٹنگ آپ کی مستقل ہے یا بدلتی رہتی ہے۔

نہیں، صبح کو جب بستر پر میری آنکھ کھلتی ہے تو میں دن یاد کرتا ہوں اور جب مجھے دن یاد آ جاتا ہے کہ آج کیا دن ہے تو پھر میں سوچتا ہوں کہ یہ دن کس طرح گزارنا ہے اور اس کے بعد دن اسی طرح

گرتا ہے۔

تو اس وقت آپ نے نہ بولنے کی پلاٹنگ کی ہوئی ہے۔

جی ہاں۔

یہ تو بری بات ہے۔ شینا بولی لیکن اس کے بعد عمران نے ہونٹ بند کر لئے تھے اور باہر دیکھنے لگا تھا۔

کمال ہے بھئی۔ شینا نے کہا۔ لیکن عمران خاموش ہی رہا تھا۔

بہر حال سمر ہاؤس تک کا فاصلے طے ہو گیا اور سمر ہاؤس دیکھ کر عمران اور دوسرے لوگوں کی آنکھیں حیران رہ گئیں۔ رانا بختیار نے بہت

خوبصورت انتظامات کئے تھے۔ بہر حال سمر ہاؤس میں فوری طور پر تمام

تئاریاں مکمل کی گئیں اور تفریحات کا سلسلہ وہیں سے جاری ہو گیا

جہاں سے نوجوانوں نے ایک حادثے کے تحت ختم کیا تھا۔ سب لوگ

اپنی اپنی مشغولیات میں مصروف ہو گئے صرف یہ چار بزرگ تھے جو اب

ہر حالت میں سنجیدہ نظر آ رہے تھے یعنی راؤ غصنفر، رانا بختیار، پروفیسر

جہازی اور پروفیسر ٹیل۔ ڈی بی ایل نے تئیتروں میں تھا اور نہ شیروں میں

اور پھر ایشل اس کی سخت نگرانی کر رہی تھی ورنہ وہ بے حد حسن پرست

آدمی تھا اور خوبصورت لڑکیوں کو دیکھ کر بے قابو ہو جایا کرتا تھا۔ اس

وقت وہ کسی گہری سوچ میں مصروف تھا۔ ایشل زیادہ تر اس کے

ساتھ ہی رہتی تھی۔ جو ننھی وہ ڈی بی ایل کے قریب پہنچی ڈی بی ایل برا

سامنے بنا کر دوسری جانب دیکھنے لگا اور ایشل ہنس پڑی۔

اتکل۔

"ایک تو تم نے انکل کہہ کہہ کر مجھے تباہ کر دیا ہے بعض اوقات تو میرا دل چاہتا ہے کہ میں خود کشی کر لوں۔"

"نہیں انکل آپ جانتے ہیں کہ آپ جیسے لوگ خود کشی کرنے کے لئے نہیں پیدا ہوتے۔ آپ کے سپرد تو دنیا کی بڑی ذمے داریاں ہیں۔" دیکھو لڑکی۔ تمہیں بہر حال یہ اعتراف کرنا ہو گا کہ عمر میں تم مجھ سے ادھی سے بھی کم ہو اس لئے مجھے بیوقوف بنانے کی کوشش نہ کیا کرو۔"

"غور طلب مسئلہ ہے انکل، اگر عمر میں کوئی آدمی سے بھی کم ہو تو پھر اسے کس عمر کے شخص کو بیوقوف بنانا چاہئے۔" میں نے کہا ناں، میں اس وقت فضول بات سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ سخت تاؤ کھا رہے ہیں۔" زہر کھانے سے بہتر ہے کہ تاؤ کھالیا جائے۔ میں زہر کھانے سے بچنا چاہتا ہوں۔" کیوں آخر کیوں۔"

"ارے تم اندھی ہو کیا۔ دیکھ رہی ہو یہاں کتنے خوبصورت چہرے نظر آ رہے ہیں اور میں۔" ڈی بی ایل ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

"یہ مشرق ہے انکل، مغرب کی چھپکیاں بے شک ہر عمر کے مرد میں دلچسپی لے لیا کرتی ہیں اور اس کی ہر بات کو نظر انداز کر دیا کرتی

ہیں۔ لیکن یہاں خون خرابے ہو جاتے ہیں اور میں آپ کو بتا دوں کہ کسی بھی شکل میں کسی ایسے شخص کو معاف نہیں کیا جاسکتا جس نے کسی کی ساتھی لڑکی سے بدتمیزی کی ہو۔"

"ایک بات کہوں تم سے۔"

"تی ارشاد۔"

"اگر ان ساری لڑکیوں کو اپنے گرد نہ لگا لوں تو میرا نام ڈاکٹر بیڈلک نہیں ہے۔"

"کیسے۔"

"اس بات کو چھوڑ دو تم بولو میرا چیلنج منظور کرتی ہو۔"

"ایک شرط پر انکل۔"

"کیا۔"

"اگر آپ کو جوتے پڑے تو ہم میں سے آپ کو کوئی نہیں بچائے گا۔"

"منظور ہے۔"

"آپ دیکھ لیجئے کوئی نیا جھگڑا کھڑا کر دیں گے آپ۔"

"اب شرط مت بدلو اور عورتوں والی زبان استعمال کرو۔"

"عورتوں والی۔"

"عورتوں کی زبان ایک ہوتی ہے۔" ڈی بی ایل نے کہا اور ایشل

ہنس پڑی۔

"معاذ اللہ کچھ الٹا تھا۔" ایشل بولی۔

"ہر چیز الٹ گئی ہے محاورے کیا حیثیت رکھتے ہیں۔" ڈی بی ایل نے کہا۔ سر ہاؤس میں پہنچنے کے بعد نوجوانوں نے اپنی اپنی ٹولیاں بنائیں۔ عمران کو کوئی بھی نہیں چھوڑ رہا تھا۔ لیکن جوزف کو دیکھ کر کبھی حیران ہوتے تھے۔ اس وقت ماریہ جوزف کے قریب ہی موجود تھی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"مسٹر باڈی گارڈ۔" جوزف مشینی انداز میں اس کی جانب گھوم گیا۔

"یس میڈم۔"

"جہاں تعلق کہاں سے ہے۔"

"اپنے باس سے میڈم۔" جوزف نے جواب دیا۔

"اور تو تم بھی اتنے ہی سکی معلوم ہوتے ہو جتنا تمہارا باس۔"

"سکی کہنا باس کے شان بڑھانے کے مترادف ہے میڈم اس لئے

میں نے برا نہیں مانا لیکن اس کے علاوہ اور کچھ نہ کہنا اسے۔"

"تم اس کے باڈی گارڈ ہو۔"

"دنیا جانتی ہے۔"

"تمہیں تنخواہ کون دیتا ہے۔"

"مجھے تنخواہ کی ضرورت نہیں ہے مجھے باس سے عشق ہے۔"

"ارے کیا واقعی۔"

"یس میڈم۔ اگر آپ اس کو جان لیں تو آپ بھی اپنے اس ریسلر

کو چھوڑ کر میرے باس سے محبت کرنے لگیں۔"

"مالی گلائس۔ تمہیں اتنی معلومات حاصل ہیں۔"

"میں اندھا ہوں میڈم نہ بہرہ۔ فرمائیے مجھ سے کیا کام ہے۔"

"نہیں میں تم سے چہارے ماس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"آپ شادی شدہ ہیں۔"

"کیا مطلب۔"

"شادی شدہ کا مطلب شادی شدہ ہی ہوتا ہے۔"

"اوہ میرے خدا کس مصیبت میں پھنس گئی میں۔"

"کیا واقعی تم مصیبت میں پھنس گئی ہو میسی۔" جوزف نے راز

دارانہ لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب۔"

"دیکھو بہت سی لڑکیاں اس کی مصیبت میں گرفتار ہو چکی ہیں۔"

"میری رائے ہے کہ تم ایسی کوئی کوشش نہ کرنا۔ ورنہ، ورنہ میڈم

زندگی بھر افسوس کرتی رہو گی۔"

"تم سب، تم سب نہ جانے کس قسم کے لوگ ہو میری سمجھ میں تو

کچھ بھی نہیں آ رہا۔"

"اول تو میں تمہاری مشکل حل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں اور

پھر میں تمہیں بتا دوں کہ خواہ تنخواہ اپنے اس ریسلر شوہر کی ہڈی پسلی

تجروانے پر مت تل جانا۔"

"نہ جانے تم کیا بکواس کر رہے ہو۔ مطلب کیا ہے تمہارا۔"

مطلب یہ ہے کہ جس لڑکی نے بھی کبھی باس کے بارے میں سوچا وہ زندگی بھر اس سوچ سے آزاد نہیں ہو سکی۔ کوئی ایک کہانیاں ہوں تو سناؤں تمہیں۔ مار یہ ایک لمحے کے لئے خاموش ہو گئی۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ اپنے شوہر کو پیار کرتی تھی اور ویسے بھی شہزور علی بہت ہی نفیس انسان تھا۔ ہر لحاظ سے مار یہ کے لئے ایک مکمل شوہر۔ وہ شہزور علی سے کسی قسم کی برائی کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن عمران، عمران واقعی ایک ایسی شخصیت تھا اس وقت، مار یہ ایک تجربے کار لڑکی کی آنکھ سے دیکھ رہی تھی کہ زیادہ تر لڑکیاں اسی کی جانب متوجہ ہیں۔ اور ان کے چہروں پر عمران کو دیکھ کر عجیب عجیب سے تاثرات نظر آتے ہیں۔ شینا کے بارے میں بھی اس نے تھوڑا بہت اندازہ لگایا تھا لیکن اس نے یہ بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ کسی مناسب وقت میں شینا کو سمجھائے گی ایسے کسی چکر میں پڑنا اور وہ بھی دیار غیر میں ممکن نہیں ہے۔ اب تو یہ ملک ان کے لئے غیر ملک ہی رہ گیا تھا نجانے کب تک یہاں قیام ہو اور اس کے بعد یہاں سے واپسی ممکن ہو جائے۔ بہر حال یہ تمام چکر چل رہے تھے اور ادھر اپنے اپنے پروگرام بنائے جا رہے تھے۔ بالآخر یہ طے کیا گیا کہ سمر ہاؤس میں زیادہ دیر قیام کرنا مناسب نہیں ہے اور آج کی رات سمر ہاؤس سے باہر ہی گزاری جائے پتا نچہاں سے بھی آگے بڑھنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ سمر ہاؤس میں ان کی قیام گاہیں متعین کر دی گئی تھیں اور ان کا سامان زیادہ تر وہیں پر رکھ دیا گیا تھا ہر چیزیں ساتھ لی گئی تھیں

سچ گئی بردار مستعد کر دیئے گئے تھے اور پھر یہ قافلہ شکاریوں کی ٹیٹ سے سمر ہاؤس سے آگے بڑھ گیا سفر جاری رہا سب خاموش تھے اس پر اسرار حسین علاقے کو دیکھ رہے تھے جس سے متعلق آسپی راپٹ اب دور دور تک پھیل گئی تھیں حجازی نے ایک بار کہا تھا کہ میں نہ بستی میں داخل ہو کر لوگوں سے اس بارے میں معلومات حاصل کی جائیں لیکن رانا بختیار نے اس سے معذرت کر لی تھی اس نے کہا تھا۔

آپ نہیں سمجھتے پروفیسر جب تک یہ لوگ خاموش ہیں اس وقت تک خاموش ہیں اور جب ان کا لاوا پھٹے گا تو پھر یہ ہم لوگوں کا ناک میں دم کر دیں گے، غیر مخلص تو ہم بھی نہیں ہیں لیکن آپ بتائیے کہ بن چہروں کے وجود کا ہی پتہ نہ چل سکے ان کے خلاف فوری کارروائی کیا ہو سکتی ہے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے جو کچھ دیکھا ہے آپ دیکھیں گے پروفیسر تو آپ بھی ہماری بات کی تائید کریں گے بہت مشکل کام ہے یہ اس لئے ان سے گریز ہی کیا جائے تو بہتر ہے۔ پروفیسر بھی صورتحال کی نزاکت کو سمجھ کر خاموش ہو گیا تھا پھر یہ سفر جاری رہا عمران کو حسب معمول لڑکیوں ہی نے گھیرے رکھا تھا اور لڑکے اب لڑکیوں کی اس چاہت سے کچھ برا ماننے لگے تھے لیکن عمران کو کسی بات کی کوئی پروا نہ تھی البتہ جب خاصے طویل سفر کے بعد ایک جگہ قیام کا فیصلہ کیا گیا تو عمران نے چونک کر چاروں طرف دیکھا تھا جیسے رک گئی تھیں، لوگ نیچے اتر آئے تھے اور رانا بختیار اور راؤ غصنفر

جہاز وغیرہ کو بتا رہے تھے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں پہلی بار انہوں نے اس خوفناک درندے کو دیکھا تھا۔ اس وقت عمران بھی جیب سے نیچے اتر اور آگے بڑھنے لگا۔ لڑکیوں نے اس کے پیچھے قدم اٹھانا چاہے تو اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

”وہ لوگ مجھے طلاق دے دیں گے اس لئے براہ کرم کبھی آپ مجھے ان کے ساتھ ہی رہنے دیا کریں۔“ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا اور لڑکیاں وہیں رک گئیں البتہ جوزف کو نہیں روکا گیا تھا جوزف معمول کے مطابق عمران سے کچھ فاصلے پر کھڑا ہو گیا عمران نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا۔

”ہم یہاں کیوں رک گئے ہیں۔“ اس کے انداز پر رانا بختیار اور راز غصے سے غیب سے لگا ہوں سے اسے دیکھا پھر رانا بختیار کہنے لگا۔

اصل میں یہ وہ جگہ ہے جہاں وہ حادثہ ہوا تھا۔

”اچھا۔ ذرا ہمیں ساری تفصیلات پھر سے بتائیے۔“ اور پہلی بار عمران نے اس معاملے سے دلچسپی کا اظہار کیا تھا اس لئے رانا بختیار اسے پوری پوری تفصیل بتانے لگا اس نے بتایا کہ اس جگہ وہ بلیک ٹینٹ نظر آیا تھا اور وہیں سے درندہ برآمد ہوا تھا پھر وہ اس راستے سے گزرنے کے بعد وہاں تک پہنچا جہاں وہ جیب کھڑی ہوئی تھی جو لعل خان کی تھی اور وہاں وہ واردات پیش آئی تھی۔

”ارے تو بہ۔ تو بہ۔ اتنے خوبصورت واقعے کو ہم اتنی دور سے دیکھ رہے ہیں ذرا دیکھیں تو ہی آگے بڑھ کر کہاں یہ حادثہ ہوا تھا۔“ عمران

پتھر لگائیں۔ جمائے چلنے لگا باقی لوگ بھی اس کے ساتھ تھے سب ہی اس سے تعاون کیا تھا وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں اب بھی خون کے بہت سے نشانات زمین پر پڑ کر خشک ہو گئے تھے لیکن وہ دھبے اب بھی صاف نظر آ رہے تھے۔ عمران بہت دیر تک جھک کر نیچے دیکھتا رہا پھر

تعب کی بات ہے یہ جگہ زیادہ کچی تو نہیں ہے لیکن پھر بھی ایسی ہے کہ یہاں کسی درندے کے پیروں کے نشانات نظر آنے چاہئے۔

”نشانات۔ ہاں بالکل نشانات تو ہونے چاہئیں اتنی جلدی ان نشانات کا غائب ہو جانا تعجب خیز ہے جبکہ وہ درندہ اچھا خاصہ وزنی بھی تھا اور اس کے بعد سب پر جنون سوار ہو گیا وہ جگہ جہاں بلیک ٹینٹ لگا ہوا تھا کافی فاصلے پر تھی لیکن بلیک ٹینٹ کی جگہ کے آس پاس اور دور دور تک قدموں کے نشانات تلاش کیے گئے لیکن درندے کے پیروں کے نشانات کہیں بھی نظر نہیں آئے تھے رانا بختیار کہنے لگا۔

”یہ بہت زیادہ تعجب خیز بات نہیں ہے اس لئے کہ یہاں ہوا بھی ٹھیک ٹھاک ہی چلتی ہے آپ لوگوں نے خود بھی دیکھ لیا ہو گا ایسی حالت میں درندے کے پیروں کے نشانات کا غائب ہو جانا کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے۔“

”ہاں بلیک ٹینٹ کے خمیے کے کھونٹوں کے نشانات بھی نظر نہیں آ رہے۔“

یہ بھی ہے سب جیسا کہ بتایا گیا ہے آسبی چکر ہے حالانکہ ہو سکتا ہے یہ آسب نہ ہو لیکن پھر بھی کم از کم منظر تو آسبی ہی تھے اگر ہم اپنی آنکھوں سے نہ دیکھتے تو ہمیں بھی ان کہانیوں پر یقین نہ آتا۔ راؤ غصتفر نے کہا۔

آپ بالکل سچ کہتے ہیں لیکن جناب۔ وہ کیا کہتے ہیں کوئی محاورہ ہے اس موقع کے لئے شاید ہمیں یاد نہیں آ رہا لیکن آپ یہ خیال فرمائیے کہ ایسی مخدوش جگہ کیا قیام کرنا مناسب بات ہے۔ مطلب۔ کیا ہم یہاں سے چلیں۔

نہیں۔ چلیے نہیں بلکہ دیکھئے وہ جو ایک جگہ نظر آرہی ہے۔ وہ جو پہاڑی ٹیلے ہیں غالباً اگر ہم ان پہاڑی ٹیلوں کی آڑ میں اپنا مسکن بنائیں تو آپ اگر اندازہ لگا لیجئے کہ اس جگہ جہاں بلیک ٹینٹ نظر آیا تھا سے اس جگہ کا فاصلہ اتنا زیادہ نہیں ہے جتنی جہاں سے ہے گویا ہمارے لئے بلیک ٹینٹ والی جگہ ادھر سے بھی اتنے ہی فاصلے پر ہے لیکن وہ پہاڑیاں میرے خیال میں ہماری ایک محفوظ پناہ گاہ ثابت ہوں گی اور آپ لوگ اگر کسی خطرے کو مول لینے سے گریز کریں تو کیا زیادہ بہتر نہیں ہوگا۔ عمران نے تفصیل سے کہا اور عمران کی بات پر سب ہی غور کرنے لگے رانا بختیار نے بھی ان پہاڑیوں کی جانب دیکھا اور پھر حیران لگا ہوں سے راؤ غصتفر کو دیکھتے ہوئے بولا۔

بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں عمران صاحب واقعی بڑی سمجھداری کی بات ہے میرا خیال ہے ہمیں فوراً اس طرف چلنا چاہئے۔ راؤ غصتفر

اس بات پر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
ہاں ٹھیک ہے چلو وہ جگہ مناسب ہے۔ تمام لوگ جو گاڑیوں کے پیچھے اتر گئے تھے رانا بختیار کے اشارے پر پھر گاڑیوں میں سوار ہونے لگے تو پروفیسر حجازی نے عمران کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔
مسٹر عمران کیا کچھ وقت آپ ہمیں نہیں دیں گے۔ آپ ہم سے مستقل الگ الگ رہ رہے ہیں۔

ہم کیا کریں ہمیں الگ کر دیا گیا ہے۔ آئیے۔ اور اس بار عمران ان لوگوں کے ساتھ تھا باقی لوگوں کو بھی اپنے آپ سے دور رکھا گیا تھا۔ راؤ غصتفر رانا بختیار کے ساتھ تھا اور وہ الگ جیب میں سفر کر رہے تھے رانا بختیار نے کہا۔

راؤ۔ اس نے بات تو واقعی کافی سمجھداری کی ہے۔
تمہارا کیا خیال ہے ویسے پروفیسر حجازی یہ بات کہہ چکے ہیں کہ اس کا آنا بے مقصد نہیں ہے۔

ہوں۔ رانا بختیار خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا ادھر پروفیسر ٹیل عمران سے کہہ رہا تھا۔

بھئی عمران تمہارا اس طرح لا تعلق رہنا میرے خیال میں اب مناسب نہیں ہے اب تو صورتحال وہ آچکی ہے کہ تمہاری فوری مداخلت ضروری ہے۔

تو ہم نے مداخلت کر تو ڈالی سر۔ آپ دیکھئے نہ کہ وہاں ہتھیوں کے نشانات نہیں ملے اور نہ ہی کوئی اور ایسا نشان جس سے یہ اندازہ ہو

کہ وہاں ایسا کوئی واقعہ ظہور پذیر ہوا ہے۔

تو تم کیا کہنا چاہتے ہو اس بات پر۔

بالکل کچھ نہیں۔ اصل میں ہمیں سب سے پہلے یہ پتہ لگانا ہے کہ وہ درندہ کیا چیز ہے اس حساست کا درندہ دنیا کے کسی بھی خطے میں نہیں پایا گیا اور اگر پایا گیا ہوتا تو کم از کم اس کے بارے میں کہیں نہ کہیں سے کوئی تفصیل سامنے آتی۔ ہم ان درندوں ہی کو مشکوک سمجھتے ہیں۔

ہوں۔ عمران میں تم سے ایک خاص بات کرنا چاہتا ہوں اور پروفیسر مجازی آپ کے لئے بھی اور یہ بات ایسی نہیں ہے جو چھپانے والی ہو۔

تو پھر ارشاد فرمائیے۔

میرا خیال ہے یہاں ارشاد فرمانا مناسب نہیں ہے میں بہت زیادہ ذہین آدمی نہیں ہوں لیکن بہر حال کچھ باتیں ایسی ہیں جو میری یادداشت کے خانوں میں محفوظ رہ جاتی ہیں اور میں ان پر غور کر لیا کرتا ہوں چنانچہ میں نے ایک بات پھر غور کیا تھا اور اب اس سلسلے میں تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں کیونکہ حالات اس بات کی طرف نشاندہی کر رہے ہیں کہ معاملہ جو کچھ بھی ہے نہایت سنگین اور پراسرار نوعیت کا حامل ہے۔ عمران اور پروفیسر مجازی پوری طرح پروفیسر نیل کی جانب متوجہ ہو گئے تھے۔ پروفیسر نیل نے کہا۔

بات بہت پرانی ہے لیکن چونکہ میرے شعبے سے متعلق ہے اس

سے میرے ذہن میں رہ گئی۔ نور مہرگ میں جرمنی کے خلاف مقدمہ چلایا گیا تھا اور اس مقدمے میں بہت سے ایسے نام اور حالات سامنے آئے تھے جن کی بنا پر معاملات کافی دلچسپ گئے تھے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نور مہرگ میں جو مقدمہ چلایا گیا اس میں یکطرفہ حالات کی نشاندہی کی گئی تھی۔ یعنی اس میں جو کچھ کہا گیا صرف جرمنی کے بارے میں کہا گیا اتحادیوں نے اس سلسلے میں جو جنگی مجرمات کارروائیاں کی تھیں ان پر ہمیشہ پردہ پڑا رہا اور اس کی بہت کم تفصیلات سامنے آئیں انہی تمام معاملات کے درمیان ایک شخص کا نام درج بحث آیا تھا میں صحیح طور پر اس نام کی نشاندہی نہیں کر سکتا لیکن ٹرائف کا نام مجھے یاد تھا۔ ٹرائف ایک جرمنی سائنسدان تھا اور شاید جرمنوں کے لئے کوئی ایسی لہجہ کرنے کے لئے کمر بستہ تھا جو جرمنوں کو اتحادی فوجوں پر فوقیت دلادے اس کا عمل تیز رفتاری سے جاری تھا لیکن جرمنوں کو شکست ہو گئی اور پھر ٹرائف کا نام بھی پس منظر میں چلا گیا میں نے ایک بار کچھ ایسے کاغذات دیکھے تھے جس میں ٹرائف کا ایک نظریہ سامنے آیا تھا اس نظریے کے تحت ٹرائف ایک ایسا عمل کر رہا تھا جو تجرباتی دور میں تھا اور اس نے اس عمل کے ذریعے کچھ ایسے درندے حیار کیے تھے جو اتحادی فوجوں میں ابتری پھیلا سکتے تھے ان درندوں کی نوعیت کیا تھی یہ نہیں معلوم ہو سکا لیکن اس تجربے کا ذکر خاصی وضاحت کے ساتھ آیا ہے۔ پتہ نہیں کیوں میرے ذہن میں ایسے کسی درندے کے بارے میں تفصیل سن کر یہ خیال دل میں ابھرا

تھا۔

”آپ کیا کہنا چاہتے ہیں پروفیسر۔“

”کہنا یہ چاہتا ہوں کہ بعض کہانیوں میں جرمن ڈکٹیٹر یا چانسلر
اسٹر کی زندگی کی نشاندہی کی گئی ہے خیر یہ تو ایک مذاق کی بات
معلوم ہوتی ہے لیکن جنگ عظیم کو گزرے ہوئے استعارہ نہیں ہوا
کہ اسے ماضی کی کوئی بہت پرانی داستان کہہ دیا جائے بیشمار واقعات
ایسے نگاہوں کے سامنے آئے ہیں جن میں جنگ عظیم دوم کے کچھ کردار
نظر آئے ہیں۔ چلو میں کردار کی بات نہیں کرتا لیکن کیا ٹرانف کا وہ
دورندوں والا فارمولا کسی اور کے ہاتھوں زیر عمل نہیں آسکتا۔“ حجازی
اور عمران سوچ میں ڈوب گئے عمران پروفیسر ٹیل کی باتوں پر غور کر رہا
تھا، آکسفورڈ یونیورسٹی کے اس مایہ ناز سائنسدان اور استاد کے بہت
سے ایسے معاملات عمران کی نگاہوں میں تھے جس میں اس نے عظیم
ذہانت کا ثبوت دیا تھا اور دنیائے اسے تسلیم کیا تھا اس کی یہ ذہانت
آج بھی زندہ تھی اور اس کا بیٹا جاگتا ثبوت اس کے ہاتھ اور پاؤں تھے۔
ابھی تک کسی کو زہر برابر شبہ نہیں ہو سکا تھا کہ یہ شخص جو ان کے
ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے کھاتا پیتا ہے مصنوعی ہاتھ پاؤں کا مالک ہے
بہر حال سوچنے کا مقام تھا کافی در تک سوچنے کے بعد عمران نے کہا۔
اصل میں پروفیسر چونکہ بات واضح طور پر ہمارے علم میں نہیں
آئی ہے اس لئے ہر امکان کو مددگار رکھا جاسکتا ہے۔

یہ تصور اس وقت کا نہیں ہے بلکہ جب مجھے رائے اختیار کے خط کی

تفصیل سنائی گئی تھی اسی وقت یہ تصور میرے ذہن میں آیا تھا اور میرا
دماغ ان لائنوں پر چل پڑا تھا اصل میں یہ وضاحت اس لئے کرنا پڑی کہ
اگر میں یہاں کچھ تجربات کروں تو میرے تجربات کا مذاق نہ اڑایا جائے
کہ وہ کچھ تجربات ہی کرنا پڑتے ہیں ان کے بعد حقیقتوں کا ادراک
ہوتا ہے۔“

”سوفیصد پروفیسر سوفیصد۔“

”آپ نے مجھے بھی اس بارے میں کچھ نہیں بتایا پروفیسر ٹیل۔“
حجازی نے کہا۔

”شرمندہ ہوں ڈیر حجازی بس وہی احساس مانع رہا کہ کہیں تجربہ
ناکام نہ ہو اور میرا مذاق نہ اڑایا جائے۔“

”بالکل نہیں ہم آپ کی اتنی قدر کرتے ہیں کہ آپ تصور نہیں کر
سکتے۔“

”تو پھر اب مجھے اپنا کام اسی انداز میں کرنے کی اجازت ہے جس
طرح میں کرنا چاہتا ہوں۔“

”سوفیصد اجازت ہے بلکہ اجازت کی تو ضرورت بھی نہیں تھی آپ
ایسا ہی کیجئے۔“

”تھینک یو۔ تھینک یو ویری میچ۔“ پروفیسر ٹیل نے کہا پھر وہ
بہاریاں قریب آگئیں اور ان لوگوں نے ان بہاریوں میں مورچہ
بندی کر لی۔ فیے بھی لگائے گئے دوسرے انتظامات بھی کیے گئے۔ لڑکے
لڑکیوں کو تو زندگی کا لطف آ رہا تھا بھلا اسٹاخو بصورت مقام اور ایسا

سنسنی خیز ماحول۔ ہر شخص اپنے طور پر مستعد تھا اور ندے کو انہوں نے
 بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اس کی تباہ کاریوں کا اندازہ لگایا تھا مگر
 جوانی اسی کا نام ہے کہ کسی خطرے کو خاطر میں نہ لایا جائے بلکہ وہ
 لوگ دعائیں مانگ رہے تھے کہ ایک بار پھر وہی منظر دیکھنے کو ملے
 غرضیکہ جہاں بہتر انداز میں قیام کا بندوبست کر لیا گیا تھا اور ہر شخص
 اپنے اپنے طور پر کام میں مصروف ہو گیا تھا۔

تاحہ نظر خاموشی اور سناٹے کا راج تھا دور دور تک کسی انسان کا
 وجود نظر نہیں آتا تھا وہ لوگ جاگ رہے تھے نوجوانوں کو بھی خاص
 طور سے ہدایت کر دی گئی تھی کہ ہوشیار رہیں۔ مورچہ بندی جس
 انداز میں کی گئی تھی وہ قابل تحسین تھی اور اس میں رانا بختیار ہی کی
 کاوشوں کا دخل تھا عمران بس اپنے مخصوص احمقانہ انداز میں ہدایت
 دے رہا تھا اسٹین گن برداروں کو بھی ہدایات دی گئی تھیں اور انہیں
 بتا دیا گیا تھا کہ کن حالات میں انہیں کیا کرنا ہے اور کس طرح
 صورتحال کو قابو میں لانا ہے اندھا دھند تو کوئی کام کرنا ہی نہیں ہے
 انہیں چاروں سمت متعین کر دیا گیا تھا اور عمران خود بھی تجسس
 نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا پروفیسر ٹیل کی بات اس کے ذہن
 کو نبھانے کیوں بچ کر رہی تھی اور وہ ٹرانف کے نام پر غور کر رہا تھا ہو
 سکتا ہے ٹرانف سیکرٹ سروس کے ریکارڈ میں ہو لیکن ابھی بلیک

زرو سے اس بارے میں رابطہ نہیں کیا جاسکتا تھا اور ویسے بھی اتنی رنج کا نرا نسیم عمران نے اپنے ساتھ نہیں لیا تھا کیونکہ اسے ساتھ لینا ذرا مشکوک ہو سکتا تھا۔ سیکرٹ سروس کی قیم کو ابھی تک اس معاملے میں ملوث نہیں کیا گیا تھا اور یہ ضروری بھی نہیں تھا کہ اس کے بغیر کوئی کام ہی نہ ہو۔ کبھی کبھی ایسے معاملات بھی آجاتے تھے جو خود بخود حل کر لئے جاتے تھے۔ عمران ایک سنسان گوشے میں ایک پہاڑی ٹیلے کی اوٹ میں اونگھ رہا تھا کہ دفعتاً اس کے کانوں میں بانسری کی سریلی آواز ابھری اور اس آواز کو سن کر وہ چونک گیا مہاتوں میں اور اس قسم کی آبادیوں کے آس پاس ایسے سریلے گوالے مل جایا کرتے تھے جو بانسری کے فن میں قدرتی طور پر ماہر ہوتے تھے اس لئے بانسری کی یہ آواز تعجب خیز نہیں تھی۔ تعجب خیز بات یہ تھی کہ اس ہیبت ناک ماحول میں جبکہ یہ علاقے آسبی مشہور تھے کوئی گوالہ اس وقت کیسے بانسری کی دھنیں بکھیر رہا ہے اس بات پر دوسرے لوگوں کو تو جس انداز میں حیرت ہوئی ہو، ہوئی ہو لیکن عمران کسی اور انداز میں سوچنے لگا تھا۔ دوسرے لوگ بھی اس کی جانب متوجہ ہو گئے تھے اور وہی خیال ان کے دل میں بھی تھا۔ مجازی نے کہا۔

”یہ تو ذرا تعجب خیز بات ہے کہیں یہ کوئی اشارہ نہ ہو۔“

”ہو سکتا ہے۔“

”دیکھا جانے۔“

”کیا مطلب۔“

”گوالہ کس طرف ہے۔“
 ”آواز اس سمت سے آرہی ہے۔“ عمران اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا
 تھا اور بانسری کے سروں کو سنتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا کہ پروفیسر ٹیل نے
 اسے روکا۔
 ”عمران۔“

”ہوں۔“ عمران خوابناک لہجے میں بولا۔

”یہ آوازیں سن رہے ہو۔“

”یہ آوازیں میری روح سے اٹھ رہی ہیں۔“ عمران نے کہا۔

”کیا فضول بات ہے۔“

”نہیں آپ یقین کریں یہ دھن یہ آواز میں نے اکثر خوابوں میں
 سنی ہے۔ آہ۔ یہ آواز میرے دل کے تاروں کو چھیڑتی ہے میں دیکھے بغیر
 نہیں رہ پاؤں گا۔“ عمران نے کہا اور اس کے بعد اس نے اپنی جگہ سے
 ہٹا لنگ لگائی اور سرسٹ دوڑتا چلا گیا۔

”ارے دیکھو۔ دیکھو اس دیوانے کو۔ یہ کیا۔ یہ کیا۔ احتیاط۔ افوہ
 اس نے تو بڑی غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے۔“ رانا اختیار چخ رہا تھا
 لیکن عمران دوڑتا چلا جا رہا تھا اور پھر تھوڑے فاصلے پر جوزف کو بھی
 دیکھا گیا اور ان سب نے سر پکڑے لیکن ان میں سے کسی نے بھی
 عمران کا تعاقب کرنے کی کوشش نہیں کی تھی عمران نے دور سے
 بھیدوں کے اس گھگھے اور گوالے کو دیکھ لیا تھا بھیدوں کا گھگھہ پراطمینان
 انداز میں چننا ہوا تھا اور یوں لگ رہا تھا جیسے وہ بڑے سکور کن انداز

میں گوالے کی بانسری کی دھنیں سن رہے ہوں عمران کے قدموں کی آواز نے بھی گوالے کو نہ چوٹکایا اور عمران اس کے قریب پہنچ گیا ادھر عمر کا آدمی تھا اچھے تن و توش کا مالک۔ شکل و صورت سے کافی طاقتور اور توانا نظر آتا تھا لیکن آنکھیں بند کیے بانسری بجا رہا تھا بانسری پر ایک مقامی لوک دھن ابھر رہی تھی اور عمران یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ یہ شخص مقامی ہی ہے یا اس علاقے کا باشندہ نہیں ہے وہ بغور گوالے کو دیکھتا رہا اور پھر اس کی آنکھوں میں ایک شرارت نظر آئی گوالے نے بانسری کی دھنیں جاری رکھیں تب عمران نے آہستہ سے اس کی بانسری پر ہاتھ رکھ دیا اور گوالے نے پرسکون انداز میں آنکھیں کھولیں خوابیدہ نگاہوں سے عمران کو دیکھتا رہا اور پھر جیسے اس کے حواس واپس آگئے اس نے بانسری ہونٹوں سے ہٹالی اور عمران کو دیکھ کر گردن جھٹکنے لگا۔

”لک۔ کون ہو صاحب۔ کون ہو۔ کاہے ہمیں ہمارے کام سے ہٹا دیا۔“

”تم اتنی خوبصورت بانسری بجاتے ہو گوالے کہ میں اپنے آپ کو باز نہ رکھ سکا۔“

”بھول ہو گئی کاہم سے سرکار۔ معافی دے دیو۔ بس رات اندھیری تھی ہم نے سوچا ادھر کون آدے ہے ہم بانسری بجانے لگے سرکار۔ کا آپ پولیس ہو۔“ اس نے جوزف کو دیکھ کر کہا۔

”نہیں گوالے میں تو جہیں انعام دیتے آیا ہوں لیکن تم یہاں اس

سان بادل میں اکیلے اپنی بھڑوں کے ساتھ بانسری بجا رہے ہو۔“

”بس سرکار بستی جانے میں دیر ہو گئی ہم سوچے کہ صبح ہی کو چلے جائیں گے رات میں تو لوگ کہتے ہیں کہ ادھر بھوت پرست ہوئے ہیں۔“

”تو کیا بھوت پرست ٹھہرتے ہوئے تمہارے پاس نہیں آ سکتے۔“ عمران نے کہا اور گوالہ چونک پڑا اس نے ادھر ادھر دیکھا پھر خوفزدہ نظروں سے عمران اور جوزف کو دیکھنے لگا پھر اس کے حلق سے ڈری ڈری آوازیں نکلنے لگیں۔“

”ارے ماں قسم آپ بھوت پرست ہو کا صاحب۔“

”نہیں ہم بھوت پرست نہیں ہیں لیکن تمہاری دلیری کی داد دیتے ہیں کون سی بستی کے رہنے والے ہو تم۔“

”تموڑے فاصلے پر ہے سرکار۔ بھڑیں چراتے ہیں معاف کر دیو ہم کو کوئی غلط ہو گئی ہو تو۔“

”نہیں۔ نہیں تم اپنی بانسری کی دھنیں جاری رکھو ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے تمہارے کام میں مداخلت کی۔ آؤ۔“ عمران نے کہا اور واپس پلٹ پڑا جوزف اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا جوزف قدم ملاتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا اور آہستہ سے بولا۔

”باس مجھے یہ آدمی مشکوک نظر آتا ہے۔“

”خاموش رہو۔“ عمران آہستہ سے بولا پھر چند قدم طے کرنے کے بعد کہنے لگا۔

"ان لوگوں کے سامنے کوئی ایسی ویسی بات کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"آپ نے اس کے ہاتھ دیکھے تھے۔ کیا آپ کے خیال میں کسی بھینس چرانے والے کے ہاتھ اور پاؤں اتنے صاف ستھرے ہو سکتے ہیں اور پھر وہ اپنی گنگو میں بڑی مشکل سے مہباتی الفاظ شامل کر رہا تھا۔ جو زف نے فلسفیانہ انداز میں کہا۔"

"جو زف اسحاقین ہونے کی کوشش مت کر نظر لگ جائے گی۔" عمران نے ڈالتا۔

"آپ میری بات سے اتفاق کرتے ہیں صاحب۔" جو زف نے خوش ہو کر کہا۔

"میری بات سے اتفاق نہ کرتا تو شادی نہ کر لیتا۔ بس اب خاموش ہو جا اور آجامیرے ساتھ۔" عمران نے کہا اور ان لوگوں کے قریب پہنچ گیا وہ سب عمران کا انتظار کر رہے تھے۔

"یہ کیا حماقت تھی عمران۔ کتنا خطرناک قدم اٹھایا تھا تم نے۔ کوئی غلط انسان بھی ہو سکتا تھا کون تھا دیکھا۔"

"ایک بچہ گوالہ بھینس چرانے نکل آیا ہے بستی واپس اس لئے نہیں گیا کہ راستے میں کہیں کوئی خطرہ نہ پیش آجائے۔"

"عجب بات ہے خطرہ تو ہر جگہ پیش آ سکتا ہے۔" رانا بختیار نے کہا اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ وہ لوگ گوالے پر کوئی خاص توجہ نہیں دے رہے تھے لیکن پھر ایک سمت سے ایک اسٹین گن بردار نے

جی سی آواز لگائی اور رانا بختیار کو پکارنے لگا۔ رانا بختیار چونک کر ادھر بھاگنے لگا تھا۔

"کیا بات ہے کمال۔"

"سر ادھر آئیے جلدی۔ ہری اپ۔" اسٹین گن بردار کی آواز میں کوئی ایسی بات تھی کہ وہ مب دبے قدموں اس طرف دوڑ گئے اور پھر وہ ان کی کچھ میں آگئی بہت فاصلے پر تقریباً کوئی ایک فرلانگ دور کالے رنگ کا ایک خیرہ نظر آ رہا تھا بہت بڑا خیرہ جس میں پردے بھی لگے ہوئے تھے طنابیں بھی کسی ہوئی تھیں اور ٹیپے جیسی ہر چیز موجود تھی رانا بختیار کے منہ سے آہستہ سے نکلا۔

"بلیک ٹینٹ۔ ابھی یہ جملے اس کے منہ سے ادا بھی نہیں ہونے پائے تھے کہ اچانک ہی ٹیپے کا پردہ ہٹا اور سیاہ رنگ کا ایک خوشخوار درندہ اس سے نمودار ہوا۔ یہ سیاہ پیتا تھا۔ چھتے نے جست لگائی اور ٹیپے سے نکل کر وہ بالکل سیدھ میں دوڑ پڑا تھا اور اس کی رفتار ناقابل یقین حد تک تیز تھی پروفیسر ٹیل نے اپنی جگہ چھوڑ دی وہ اپنے سامان کی سمت بھاگا اور پھر ایک چوکور سا کیرہ مناڈہ لے کر ایک ٹیلے پر جا چڑھا عمران، پروفیسر حجازی دونوں شدت حیرت سے منہ کھولے کھڑے ہوئے تھے اس وقت یہ خوفناک درندہ اپنی جگہ تھا لیکن پروفیسر ٹیل کی کارکردگی اپنی جگہ۔ وہ بھی کسی طور اس درندے سے کم پر اسرار نظر نہیں آ رہا تھا مصنوعی ہاتھ پاؤں کے ذریعے وہ ایک ایسے انسان کا کام سرانجام دے رہا تھا جو انتہائی پھر تھلا اور برق رفتار ہو اس کی اس جیتی

اور برق رفتاری کو رانا اختیار وغیرہ نے بھی حیران نگاہوں سے دیکھا کیونکہ بہر حال پروفیسر ٹیل شکل و صورت سے خاصا عمر رسیدہ نظر آتا تھا وہ ٹیلے پر جایٹھا اور اس کے بعد اس ڈبے میں کچھ کارروائی کرنے میں مصروف ہو گیا عمران وغیرہ کی توجہ اس کی جانب سے ہٹ کر پھر چیتے کی طرف ہو گئی اسے یہ دیکھ کر اطمینان ہوا تھا کہ چیتے کا رخ اس گوالے کی جانب نہیں ہے بلکہ وہ بالکل ہی مختلف سمت تیز رفتاری سے چھلانگیں لگا رہا ہے سچہ نہیں اس کا کوئی نارگٹ تھا یا بس یوں ہی کافی دور جانے کے بعد چیتا اچانک رکازمین پر اس کے گھٹنے سے تھوڑی سی گرداڑی اور اس کے بعد وہ پھر اسی رفتار سے واپس دوسری سمت سفر کرنے لگا عمران نے آہستہ سے کہا۔

”رانا صاحب اگر اس نے گوالے کی جانب رخ کر لیا تو بھیدوں کی زندگی بھی جائے گی اور شاید گوالہ بھی نہ بچ سکے۔“

”ہاں۔ یہ راستہ تبدیل کر رہا ہے اور کسی بھی لمحے اس کا رخ کسی بھی سمت ہو سکتا ہے ادھر بھی آسکتا وہ۔“ چیتے نے ایک بار پھر رخ تبدیل کیا تھا وہ بعد رخ بدلتا بس یوں محسوس ہوتا جیسے اسے کسی خاص طریقے سے ٹرن دے دیا گیا ہو اس وقت یہ ہستیاک مناظر ان سب لوگوں کو ساکت کرنے کے لئے کافی تھے ان کی رگوں میں خون جم گیا تھا شور و شرر لڑکے لڑکیاں بھی ہیبت بھری نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے اور ان کے سانس رکے ہوئے تھے جہاں تک کہ شہزاد علی بھی خاموشی سے بیٹھے ہوئے تھوک نکل رہے تھے اور سانسیں تنگ

ہست آہستہ لے رہے تھے کہ کہیں چیتے کی توجہ ان کی جانب نہ ہو جائے پھر وہی ہوا اس بار چیتے نے ان پہاڑیوں کی جانب رخ تبدیل کیا۔ رانا اختیار نے اسٹین گن برداروں کو ہوشیار کیا۔

”ہوشیار۔ جیسے ہی وہ اس سمت آنے لگے اس پر فائرنگ شروع کر دی جائے اور جب چیتا سچ مچ ادھر ہی آنے لگا تو اچانک ہی اسٹین گن برداروں نے فائر کھول دیا گولیوں کی تڑتڑاہٹ نے ہولناک فضا میں ایک عجیب سی ہستیاک گونج طاری کر دی درندہ اپنی جگہ رکا اور پھر ہانک جھستیں لگانا شروع کر دیں اس کا رخ تبدیل ہو گیا تھا وہ سب ٹیپ عجیب نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے اور درندے کی اس کیفیت کا جائزہ لے رہے تھے اسٹین گن برداروں نے گولیاں چلانا بند نہیں کی تھیں کیونکہ انہیں ہدایت نہیں ملی تھی اب یہ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ چیتا گولیوں کی رینج پر ہے بھی یا نہیں لیکن وہ یہ ضرور دیکھ رہے تھے کہ وہ بار بار رخ بدل رہا ہے اور اس کے اندر خوف کا سا ایک احساس ہے۔ یہ سنسنی خیز ماحول کافی دیر تک قائم رہا اور پھر رانا اختیار کی ہدایت پر اسٹین گن برداروں نے گولیاں چلانا بند کر دیں درندہ پھر اپنی جگہ رکا اور اس کے بعد اچانک اس نے بلیک ٹینٹ کی جانب رخ کیا اور اس میں داخل ہو گیا پھر دوسرے لمحے وہ حیرتاک منظر دوبارہ نگاہوں کے سامنے آگیا جس جگہ ٹینٹ لگا ہوا تھا اب وہ بالکل خالی تھی۔ عمران خاموشی سے یہ سب دیکھ رہا تھا پھر اس نے دوبارہ جوزف کو اشارہ کیا اور جوزف فوراً ہی اس کے پاس پہنچ گیا دونوں پھر نیچے اتر گئے

تھے اور خاصی برق رفتاری سے دوڑتے ہوئے اس سمت جا رہے تھے جہاں بلیک ٹینٹ لگا ہوا تھا۔

”ارے اے۔ اے کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ یہ مسلسل دلیری کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ اوہ۔ کہیں وہ دوبارہ۔ نمودار نہ ہو جائے۔ اوہ۔ اوہ۔“ رانا بختیار ہنسے ہوئے لہجے میں بولا لیکن کسی نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا وہ سب عمران کو دیکھ رہے تھے جو اس جگہ کا جائزہ لے رہا تھا جہاں بلیک ٹینٹ لگا ہوا تھا پھر وہاں سے وہ آہستہ آہستہ جھٹکا ہوا اس سمت آنے لگا بعد میں درندہ آیا تھا وہ زمین پر جگہ جگہ نشانات تلاش کر رہا تھا لیکن پتہ نہیں یہ نشانات اسے ملے تھے یا نہیں۔ ویسے وہ لوگ محسوس کر رہے تھے کہ جو زف کافی مستعد ہے اور اس کی چوکنی نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی ہیں۔ راؤ غصنفر نے اچانک رانا بختیار کے کان کے پاس سرگوشی کی۔

”کیا کہتے ہو اس آدمی کے بارے میں۔“ اور رانا بختیار چونک کر راؤ غصنفر کو دیکھنے لگا پھر بولا۔

”میں سمجھا نہیں۔“

”واقعی کوئی معمولی شخصیت نہیں معلوم ہوتی۔ وہ ہم سب سے زیادہ دلیر ہے۔ کس دلیری سے اس نے دو دفعہ یہ خطرہ مول لیا ہے۔“ راؤ غصنفر نے کہا لیکن رانا بختیار نے کوئی جواب نہیں دیا اور پھر عمران مایوس مایوس سا وہاں سے ہٹ گیا۔

”کیوں۔ کچھ ملا۔“

”کچھ نہیں ملا۔ سب جھوٹ ہیں دادی اماں کی کہانیاں۔“ عمران فہم بھرے انداز میں بولا سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

”دادی اماں کی کہانیاں۔“

”تو اور کیا کہتی تھیں کہ جب کالی بلانیں جنگلوں میں گشت کرتی ہیں تو کبھی کبھی وہ اپنے بچے پارس پتھر بھی چھوڑ جاتی ہیں۔ پارس پتھر کہتے ہیں ناں آپ لوگ۔ وہ پتھر جسے چھونے سے لوہا سونا بن جاتا ہے۔“

”کیا۔“ راؤ غصنفر متحیرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

”ملا ہی نہیں۔“

”تو تم پارس پتھر تلاش کرنے گئے تھے۔“

”ورنہ کیا میرا دماغ خراب تھا۔ بس دادی اماں کی کہانیاں جھوٹی ہوا کرتی ہیں اب دیکھئے ناں کہتی تھیں کہ بڑھیا چاند میں چرخہ کا تتی ہے اب بتائیں کسی کو وہ بڑھیا ملی چاند میں چرخہ کا تتی ہوئی اور پھر میرا تو سو فیصد یہ خیال تھا کہ اگر کوئی بڑھیا چاند میں چرخہ کا تتی بھی تھی تو اب تک وہ کب کی مرچکی ہوگی اگر ایسا نہ ہوتا تو نیل آرم اسٹرائٹ ایسا آدمی نہیں تھا کہ اسے وہیں چھوڑ آتا ہو نہ۔ سب بکو اس ہے بالکل ففسول۔“ عمران نے کہا اور وہ سب اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے

گوالے نے آنکھیں کھولیں اور چاروں طرف دیکھنے لگا ماحول پر مکمل خاموشی اور سنجیدگی کا راج تھا۔ اس نے بانسری کے ایک حصے کو گھمایا اور پھر اسے درمیان سے دو حصے کر لیا دونوں حصوں پر عجیب قسم کے چھوٹے چھوٹے ڈائل لگے ہوئے تھے اور کچھ ہٹن بھی نظر آ رہے تھے اس نے آہستہ سے ایک ہٹن کو دبایا اور پھر بانسری کا بڑا سرا قریب کر لیا چند لمحات کے بعد ایک ہٹکی سی سرسراہٹ ہوئی اور پھر ایک آواز سنائی دی۔

یس۔ کہو کیا بات ہے۔ آواز کھر دری اور سخت تھی۔

خادم بول رہا ہوں۔ گوالے نے آہستہ سے کہا۔ لہجہ مؤدبانہ تھا۔

ہاں بولو۔ میں سن رہا ہوں۔

سر شاید آپ کو ان لوگوں کے بارے میں معلوم ہو گیا ہو۔

ہاں۔ میں خود تم سے ان کے سلسلے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا کہ تمہاری کال آگئی۔

سر بڑے عجیب و غریب لوگ ہیں ان میں سے دو آدمیوں کو میں نے خاص طور سے دیکھا ہے ایک سیاہ فام فوجی قسم کا آدمی ہے اور دوسرا ایک نوجوان آدمی۔ وہ لوگ کافی دلیر معلوم ہوتے ہیں میرے پاس بھی آئے تھے اور اس کے بعد جب ہم نے آپریشن کیا تب بھی وہ موجود تھے اور سر انہوں نے آج پھر ٹیلی کیئر پر گولیاں چلائی ہیں۔

میں سارا منظر دیکھ رہا تھا لیکن ٹیلی کیئر کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچا۔

نہیں سر۔

تم کہاں ہو۔

پوائنٹ پر ہوں سر۔

اب کیا پروگرام ہے۔

سر آپ کے حکم کا منظر ہیں۔ گوالے نے کہا اور دوسری طرف کچھ در کے لئے خاموشی طاری ہو گئی پھر آواز آئی۔

میں محسوس کر رہا ہوں کہ کام مناسب طریقے سے نہیں ہو رہا ہے۔

سر ہم لوگ ہدایت کے مطابق کام کر رہے ہیں۔ یہاں تو یہ

علاقے آسیب زدہ مشہور ہو گئے ہیں لوگ اس طرف آنے سے گریز کرنے لگے ہیں۔

ان غریب معصوم لوگوں سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں تو چاہتا ہوں یہ آبادیاں خالی ہو جائیں۔ کوئی اس طرف نہ آئے۔
"سریہ آہستہ آہستہ ہی ہو گا۔"

"باقی لوگوں کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکا۔"

"نہیں سر لیکن ان علاقوں میں اکثر سیاح آجاتے ہیں پھر بھی میں ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"دیکھو ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ان علاقوں میں سیاح بھی نہ آئیں۔ میں سکون سے کام کرنا چاہتے ہوں اور اس کام میں تیزی ہونی چاہئے تم سمجھتے نہیں ہو۔ جس کام میں زیادہ وقت صرف ہو جاتا ہے اس کام میں مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں اس علاقے کو پوری طرح میرے کنٹرول میں ہونا چاہئے۔ بس ایک مخصوص وقت درکار ہے اور اس کے بعد پھر جو کچھ ہو گا وہ الگ ہی نوعیت کا معاملہ ہو گا۔"

"سر میں نے آپ سے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ ایسے کام اتنی تیزی سے نہیں ہوتے اگر ہم نے بہت زیادہ برق رفتاری کا مظاہرہ کیا تو انتظامیہ اس جانب متوجہ ہو سکتی ہے اور وہ ہمارے حق میں بہتر نہیں ہو گا۔"

"افوہ۔ تم سمجھتے کیوں نہیں۔ میں جہاں اپنا انتظام مکمل کر لینا چاہتا ہوں اس کے بعد انتظامیہ کیا مقامی فوج بھی ہماری جانب متوجہ ہو جائے تو ہمیں اعتراض نہیں ہو گا۔ ہم سب سے پیش کی صلاحیت رکھتے ہیں لیکن بس یہ ابتدائی دور۔"

"سر ہمارے کارندے ہر طرف کاررائیوں میں مصروف ہیں۔ نصف قسم کی داستانیں پھیلائی جا رہی ہیں اور ہم پوری پوری کوشش کر رہے ہیں کہ لوگ ادھر کا رخ کرنا چھوڑ دیں۔"

"ان لوگوں سے بھی یہ علاقہ جلد از جلد خالی ہو جانا چاہئے پچھلے کچھ دنوں سے جہاں میں کچھ سخت کارروائیاں دیکھ رہا ہوں۔ اسٹین گنوں سے آرگن پر فائرنگ کرنا خطرناک ہو سکتا ہے بہر حال تم اپنا کام جاری رکھو۔"

"سر آپ یقین کیجئے۔ میری دلی خواہش ہے کہ جتنی جلدی ممکن ہو آپ کے مقصد کی تکمیل میں مدد کروں۔"

"اور کوئی خاص بات۔"

"نہیں سر۔"

"اور اینڈ آل۔" دوسری طرف سے آواز آنا بند ہو گئی اور گوالے نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر بانسری کے دونوں سروں کو جولا دیا۔

یہ کارروائی ادھر براسرار انداز میں ہو رہی تھی اور دوسری طرف رانا بختیار۔ رانا غمگین و غمناک اپنی سوچ میں مصروف تھے۔ لڑکے لڑکیوں کے غول بے قابو ہوتے جا رہے تھے اور دن کی روشنی میں انہوں نے شکار کا بھرپور پروگرام بنایا تھا اور ایک طرح سے اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہو گا کہ وہ اب بڑوں کی باتوں سے برگشتہ ہو گئے تھے۔ انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ آج کا دن قرب و جوار میں شکار کر کے گزارا جائے گا اور اس پروگرام کے تحت وہ نظائیں لے کر تیار ہو گئے۔ رانا بختیار نے انہیں

دیکھا تو اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

”ارے یہ تم لوگ کیا پروگرام بنا رہے ہو۔“

”انکل بہت بوسہ ہو گئی ہے یہاں آنا تو بے کار ہی رہا ہمارے لئے۔ آج ہم اپنے طور پر شکار کریں گے۔ اور دیکھیں اگر آج ہمیں منع کیا گیا تو ہم واپسی کے سفر کے علاوہ اور کچھ نہیں کریں گے۔“

رانا بختیار منہ کھول کر رہ گیا تھا۔ راؤ غصتفر کے سمجھانے کی کوشش بھی ناکام رہی۔ لیکن بہر طور یہ طے کر لیا گیا کہ ان ٹولیوں کی تعداد محدود رکھی جائے اور ایک بزرگ ان کے ساتھ ہو۔

رانا بختیار۔ راؤ غصتفر یہاں تک کہ پروفیسر حجازی کی بھی یہی ڈیوٹی لگ گئی۔ البتہ پروفیسر ٹیل نے معذرت کر لی تھی۔ پھر یہ مسئلہ ہوا کہ عمران کو کون سی ٹیم میں شامل کیا جائے۔ سب ہی اسے اپنے ساتھ لینے جانے پر آمادہ تھے۔ لیکن عمران نے خود ہی معذرت کرتے ہوئے کہا۔

”آج شکار کا دن میرے لئے مناسب نہیں رہے گا آپ لوگ یوں کریں کہ میری جگہ ڈی بی ایل کو لے جائیں۔“

”ہاں یہ بات میں نے بھی ان سے کہی تھی کہ آپ محسوس نہیں کریں گے کہ ان کی کمی ہوتی ہے۔ پروفیسر ٹیل نے فوراً ہی کہا۔ عمران کو ساتھ لے جانے کی کوشش ناکام رہی اور وہ لوگ چل پڑے۔ عمران پروفیسر ٹیل کے ساتھ تھا۔ ایٹشل بھی موجود تھی۔ جبکہ ڈی بی ایل بڑے شوق کے ساتھ لڑکیوں کے گروہ میں شامل ہو کر چل پڑا

تھا۔ وہ بہت مسرور تھا۔ دو بڑی شخصیتوں سے ہکا چھوٹ رہا تھا اور وہ کھل کر کھیل سکتا تھا۔ چنانچہ لڑکیوں کے جس گروپ کے ساتھ ڈی بی ایل تھا اس نے تھوڑی ہی دیر میں یہ محسوس کر لیا کہ یہ عجیب و غریب فیر ملی تو بڑی کارآمد شخصیت ہے۔ ابھی تک وہ لوگ ڈی بی ایل کو غیر ملکی سمجھ کر ایکری زبان میں گفتگو کرتے رہے تھے۔ لیکن ایک ایسے پوائنٹ پر جہاں وہ شکار کی گھات میں بیٹھے ہوئے تھے ایک لڑکی نے کہا۔

”یہ محترم بزرگ ویسے تو اچھی خاصی بزرگانہ شخصیت کے مالک ہیں لیکن تم نے ان کی آنکھوں میں ایک خاص بات دیکھی ہے۔“

”کیا۔“ حنانے حیرانگی سے پوچھا۔

”لڑکیوں میں بڑی دلچسپی لیتے ہیں یہ۔“

”کسی وقت کھوپڑی پر جوتے لگا دو۔ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔“ حنانے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

ڈی بی ایل ویسے تو بڑے مزے سے یہ باتیں سن رہا تھا۔ لیکن جب کھوپڑی پر جوتے لگانے والے بات آئی تو وہ گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا۔

”لیڈیز میں نے آپ سے کوئی ایسی ویسی بات کہی ہے جو آپ کو ناگوار گزری ہو۔ جہاں تک آنکھوں کا معاملہ ہے تو حسن پرستی تو دنیا کا سب سے قدیم مشغلہ ہے۔“

اسے پاکیشیائی زبان بولتے دیکھ کر وہ سب ششدر رہ گئیں اور ان

کے چہروں پر شدید شرمندگی کے آثار پیدا ہو گئے۔ حنا نے کہا۔
"آپ ہماری زبان بول سکتے ہیں سر۔"

"میں دنیا کی بے شمار زبانیں اہل زبان کی طرح بول سکتا ہوں
لیکن میری ذات سے آپ کو کیا تکلیف ہوئی اس کے بارے میں سوال
کرنا چاہتا ہوں۔"

کوئی کیا جواب دیتا۔ سب ہی جھینپے جھینپے نظر آنے لگے۔ لیکن ڈی
بی ایل کی زبان سے پاکیشیائی جملہ سن کر سب ہی کو شدید حیرت ہوئی
تھی۔ پھر عامرہ نے کہا۔

"یہ ڈی بی ایل کیوں کہا جاتا ہے آپ کو۔"

"سوری یہ میرے نام کا مخفف ہے۔ لیکن میں آپ کو اس کے
بارے میں تفصیل نہیں بتا سکتا۔"

"مخفف۔ وہ سب بے اختیار ہنس پڑے۔ عمران یاد آگیا تھا۔
عامرہ نے کہا۔"

"ڈی بی ایل صاحب ایک بات بتائیں گے آپ۔"
جی۔"

"یہ عمران صاحب آخر کیا چیز ہیں۔"

"نہایت نامعقول چیز ہیں آپ ان کے چکر میں نہ پڑیں۔"

"وہ بہت بڑی شخصیت معلوم ہوتی ہے۔"

"لعنت بھجئے آپ اس پر۔ نہایت گھٹیا آدمی ہے نبھانے کہاں سے
وہ نیگرو پکڑ لایا ہے اور اس کے بدن پر اختیار سجا دیے ہیں خود بھی

والہاری کرتا ہے۔ لیکن بہت بڑا مکار ہے آپ لوگ اس کی قتاہری
شخصیت پر نہ جائیں۔ درپردہ وہ بہت کچھ ہے۔"

"آپ اس سے ناراض معلوم ہوتے ہیں۔"

"میں کیوں اس سے ناراض ہونے لگا۔ جہاں دیکھو اپنا سکے جہاں لیتا
ہے۔"

"یہ ہوئی ناں بات۔ یہی تو اصل مقصد تھا۔ لڑکے لڑکیاں ہنسنے
لگے۔ ڈی بی ایل نے کہا۔"

"آپ لوگوں نے میری خصوصیات کے بارے میں نہ کبھی جانتے
کی کوشش کی نہ کوئی ایسا عمل کیا جس سے میری خصوصیات آپ پر
 واضح ہوتیں اور آپ مجھ سے کوئی فائدہ اٹھا سکتے۔"

"اچھا آپ کی شخصیت میں کوئی ایسی بات بھی ہے جس سے فائدہ
اٹھایا جاسکے۔"

"جی ہاں۔ میں مستقبل کا حال بتا سکتا ہوں۔"
کیا۔"

"جی ہاں۔ ڈی بی ایل نے کہا۔"

"کیسے بتاتے ہیں آپ حال۔"

"ہاتھ دیکھ کر۔ ڈی بی ایل بولا۔"

پروفیسر ٹیل نے ان لوگوں سے ڈی بی ایل کے بارے میں کہا تھا
کہ وہ معمولی شخصیت نہیں ہے۔ بڑا عجیب و غریب انسان ہے وہ۔ لیکن
اس کی وضاحت آج تک نہیں ہو سکی تھی۔ لیکن اس وقت ڈی بی ایل

کی شخصیت کا ایک پہلو نمایاں ہوا تھا۔ عامرہ نے اپنا ہاتھ اس کے سامنے کیا اور بولی۔

”تو پھر بتائیے۔ میری شخصیت کیا ہے یا میرا مستقبل کیا ہے۔“
تمام لڑکے لڑکیاں ڈی بی ایل کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ ڈی بی ایل نے عامرہ کا ہاتھ دیکھا۔ پھر اس کا چہرہ..... پھر ہاتھ..... پھر چہرہ اور اس کے بعد بولا۔

”آپ کی ماں بچپن میں مر گئی تھیں۔ آپ کے والد نے دوسری شادی کی۔ لیکن آپ کی ماں نے آپ کو کبھی یہ احساس نہ ہونے دیا کہ آپ ان کی سوتیلی بیٹی ہیں بلکہ ایک طویل عرصے تک تو آپ کو یہ بات معلوم ہی نہیں ہو سکی۔ اپنے بڑے تایا کے بیٹے سے محبت کرتی ہیں اور آپ کے دل میں یہ خیال جاگزیں ہے کہ اگر آپ کی شادی اس لڑکے سے نہ ہوئی تو آپ دو کام کریں گی۔ یا تو خود کشی کر لیں گی یا بغاوت کریں گی۔“

عامرہ نے ایک دم ہاتھ کھینچ لیا تھا اس کا چہرہ ایک لمحے کے لئے زرد پڑ گیا تھا اور وہ ہری طرح بدحواس ہو گئی تھی۔ پھر وہ ایسی بدحواس ہوئی کہ وہاں سے اٹھ کر ہی چلی گئی۔ ڈی بی ایل ہنس کر بولا۔
”اور کوئی کچھ پوچھنا چاہتا ہے۔“

”آپ نے جو کچھ کہا تھا سچ کہا تھا۔“
”جانے دیجئے اس بات کو۔ بات ختم ہو گئی لہئے آپ بھی اپنا ہاتھ دکھائیے۔“ ایک نوجوان کا ہاتھ کھینچ کر اس نے اپنے سامنے کر لیا اور

اس کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔
”ہوں آپ انجینئر بننا چاہتے ہیں سول انجینئر اور وہ بھی اس لئے کہ آپ کی محبوبہ نے آپ سے اس کی فرمائش کی ہے۔ محبوبہ کا نام بتاؤں۔“
”کیا فضول باتیں کر رہے ہیں آپ۔“ نوجوان جھلا کر کھڑا ہو گیا۔
”بہر طور آپ میں سے جو جب بھی چاہے۔ سب کے سامنے نہ ہی تو جہانی میں میرے پاس آکر مجھ سے اپنے مستقبل کا حال پوچھ سکتا ہے۔“
اگر آپ دو حضرات میری باتوں سے مطمئن ہوئے ہوں تو پھر دوبارہ مجھ سے رجوع کیجئے۔“

وہ سب عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گئے تھے ڈی بی ایل نے دونوں افراد کو جو باتیں بتائیں تھیں وہ یقیناً بالکل درست تھیں۔ بہر حال اس طرح ڈی بی ایل نے اپنا سکہ جما لیا تھا۔ ادھر عمران الیشل اور پروفیسر میل کے ساتھ موجود تھا۔ پروفیسر میل نے عمران سے کہا۔
”مجھے ایک بات کا افسوس ہے عمران۔“

”کس بات کا جناب۔“
”تم میرے ہونہار شاگردوں میں سے تھے اور میں نے تمہارے بارے میں لاتعداد پیش گوئیاں کی تھیں۔ تم اپنے وطن واپس آ گئے۔ اور مجھ سے رابطہ ٹوٹ گیا۔ لیکن اس کے باوجود میرے اور تمہارے درمیان جو روحانی رشتہ ہے وہ نہیں ٹوٹا اور غالباً اسی رشتے کی بنا پر تم فقیروں کی حیثیت سے بھی مجھے دیکھ کر اپنے ساتھ لے آئے تھے۔“
”آپ کہنا کیا چاہتے ہیں پروفیسر۔“

تم نے اپنی شخصیت کو مجھ سے چھپائے کیوں رکھا ہے۔
 نہیں پروفیسر ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اصل میں میرے والد

صاحب قبلہ میرے سخت مخالف تھے اور انہوں نے میرے راستے بند کر دیئے۔ جب وہ راستے بند ہو گئے تو میں نے اپنے طور پر اپنے شوق کی تکمیل کے لئے جو کچھ بھی کیا۔ آج وہ اسی شکل میں میرے سامنے موجود ہے۔ کبھی کبھی سرکاری اور کبھی غیر سرکاری معاملات میں ٹانگ اڑایا کرتا ہوں اور اپنا شوق پورا کر لیتا ہوں۔ بس یہ ہے میری شخصیت۔

اس سلسلے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ ویسے سیرا کے لئے تم نے جو کچھ کیا میں خلوص دل سے اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ تمہاری اعلیٰ ترین صلاحیتیں میری پیش گوئی کے مطابق ہیں۔ خیر چھوڑو۔ یہ پرانی باتیں ہیں۔ اب اس بارے میں تم کیا کہتے ہو۔

پروفیسر آپ کے سامنے نہ تو جھوٹ بول سکتا ہوں نہ غیر سنجیدہ ہو سکتا ہوں۔ میں ان تمام باتوں کو بالکل فضول سمجھتا ہوں۔ ظاہر ہے آسیب درندے بن کر نہیں نازل ہوتے۔ کوئی ایسا ہی چکر ہے جس کے بارے میں ہمیں بہر حال بہت جلد معلومات حاصل ہو جائیں گی۔ میں تمہارے سامنے کچھ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

کیا۔

یہ دیکھو۔ پروفیسر ٹیل نے کہا اور تصویروں کا ایک لٹافہ نکال کر عمران کے سامنے کر دیا۔

یہ کیا ہے۔

وہ تصویریں جو میں نے اپنے خاص کمرے سے بنائی ہیں۔ تم اس کمرے کو پولورائٹڈ کمرہ بھی کہہ سکتے ہو یا پھر ایک سائنسی مشین۔ جس سے کچھ ایسے کام کیے جاسکتے ہیں جو عام حالات میں ممکن نہ ہوں۔ دراصل میں تمہارے سامنے بار بار ٹرائف نامی ایک شخص کا نام لے رہا تھا۔ مکمل نام ابھی تک مجھے یاد نہیں آیا۔ لیکن اس کی ایک تھیوری میرے علم میں آئی تھی اور میں نے اس تھیوری کے تحت اس کام پر عمل کیا تھا۔ بہت معمولی سا خیال تھا لیکن اس کا مکمل ثابت ہوا کہ مجھے بے حد خوشی ہے۔

عمران نے تصویریں دیکھیں۔ ایک عجیب و غریب چیز تھی۔ ایک چھوٹا سا چوکور باکس جو فضا میں تھا اس کے پیچھے ایک بیک گراؤنڈ تھا۔ درخت، جنگل، جھاڑیاں اس باکس میں دو بلب لگے ہوئے تھے جن سے روشنی خارج ہو رہی تھی۔ ساری تصویریں اسی باکس کی تھیں کبھی کسی اینگل سے کبھی کسی اینگل سے۔ لیکن عمران انہیں سمجھ نہیں پایا تھا اس نے بالآخر تمام تصویریں دیکھنے کے بعد کہا۔

یہ کیا ہے پروفیسر۔

وہی درندہ جو رات کو حملہ آور ہوا تھا۔

یہ۔

ہاں۔

مگر اس میں درندہ کہاں ہے۔

درندہ نہیں ہے۔

”کیا مطلب۔“

”یہ تفصیل سے نہیں بتا سکوں گا۔ درندے کی تصویریں بنانے پر صرف یہی تصویر سامنے آئی تھی۔“ عمران ایک بار پھر چونک پڑا اس نے ایک تصویر کو اٹھا کر غور سے دیکھا اور پھر اس کی آنکھیں کسی خیال میں ڈوب گئیں۔ وہ آہستہ سے بولا۔

”کمال ہے حالانکہ میں بالکل نہیں سمجھ سکا۔“

”میں تھوڑے سے تجربات اور کر لوں۔ اس کے بعد پھر تمہیں تفصیل سے سمجھاؤں گا۔“

”ان میں سے ایک تصویر میں رکھ لوں۔“

”رکھنا چاہو تو ساری تصویریں رکھ سکتے ہو لیکن کیا کر دو گے۔“

”دیں۔“ عمران پر خیال انداز میں بولا اور پھر دیر تک وہ تصویر دیکھتا رہا۔ پھر ٹھنڈی سانس لے کر وہ تصویر بھی واپس رکھ دی۔

”جب کچھ سمجھ میں ہی نہ آئے تو پھر ایک تصویر رکھنے سے کیا فائدہ۔“

”میں بہت جلد دوسرا تجربہ کر کے تمہیں اس بارے میں مکمل تفصیل بتاؤں گا اور یقیناً اس سلسلے میں تم کچھ نہ کچھ کام کر سکو گے۔“

”جی۔“ عمران نے آہستہ سے کہا۔

پروفیسر ٹیل بولا۔ ”تم ان لوگوں کے ساتھ کیوں نہیں گئے۔“

”بس ایسے ہی۔“ مس ایٹل بھی تو نہیں گئیں۔ ایٹل نے چونک کر عمران کو دیکھا اور پھر برا سامنے بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

پروفیسر ٹیل نے کہا۔

”میری رائے ہے کہ تم دونوں بھی ان ٹولیوں میں شریک ہو جاؤ۔“

”یہ جہاں پور ہونے سے کیا فائدہ۔“

”ایسے مس ایٹل۔“

”نو تھینک یو۔ تھینک یو ویری مچ۔“

”کوئی بات نہیں آئیے۔“ عمران نے کہا تو ایٹل آہستہ آہستہ اس کے ساتھ چل پڑی۔ پروفیسر ٹیل اپنے خیمے میں آرام کرنے بیٹ گیا تھا۔ باہر آکر ایٹل نے کہا۔

”جی فرمائیے کیا حکم ہے۔“

”آپ الہ دین کی چراغ ہیں۔“ عمران نے سوال کیا۔

”کیا مطلب۔“

”یا پھر چراغ کی جن ہیں، وہ جو کہتا ہے ناں کہ کیا حکم ہے میرے“

”آ۔“

”منہ دھور کھینے عمران صاحب۔“

”دھویا تھا۔“

”میرا مطلب ہے کہ آپ اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں۔“

”علی عمران۔“

”سنیے نہ میں اتنی عام لڑکی ہوں کہ آپ دوسری لڑکیوں کی طرح مجھ سے فطرت کریں۔ میں اچھے اچھوں کو درست کر دیتی ہوں۔“

”اچھا آپ جو تے مرمت کرتی ہیں۔“

"کیا فضول بکو اس ہے۔"

"تو پھر کیا کرتی ہیں آپ آخر کچھ تو منہ سے پھوٹے۔"

"میں کہتی ہوں آپ کو مجھ سے اس قدر بے تکلف ہونے کی اجازت کس نے دی۔"

"میرے دل نے۔"

"آپ کے سینے میں دل ہے۔"

"خدا کی قسم ہے۔ دھک دھک دھک دھک کرتا ہے ذرا کان لگا کر سنئے۔" عمران نے سنیہ آگے کرتے ہوئے کہا اور ایشیل تلخ انداز میں مسکراتے لگی۔ پھر بولی۔

"مجھے احساس ہے کہ آپ کس قسم کے آدمی ہیں۔"

"اس احساس کا شکر یہ۔ آپ کبھی مجھے سمجھنے کی کوشش کریں۔"

"عمران صاحب مجھ چکی ہوں آپ کو۔"

"تو پھر مجھے بھی سمجھا دیجئے۔"

"کسی مناسب وقت پر سمجھاؤں گی اور اس طرح سمجھاؤں گی کہ آپ بھی یاد کریں گے۔"

"چہ نہیں یہ لڑکیاں میری دشمن کیوں بن جاتی ہیں حالانکہ میں سب کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔ لیکن۔ لیکن۔"

"اور کوئی حکم ہے میرے لئے فرمائیے۔ وہاں سے تو خیر انکل کی وجہ سے خاموشی سے چلی آئی۔ لیکن میں آپ کو ایک لمحہ برداشت نہیں کر سکتی۔"

"جب تو بڑی گڑبڑ ہو گئی۔ پھر ایسے ایسا کرتے ہیں کہ انہی لوگوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔" عمران نے کہا۔

"پہلے۔" ایشیل بولی اور عمران اس کے ساتھ چلنے لگا تھوڑا فاصلہ اسی طرح طے کیا کسی ٹولی کو تلاش کر لینا کوئی مشکل کام نہیں تھا کچھ دور چلنے کے بعد عمران بولا۔

"کیا میں سچ سچ شوہر نظر آ رہا ہوں۔" ایشیل پھر چونک پڑی۔

"کیا نظر آ رہے ہیں۔"

"شوہر۔"

"کیا مطلب ہے آپ کا۔"

"ایسی ہی چال چلنے کی کوشش کر رہا ہوں اب دیکھیے ناں انسان کو تھوڑی بہت مشق تو کرنی ہی چاہئے۔ آخر مستقبل میں مجھے شادی بھی کرنی ہے۔ کسی نہ کسی سے تو کرنی ہی ہوگی۔ میں چاہتا ہوں کہ پریکٹس پہلے ہی کر لوں۔ بیویوں کے ساتھ چلنے والے شوہر اس طرح چلا کرتے ہیں ناں۔" ایشیل کو بے اختیار ہنسی آگئی اور وہ عمران کی طرف دیکھ کر بولی۔

"خدا آپ کو سمجھے۔"

"شکر یہ۔ جب لہجے میں یہ نرمی آ جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حالات ہموار ہونے لگے ہیں۔" اور پھر تھوڑے فاصلے پر انہیں لڑکے لڑکیوں کی ایک ٹولی نظر آنے لگی۔

ایک خوشگوار دن گذرا تھا بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ راؤ غصتفر جب سے یہاں آیا تھا۔ کچھ عجیب سی ٹھنوں میں گرفتار ہو گیا تھا جو واقعات پیش آئے تھے وہ رانا بختیار کے لئے بھی اجنبی تھے اور یہ بات راؤ غصتفر کو بھی معلوم تھی۔ لیکن بہر حال معاملات ایسے تھے کہ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا تھا کہ ان سے گریز کیا جائے۔

لڑکے لڑکیوں کا مسئلہ بھی ایسا ہی تھا۔ وہ اپنے طور پر پور ہو رہے تھے لیکن حالات سے گریز نہیں کر سکتے تھے۔ البتہ آج کا دن انہوں نے اپنی پسند کے مطابق گزارا تھا۔ چھوٹا موٹا شکار بھی کیا گیا تھا۔ سیر و سیاحت بھی کی گئی تھی۔ یہ احساس سب ہی کے دلوں میں تھا کہ کسی بھی لمحے خطرناک حالات پیش آسکتے ہیں اس لئے سب نے بڑی احتیاط رکھی تھی بزرگوں کو بھی تھوڑا سا اطمینان نصیب ہوا تھا۔ کیونکہ کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی جو پریشان کن ہوتی۔ البتہ رات کے قیام

کے لئے وہی جگہ مناسب سمجھی گئی تھی۔ ایک حقیقت تو تھی جو آنکھوں کے سامنے آگئی تھی۔ راؤ غصتفر نے تو یہ تجویز بھی پیش کی تھی کہ کیوں نہ محل خان سے ملاقات کی جائے۔ لیکن رانا بختیار نے اس بات کی تائید نہیں کی تھی اور کہا تھا کہ اس کے لئے خاصا فاصلہ طے کرنا پڑے گا اور سارا پروگرام اپ سیٹ ہو جائے گا۔

بہر حال رات کو واپسی ہوئی تھی۔ لڑکے لڑکیاں بہت خوش نظر آ رہے تھے۔ خاص طور سے عمران کی شمولیت نے تو انہیں بے حد سرور کر دیا تھا۔ اور عمران اپنے طور پر یہ سوچ رہا تھا کہ اس سلسلے میں کوئی ہوش قدم اٹھانا اب ناگزیر ہو گیا ہے۔ بلیک زیرو کو اطلاع دے کر سیکرٹ سروس کی ٹیم کو بلا لیا جائے۔ لیکن بس ایک ہی خیال تھا کوئی وائنٹ مل جائے تو اس کے بعد یہ عمل کیا جائے۔ ویسے بے شمار ٹیمیں ایسے ہوئے تھے۔ جو عمران نے تنہا ہی سرانجام دے ڈالے تھے۔ اس کے لئے ضروری نہیں تھا کہ سیکرٹ سروس کی ٹیم کو لازمی طور پر شامل کیا جائے۔ چنانچہ تھوڑا سا انتظار کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں تھا۔

رات کو نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ٹولیاں بنا کر بیٹھ گئے۔ خوش گپیاں ہونے لگیں۔ لیکن عمران اس وقت زیادہ سرگرم نہیں تھا۔ اس پر اداسی کا حملہ ہوا تھا اور شینا نے ہمدردی سے اس سے پوچھا۔

”کیا بات ہے آپ کی طبیعت کچھ غراب ہے۔“

”جی ہاں۔“

”کیوں خیریت کیا بات ہے۔“
 ”اکثر کبھی کبھی منک المعکوس ہو جاتا ہے۔“ عمران نے آہستہ سے کہا۔

”جی۔“ شینا منہ پھاڑ کر بولی۔
 ”منک المعکوس نہیں سمجھتیں آپ۔“
 ”نہیں۔“ شینا نے کہا۔

”اچھا تو یوں سمجھ لیجئے صومۃ البشاریہ کے بارے میں کچھ جانتی ہیں آپ۔“

”خدا کے لئے اس زبان میں بات کیجئے جو میری سمجھ میں آئے۔“
 شینا رو دینے والے انداز میں بولی۔

”تب پھر کوئی اور بات میں آپ کو نہیں بتا سکتا معافی چاہتا ہوں۔“ عمران نے کہا اور شینا سر جھکا کر رہ گئی یہ نوجوان اسے بہت پسند آیا تھا اور ذہنی طور پر وہ اس کی جانب راغب ہوتی جا رہی تھی بلکہ اس نے ماریہ سے بھی کہا تھا کہ یہ شخص اسے اچھا لگتا ہے۔ ماریہ نے ٹھنڈی سانس لے کر اسے جواب دیا تھا۔

”شینا ہر چمکنے والی چیز کو سونا نہیں سمجھ لیتے۔“
 ”مجھے یہ محاورے ناپسند ہیں۔“

”نہیں یہ محاورے نہیں ہیں بلکہ کائنات کی وہ حقیقتیں ہیں جن سے گریز نہیں کیا جاسکتا۔“
 ”کہنا کیا چاہتی ہو۔“

”بچہ نہیں کیا چیز ہے کس قسم کا آدمی ہے۔“ مجھے تو وہ نارمل نظر نہیں آتا۔
 ”اس کی بھی ادا تو مجھے پسند ہے۔“

”اعتیاد رکھو شینا اس طرح اپنے آپ کو ہلکان نہیں کرتے اور شینا ہوش ہو گئی تھی۔ بہر حال اس وقت بھی وہ عمران کے قریب موجود تھی۔ حالانکہ دوسرے لوگ زیادہ دور نہیں تھے۔ لیکن وہ زیادہ تر عمران کے قریب ہی رہتی تھی البتہ اس نے یہ بات اچھی طرح محسوس کی تھی کہ عمران کے ساتھ آنے والی غیر ملکی لڑکی اس کا عمران کے پاس زیادہ پسند نہیں کرتی اور عموماً وہ سب ہی سے کھنچی کھنچی رہتی ہے۔

رات آہستہ آہستہ گزرتی چلی گئی اور وہ لوگ سونے کے لئے لیٹ گئے۔ لیکن طے یہی کیا گیا تھا کہ ہر شخص اپنی جگہ مستعد رہے گا۔ اسٹین کن بردار اپنی جگہ موجود تھے اور ہوشیار تھے۔ عمران نے خود بھی ایک رائفل حاصل کی تھی اور اسے لوڈ کر کے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ جوزف اس کے قریب ہی موجود تھا۔ اس وقت بھی دونوں ایک ہی جگہ قیام پذیر تھے جوزف نے منہ پھاڑ کر کہا۔

”باس یہاں کتنے دن تک رہنا پڑے گا۔“

”کیوں، پور ہو رہا ہے۔“

”کچھ ہو رہا ہے جو بوریٹ یا خوشی کا احساس ہو۔“ جوزف جھلا کر

بولے۔

”سب لوگ تو سیر و سیاحت کر رہے ہیں۔“

مگر باس مجھے یہ سب کچھ پسند نہیں آ رہا۔

بعض چیزیں ناپسندیدگی میں بھی برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ عمران نے کہا اور جوزف ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا پھر خاصی رات گزر گئی اور اس کے بعد ہلکی ہلکی سیٹیاں سنائی دیں۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ کوئی خطرہ سر پر موجود ہے۔ سب ہی ہوشیار ہو گئے۔ لڑکے لڑکیوں کو تو اب ان معاملات سے بہت زیادہ دلچسپی نہیں رہی تھی۔ لیکن باقی تمام لوگ چوکنے ہو گئے اور اسٹین گن بردار نے بتایا کہ بلیک ٹینٹ نظر آ رہا ہے۔ پھر انہوں نے خود بھی بلیک ٹینٹ دیکھ لیا۔

رانا صاحب ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں آپ سے۔ عمران نے آہستہ سے کہا۔

ہاں ہاں کیا بات ہے۔

آج اس درندے پر ایک بھی گولی نہ چلائی جائے۔

کیا مطلب۔

تھوڑا سا تجربہ مجھے کرنے دیکھئے۔

اور اگر اس نے ہماری جانب رخ کیا تو۔

تب بھی آپ لوگ قطعی گولی نہ چلائیں۔ سب کو ہدایت کر

دیکھئے۔ رانا بختیار نے پروفیسر حجازی کی طرف دیکھا تو پروفیسر حجازی نے کہا۔

میرا خیال ہے عمران جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ کر لیا جائے تو کوئی ہرج نہیں ہے۔

ٹھیک ہے۔ رانا بختیار نے اسٹین گن برداروں کو ہدایت کر دی۔ عمران نے جوزف سے کہا۔

اوشب تار کے بچے تو بھی سکون سے ہی رہنا ہے ہوشیار رہنا میں بچے اتر رہا ہوں۔ اور پھر عمران ان لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا رائل اس کے پاس موجود تھی۔ رانا بختیار نے کہا۔

کیا واقعی تم اس شخص پر بھروسہ کر سکتے ہو۔

خاموش رہو رانا۔ پروفیسر حجازی نے کہا۔ وہ سب سنجیدگی سے بلیک ٹینٹ کو دیکھ رہے تھے اور پھر بلیک ٹینٹ سے وہی طوفانی درندہ برآمد ہوا اور قلعا بازیوں کھاتا ہوا راستے بدلنے لگا۔ پھر اس نے ان کی جانب رخ کر لیا تھا۔ رانا بختیار کا سانس پھولنے لگا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

وہ۔ وہ اسی طرف۔ اسی طرف۔ اور اس کی رفتار بہت تیز ہے۔

میرا خیال ہے اس نے ہماری بو پالی ہے۔ کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ عمران نجانے کہاں تھا۔ اسٹین گن بردار بھی خاموشی سے بیٹھے ہوئے تھے البتہ رانا بختیار اور راول فٹنٹرفر اب پہلو بدل رہے تھے۔

کیونکہ درندہ ان کے قریب آتا جا رہا تھا۔ دفعتاً فائر کی آواز سنائی دی۔ مسلسل دو گولیاں چلی تھیں اور سیاہ درندے نے ایک قلعا بازی کھائی تھی ان لوگوں نے ایک بات خاص طور سے محسوس کی تھی کہ سیاہ درندے کی دونوں آنکھیں جو پہلی کے بلب کی طرح روشن رہتی تھیں اچانک بجھ گئی تھیں اور ان سے خارج ہونے والی روشنی ایک دم فنا

ہو گئی تھی۔ پھر درندہ اچانک ان کی نگاہوں سے گم ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی دوسرا حیرتاک منظر بھی ان کی نگاہوں کے سامنے آیا۔ جیسے ہی درندہ گم ہوا۔ بلیک ٹینٹ بھی اپنی جگہ سے غائب ہو گیا۔

باقی لوگ تو ساکت تھے۔ لیکن پروفیسر ٹیل کے منہ سے ایک عجیب سی آواز نکلی اور پھر وہ برق رفتاری سے اپنی جگہ چھوڑ کر ایک جانب بھاگا۔ سب ہی ان پر اسرار منظر کو حیران نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ پروفیسر ٹیل دوڑتا ہوا نیچے پہنچا اور اس جگہ کی طرف بڑھنے لگا جہاں وہ درندہ موجود تھا۔ پھر اچانک عمران بھی ایک جانب سے نکل آیا وہ پروفیسر ٹیل ہی کی جانب بڑھ رہا تھا پروفیسر ٹیل اس جگہ پہنچ گیا جہاں درندہ موجود تھا۔ عمران بھی قریب ہی آ گیا تھا۔ پروفیسر ٹیل نے جھٹک کر کوئی چیز اٹھائی اور عمران کی جانب دیکھنے لگا۔ پھر اس نے بے اختیار دونوں ہاتھ پھیلائے اور عمران سے بغل گیر ہو گیا۔

”ارے ارے مم میں نے..... میں نے کیا کیا ہے۔“ عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”مجھے یقین تھا۔ خدا کی قسم مجھے یقین تھا تم اتنے ہی ذہین تھے اس وقت بھی اور آج بھی۔ جو کچھ تم نے کیا ہے عمران وہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ تمہیں۔ تمہیں میری ضرورت ہے اور مجھے تمہاری۔“

”آپ کم از کم اسے محفوظ تو کر لیجئے۔“

”محفوظ ہے۔ محفوظ ہے۔ ویسے یہ سب لوگ سیدھے بچے لوگ ہیں ان سے کچھ چھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔“

”نہیں پروفیسر ٹیل پلیز۔ جو بات جب تک کھل کر منظر عام پر نہ آئے اس کے بارے میں دوسروں کو نہیں معلوم ہونا چاہیے۔“

”لیکن۔ لیکن تم نے۔ تم نے اس لائن پر کیسے سوچا اور افوہ۔ ہمارا انشاء قیامت کا نشانہ ہے۔“

”باقی باتیں بعد میں۔ یہ لوگ سوال کریں گے کہ ہم لوگ یہاں کیا دیکھنے آئے تھے اور درندے کو ہم نے کس طرح غائب کیا۔ لیکن پروفیسر ایک بات اور ذہن میں رکھیے۔ اس واقعے کے بعد سے ادھر سے اب بھی کارروائی ہو گی وہ زیادہ سنسنی خیز ہو گی کیونکہ ان لوگوں کو یہ احساس ہو جائے گا کہ ہم لوگ اصلیت کی تہ تک پہنچ رہے ہیں۔“

”کچھ سوچیں گے کچھ کریں گے لیکن ہم جو کچھ کریں گے کچھ نہ کچھ تو ان لوگوں کو بتانا ہی پڑے گا۔“ پروفیسر ٹیل نے کہا۔

”اس کی ذمہ داری آپ مجھے سونپ دیجئے۔“

”فھیک ہے۔“ پروفیسر ٹیل نے کہا اور ایک چھوٹا سا چو کور باکس اپنے لباس میں چھپا لیا۔ جو اس نے اسی جگہ سے اٹھایا تھا جہاں درندے پر گولیاں چلائی گئی تھیں اور اس کے بعد وہ دونوں آہستہ غرامی سے اس جانب بڑھنے لگے جبکہ بقیہ افراد مستحضرانہ انداز میں کھڑے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے اور جب یہ قریب پہنچے تو ان کا بڑا عجیب سا استقبال کیا گیا۔

”کیا ہو رہا تھا۔ کیا کر رہے تھے تم لوگ۔“

”آپ نے کوئی ذمہ داری سونپی ہے ہمیں۔“ پروفیسر ٹیل نے کہا۔

”پروفیسر پلیز آپ بتائیے یہ سب کیا ہوا۔“

”جو کچھ ہوا ہے اس کے بارے میں ابھی آپ کوئی سوال نہ کریں یوں سمجھ لیجئے کہ آج سے ہم نے اپنے اس کام کا آغاز کر دیا ہے جس کے لئے رانا بختیار نے ہمیں بلایا تھا۔“ طاہر ہے سب کے سامنے یہ تمام باتیں نہیں کہی جاسکتی تھیں۔ پھر تہائی میں پروفیسر ٹیل نے عمران کو وہ چوکور باکس دکھایا اور بولا۔

”تم نے بالکل صحیح اندازہ لگایا۔ بہر حال یہ ایک سنسنی خیز کارنامہ ہے۔ آہ کاش ہمیں ٹرانف کے بارے میں کچھ اور حقیقتیں معلوم ہو سکیں۔“

”میں اس کا انتظام کر دوں گا۔ لیکن اس کے لئے ہمیں پروفیسر حجازی سے گفتگو کرنا پڑے گی اور ایک یا دو افراد کو یہاں سے روانہ کرنا پڑے گا۔“

”ٹھیک ہے اس کا انتظام میرے خیال میں ہو جائے گا۔“

دوسری صبح سب لوگوں کے لئے سنسنی خیز تھی۔ عمران اور پروفیسر ٹیل ان لوگوں کو ملتے رہے تھے اور کوئی خاص بات نہیں بتائی تھی۔ لیکن رانا بختیار کے سرد ایک ذمہ داری کی گئی تھی۔ پروفیسر حجازی نے درخواست کی تھی کہ جوزف کو شہر بھجوانے کا انتظام کر دیا جائے اور رانا بختیار نے اپنے ایک بیٹے کے سپرد یہ ذیوتی کر دی۔ اس نے اپنے بیٹے سے کہا۔

”عارف تم مسٹر جوزف کو ساتھ لے جاؤ۔ ایک سلا شخص کو لپٹے

دو رکھو۔ پھر انہیں شہر بھجوانے کا بندوبست کر دو۔“

”بی ڈی بی“۔ عارف نے کہا۔

عمران نے ایک لٹافہ جوزف کو دیتے ہوئے کہا۔ ”اے طاہر صاحب کے والے کرنا ہے۔“

”اوکے باس۔ میرے لئے کیا حکم ہے۔“

”شادی کے سوا جو دل چاہے کرتا۔ عمران نے اطمینان سے جواب دیا۔“

”وہ تو باس اسی دن کروں گا جب تم کرو گے۔ جوزف نے مسکرا کر کہا اور عمران آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

”مجھے ابھی تک نہیں پتہ۔“

”کیا باس۔“

”میری شادی کے بارے میں۔ سوری جوزف اگر تو اس انتظار میں تھا تو مجھے پہلے بتانا چاہئے تھا۔“

”کیا باس۔ جوزف ہنستا ہوا بولا۔“

”تم اور شادی۔“

”میری شادی بیشک نہیں ہوتی لیکن مجھے شادی شدہ لوگوں کی پہچان ہے۔“

”خوب۔ کیہ پہچان ہے۔“

”پہلے وہ ترو تازہ ہوتے ہیں، سرخ و سفید ہوتے ہیں، ہنستے ہوئے نظر آتے ہیں، پھر وہ صرف ریوی کے سامنے ہنستے ہیں ریوی کے ساتھ

ہوتے ہیں ورنہ چپ رہتے ہیں۔ ایک کلب میں مقابلہ ہوا کہ جو لوگ بیویوں سے ڈرتے ہوں وہ اس طرف کھڑے ہو جائیں جو نہ ڈرتے ہوں وہ دوسری طرف۔ صرف ایک آدمی دوسری طرف کھڑا ہو گیا۔ لوگوں نے اسے بڑا غراج پیش کیا اور اس سے پوچھا کہ وہ کونسا نسخہ ہے جس کے تحت وہ بیوی سے نہیں ڈرتا۔ وہ کھسیا کر بولا "بکواس مت کرو میری بیوی نے کہا تھا کہ یہاں کھڑے ہو جاؤ۔"

"بہت بولنے لگ گیا ہے چل اب دفع ہو جا۔" عمران نے کہا اور جوزف چل پڑا۔

عمران صورتحال کو جس حد تک سمجھ چکا تھا اس کے تحت اس نے جوزف کو تمام تفصیلات سمجھا کر بھیجا تھا اور اسے بتا دیا تھا کہ اسے کیا کیا کرنا ہے۔ پروفیسر حجازی یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ عمران نے کوئی ایسی بات معلوم کر لی ہے جس سے اسے اس مسئلے کا حل مل گیا ہے ورنہ وہ جوزف کو اس طرح روانہ نہ کرتا۔ اب یہ مشکل کام تھا کہ عمران سے اس کی زبان کھلوا لی جائے۔ لیکن پروفیسر میل اس سلسلے میں اپنے دوست حجازی سے پردہ نہیں رکھ سکتا تھا کیونکہ اس کے اور حجازی کے درمیان بہت گہرے تعلقات قائم ہو گئے تھے۔ اس نے حجازی کو بتایا۔

"عمران دنیا کا ذہین ترین نوجوان ہے ایک ذرا سا اشارہ اسے ملا اور اس نے کمال کر دکھایا۔"

"مجھے تو کچھ معلوم ہی نہیں ہے۔" حجازی نے کہا۔

”میں بتاتا ہوں ڈیرِ حجازی۔ بہت عرصے پہلے ایک ایسا فارمولا میرے علم میں آیا تھا۔ جس سے متعلق کوئی اہم بات تو سامنے نہیں آئی تھی لیکن کچھ اشارے ایسے ملے تھے۔ جس سے یہ احساس ہوتا تھا کہ یہاں جو کچھ ہو رہا ہے ممکن ہے اس فارمولے کے تحت ہو۔ اس سلسلے میں ایک سائنسدان کا نام میرے علم میں آیا تھا لیکن بات اتنی پرانی ہے کہ مجھے صرف ثرائف یاد رہ گیا۔ ثرائف ایک جرمن باشندہ تھا جو ہٹلر ہی کے زمانے سے اپنے کاموں میں مصروف تھا۔ بعد کا تو کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ لیکن پھر یہ نام گم ہو گیا۔ میں نے عمران کو صرف اشارہ دیا تھا اور عمران نے وہ کر دکھایا جو یقین کر دنا قابل یقین ہے۔“

”پوچھ سکتا ہوں کہ کیا۔“

”ہاں۔ جیسا کہ ہم نے زمین پر دیکھا کہ درندے کے قدموں کے نشانات نہیں بنتے اور ہم نے یہ بھی دیکھا کہ گولیوں کی جڑواہٹ اسے خوفزدہ کر دیتی ہے اس سے ایک احساس ہمارے ذہن میں پیدا ہوا کہ یہ درندہ جسمانی طور پر کچھ نہیں ہے کوئی ایسی چیز جو قاتل بے شک ہے لیکن کوئی نفوس وجود نہیں رکھتی البتہ یہ بات ذرا حیرت ناک تھی کہ نفوس وجود نہ رکھنے کے باوجود وہ انسانی زندگیوں کو ختم کیسے کر دیتی ہے۔ پھر ہمیں اس کی آنکھوں کا خیال آیا۔ وہ آنکھیں غیر معمولی تھیں۔ اس اسی اشارہ دیا تھا میں نے عمران کو اور عمران نے رات کو وہ کارنامہ کر دکھایا۔ تم یقین نہیں کر سکو گے پرو فیسر حجازی کہ وہ ایک انوکھی چیز تھی۔ اس پرورے وجود میں ایک گیر و نا مشین ہے جو

کارنامہ کرتی ہے وہ مشین آنکھوں کی جگہ لگائی گئی ہے اور اس کا بقیہ جسم صرف اس مشین سے خارج ہونے والی شعاعوں کا نتیجہ ہے میں ابھی اس تھیوری کو مکمل طور پر تمہارے سامنے پیش نہیں کر سکتا البتہ وہ کبیرہ ہمارے ہاتھ لگ گیا ہے۔ رات کو عمران نے آنکھوں کا نشانہ بنایا تھا اور کامیابی سے اس درندے کو ختم کر دیا تھا۔ کبیرہ اسی جگہ پڑا رہ گیا اور عمران اسے اٹھا لایا۔ میں تمہیں دکھاتا ہوں۔“ پرو فیسر ٹیل نے سیاہ رنگ کا ایک چھوٹا ساپو کو ربا کس جس کے نچلے سرے پر لاتعداد تار لگے ہوئے تھے اور سامنے کے حصے پر دو ٹوٹے ہوئے بلب لگے ہوئے تھے جو اصل میں لیڈ تھے پرو فیسر حجازی کے سامنے کرتے ہوئے تفصیل سے کہا۔ پرو فیسر حجازی چونکہ خود بھی سائنسدان تھا وہ اسے کچھنے کی کوشش کرنے لگا تو پرو فیسر ٹیل نے کہا۔

”یہ ذرا مختلف کام ہے ہم اسے بعد میں دیکھیں گے۔ مطلب صرف

اسا ہے کہ عمران نے ساری صورتحال کا پتہ لگایا۔“

”کچھ یقین تھا۔ جو وہ کہہ رہے ہیں سمجھا۔ معمولی بات نہیں ہے اب سرکاری طور پر کوئی کارروائی ہوگی۔“

”بھئی کمال ہے اسکا سہا اے اے نکلے گا میرا۔ کچھ یقین نہیں تھا۔“

حجازی اور پرو فیسر ٹیل بہت دیر تک باتیں کرتے رہے اور پھر ۱۱ بجے دن بھی انہی تقریباً کے ۱۱ بجے گزر گیا۔ رات کو وہ اٹھ اٹھا رہا تھا

”اس نے رات کو ہی ان لوگوں نے اپنی سوچ بھری کر لی۔ ہر جگہ

جی سنا سنا کر گئی تھی اور یہاں سے وہ اپنے پتہ کر چکے تھے۔ پھر وہ

نکلا ہی تھا کہ بانسری کی دھنیں فضا میں ابھریں بانسری کی آواز سن کر عمران چونکا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ گیا اس وقت بھی وہ نوجوانوں کے درمیان تھا اور شہزور علی اپنی بہادری کی داستانیں سن رہا تھا۔ عمران خوابناک انداز میں کھڑا ہو گیا۔

کیوں خیریت۔

بانسری کی یہ دھنیں مجھے نجانے کیوں اپنی جانب کھینچتی ہیں۔
تم تو مرد ہو یا ران چکروں میں کہاں پڑ رہے ہو۔ کسی نوجوان نے کہا لیکن عمران آہستہ آہستہ ٹہلتا ہوا اس جانب چل پڑا۔ آج بھی کسی نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی اور نہ ہی اس کا تعاقب کیا گیا تھا کچھ نوجوانوں نے اٹھنا بھی چاہا تھا لیکن پروفیسر حجازی نے انہیں روک دیا۔ عمران آگے بڑھتا رہا کافی فاصلے پر اس نے اسی گوالے کو دیکھا۔ جو مست ہو کر بانسری بجا رہا تھا۔ عمران اس کے قریب ٹٹا کر اس کے سامنے بیٹھ گیا گوالہ ایک حسین دھن بجاتا رہا۔ پھر وہ اپنی دھن سے فارغ ہوا تو اس نے عمران کی جانب دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

تم پھر لگے۔

تم بانسری ہی اتنی خوبصورت بجاتے ہو۔
کوئی اور نہیں متاثر ہوتا تمہاری طرح۔
نہیں۔

تمہیں بانسری سے بہت دلچسپی ہے۔

ہاں۔

تو پھر لو۔ یہ بانسری میں تمہیں سوچتا ہوں۔ اس نے بانسری کا رخ عمران کی جانب کیا۔ کوئی دوسرا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ دوران گفتگو کوئی ایسی بات ہو سکتی ہے اور پھر ایک معصوم سا گوالا، لیکن وہ عمران تھا ایک ایک لمحے چوکنارہنے کا عادی۔ گوالے نے بڑی سادگی سے بانسری کے سوراخ کا رخ عمران کی جانب کیا تھا۔ دوسرے لمحے بانسری کے سوراخ سے سفید رنگ کا ایک غبار نکلا جس نے عمران کے چہرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ بانسری کا رخ اس طرف ہوتے ہی عمران نے فوراً سانس بند کر لیا تھا وہ سانس بند کرنے کا باہر تھا اور کافی دیر تک سانس روک سکتا تھا۔ سفید رنگ کے غبار نے اس کے چہرے کو لپیٹ میں لے لیا تھا اور عمران سانس روکے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس غبار کو دیکھ رہا تھا اس نے ہونٹ بھی مضبوطی سے بند کر لئے تھے پھر رفتہ رفتہ وہ جھومنے لگا اور اس کے بعد بے سدھ ہو کر زمین پر اوندھا بیٹ گیا۔ گوالا جلدی سے کھڑا ہو گیا تھا وہ کافی تنومند آدمی تھا اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر تیزی سے جھٹک کر عمران کو اپنے شانوں پر اٹھایا عمران اس کی جسامت تو پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ ہاتھ پیروں کی قوت کا بھی اس نے اندازہ لگا لیا تھا۔ گوالا جس تیزی سے اسے لے کر دوڑ رہا تھا اس پر عمران کو حیرت ہو رہی تھی لیکن اس کے دونوں ہاتھ جھول رہے تھے اور اس نے پورا بدن بے سدھ چھوڑ دیا تھا البتہ اب وہ آہستہ آہستہ

سانس لے رہا تھا۔ غبار کے اثرات اس کے باوجود تھوڑے اثر انداز ہوئے تھے اور اسے اپنی آنکھوں میں جلن سی محسوس ہو رہی تھی۔ گوالا اسے لئے ہوئے دوڑتا رہا اور عمران اطمینان سے آنکھیں کھولے ہوئے اس راستے کا جائزہ لیتا رہا جدھر سے گوالا اسے لے جا رہا تھا۔ پھر مشرقی پہاڑیوں کے قریب پہنچ کر گوالا ایک جگہ رکا اس نے ایک پہاڑی چٹان کے رخنے میں ہاتھ ڈال کر کچھ ٹٹولا اور دوسرے لمحے پہاڑی چٹان اپنی جگہ سے ہٹ گئی تب گوالا اسے سنبھالے ہوئے اندر داخل ہوا۔ فوراً ہی کچھ اور افراد اس کے پاس پہنچ گئے اور گوالے نے عمران کو ان کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

”فوراً اسے باس تک پہنچا دو۔ باس سے کہہ دینا کہ میں لایا ہوں۔ میں واپس اپنی جگہ جا رہا ہوں۔“

”اوکے تم جاؤ۔“ دوسرے لوگوں نے کہا اور پھر عمران کو سنبھال کر آگے بڑھنے لگے ایک کشادہ سی سرنگ تھی جس میں وہ عمران کو آگے لئے جا رہے تھے آگے جا کر یہ سرنگ ایک بڑے سے غار میں تبدیل ہو گئی بالکل ٹھنڈا ماحول تھا۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے ایر کنڈیشن کیا گیا ہے لیکن پہاڑیوں میں یہ سب کچھ بڑا حیران کن مسئلہ تھا اس پاس کے لوگوں کو غالباً اس بات کا گمان بھی نہیں تھا کہ یہاں کوئی ایسا نظام بھی قائم ہو چکا ہے بہر حال یہ کوئی اجنبی بات نہیں تھی عمران کو ایسی بہت سی چیزوں سے واسطہ پڑ چکا تھا۔ غار کے اندر دوسرے غار بھی موجود تھے پھر عمران کو ایک ایسے غار میں لے جا کر لٹا دیا گیا جو کشادہ

تو تھا لیکن بڑا ناہموار اور بے ٹکاسا بنا ہوا تھا اس میں مدھم مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی اور یہ روشنی کسی پراسرار طریقے سے پیدا کی گئی تھی دیواروں پر ایسا پیٹ کیا گیا تھا۔ جس سے روشنی خارج ہو رہی تھی۔ جب عمران کو زمین پر لٹایا گیا تو اس نے آنکھیں بند کر لیں اور صورتحال کا جائزہ لینا بند کر دیا۔ وہ لوگ اسے لٹا کر باہر نکل گئے تو عمران نے آنکھیں کھول کر اس ماحول کو دیکھا۔ غار کافی بڑا تھا لیکن اسے عجیب و غریب شکل دی گئی تھی جگہ جگہ جھاڑیاں اگائی گئی تھیں جو مصنوعی تھیں ان جھاڑیوں میں گہرے موٹے جالے لگے ہوئے تھے ان جالوں میں مکڑیاں بھی نظر آرہی تھیں۔ کہیں کہیں چمگادڑیں بھی چمکی ہوئی تھیں اور ماحول بے حد بھیانک لگ رہا تھا۔ لیکن یہ سب بالکل مصنوعی تھا عمران حیرانی سے اس کا جائزہ لینے لگا۔ کیا مقصد ہے ان لوگوں کا کیا چاہتے ہیں یہ جانتا اسی طرح ممکن تھا کہ خاموشی اختیار کی جائے تقریباً ایک گھنٹہ وہ اسی طرح لیٹا رہا اور اس کے بعد اٹھ کر بیٹھ گیا اگر ان لوگوں کا یہ خیال ہو کہ بے ہوشی کتنی طویل ہو سکتی ہے تو اب انہیں یہ یقین آگیا ہوگا کہ اسے ہوش آگیا ہے۔ عمران منہ سے ڈری ڈری آوازیں نکالنے لگا اور اس کا نتیجہ عمران کی توقع کے مطابق ہوا دفعتاً ہی عقب سے ایک تیز روشنی نمودار ہوئی اور عمران سم کر اس جانب دیکھنے لگا۔ روشنی کا دھبہ سفید تھا آہستہ آہستہ وہ دھبہ بڑھتا چلا گیا اور پھر تیز روشنی میں لیٹا ہوا ایک وجود ایک دیوار سے ٹکل کر آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا عمران دہشت زدہ انداز میں سمٹ رہا تھا۔ وہ دھبہ

نمایاں ہوا تو عمران نے دیکھا کہ سفید لباس میں ملبوس ایک اچھائی
 بوڑھا شخص اس کے سامنے ہے۔ خدو خال مقامی نہیں تھے لیکن وہ
 بہر طور میک اپ میں نہیں معلوم ہوتا تھا۔ بڑی سی لمبی داڑھی سینے پر
 لٹکی ہوئی تھی جو برف کی طرح سفید تھی۔ سر کے بال بھی لمبے لمبے اور
 بالکل سفید تھے یہاں تک کے بھنویں بھی سفید تھیں اس کے ہرے
 کی جھریاں اس کی شخصیت سے ہم آہنگ تھیں اور اس کی آنکھیں عمران
 پر جمی ہوئی تھیں۔ عمران سخت دہشت میں مبتلا نظر آنے لگا۔ تب بوڑھا
 اس سے کچھ فاصلے پر آکر کھڑا ہو گیا اور اس نے عمران کی طرف انگلی اٹھا
 کر کہا۔

”کون ہو تم۔“ زبان پاکیشیائی ہی تھی۔ لیکن لہجے میں فرق تھا۔

”مم۔ معاف۔ معاف۔ معاف۔ معاف۔“ عمران نے ہاتھ جوڑ کر
 کہا۔

”نہیں۔ ڈرنے کی ضرورت نہیں ہم شہنشاہ جنت ہیں اور تجھ سے
 گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ اطمینان رکھو تمہیں نقصان نہیں پہنچایا جائے
 گا۔“

”مم میں۔ مم میں۔ میں بہت بہت معافی مانگتا ہوں۔ معاف کر دو
 مجھے معاف کر دو شہنشاہ جنت۔“

”ہم تجھ سے کہہ رہے ہیں کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کے لئے
 ہم نے تمہیں نہیں بلایا۔ اصل میں صدیوں پہلے یہ علاقہ ہماری ملکیت
 تھا ہم یہیں رہتے تھے ہمارا پورا قبیلہ یہاں آباد تھا لیکن پھر کچھ ایسے

علاقے آئے کہ ہم کچھ عرصے کے لئے ترک سکونت کر کے جہاں سے
 بچے گئے۔ لیکن زمین جس کی ہوتی ہے اسی کی ملکیت ہوتی ہے۔ یہاں
 آبادیاں بھی ہو گئیں لوگ بھی رہنے لگے لیکن یہ بری بات تھی اب
 ہم اپنے قبیلے کے ساتھ واپس آگئے ہیں تو تم لوگوں کو یہ علاقہ خالی
 کر دینا چاہئے ہم نرم دل اور نیک طبیعت ہیں انسانوں کو نقصان
 نہیں پہنچانا چاہتے۔ لیکن اگر تم لوگوں نے اپنی یہ برائیاں جاری
 رکھیں تو پھر ہم بھی مجبور ہو جائیں گے کہ تمہیں تباہ و برباد کر دیں۔ وہ
 درندے ہمارے پیچھے ہوئے ہوتے ہیں۔ لیکن ابھی انہوں نے زیادہ
 انسانوں کو نقصان نہیں پہنچایا تم لوگ جو کوئی بھی ہو جہاں سے بھی
 آئے ہو ہم تمہیں یہ بتاتے ہیں کہ فوراً ہی یہ جگہ چھوڑ دو اور ادھر کا رخ
 نہ کرو اب تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔

”مم۔ مم۔ میرا نام میرا نام عمران ہے شہنشاہ جنت۔“

”تمہارے ساتھ جو لوگ آئے ہیں وہ کون ہیں۔“

”ان میں سے ایک ان علاقوں کا مالک رانا بختیار ہے۔ باقی سب
 اس کے مہمان ہیں کچھ اس کے بیٹے بیٹیاں ہیں۔“ عمران ڈری ڈری
 آواز میں بولا۔

”مجھے کسی سے کوئی پر خاش نہیں ہے۔ میں کسی کو نقصان نہیں
 پہنچانا چاہتا۔ لیکن رانا بختیار سے کہہ دینا کہ یہ علاقے اس کے نہیں ہیں
 بلکہ شہنشاہ جنت کی ملکیت ہیں۔ ان علاقوں کو چھوڑ دے جہاں رہ رہا
 ہے وہاں رہتا رہے۔ لیکن اپنی آبادیوں کو خالی کرادے اگر ایسا نہ ہوا

تو پھر اس کے لئے اور یہاں کے رہنے والوں کے لئے خوفناک جہابی کے
سو اور کچھ نہیں ہے۔ ان درندوں پر گویاں چلائی جاتی ہیں جبکہ تم نے
دیکھا ہو گا کہ وہ گویاں ان پر اثر نہیں کرتیں کچھ اس کے بعد اگر ان
درندوں پر گویاں چلائی گئیں تو یہ گویاں واپس پلٹ کر انہی لوگوں
کو جا لگیں گی جنہوں نے یہ گویاں چلائی ہوں گی۔ میں انسانی
زندگیوں کو ختم نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہی ہونا
چاہئے۔

عظیم شہنشاہ جنت کیا یہ سارا علاقہ آپ کا ہے۔ عمران نے
معصومیت سے پوچھا۔

ہاں۔

کیا میں آپ کے اس گھر کو دیکھ سکتا ہوں۔

نہیں تم یہ سب کچھ نہیں دیکھ سکتے۔ تمہارے اندر یہ دیکھنے کی
تاب نہیں۔

مم۔ معافی چاہتا ہوں میں نے کبھی جنوں کا گھر نہیں دیکھا۔

اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ میں نے یہاں تمہیں صرف اس لئے
بلایا ہے کہ تمہارے ذریعے اپنا یہ پیغام ان لوگوں کو دے دوں۔ سنو
ہم خاموشی سے یہاں اپنے قبیلے کو آباد کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ہمیں مجبور کیا
گیا تو پھر ان لوگوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اب جس قدر جلد
ممکن ہو سکے یہ جگہ چھوڑ دو۔ یہ بات تمہیں پہلی اور آخری بار بتا رہا
ہوں۔

لھیک ہے شہنشاہ جنت۔ مم۔ مجھے۔ مجھے جانے کی اجازت دی
جائے۔ عمران نے کہا اسی وقت بولے آدمی نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور
اس کے ہاتھ سے ویسا ہی ایک غبار دوبارہ نکلا اور عمران کے چہرے پر
پڑا لیکن اس وقت بھی وہی عمل کیا گیا تھا۔ عمران نے آنکھیں بند کر
کے سانس روک لیا اور غبار چند لمحات اس کے چہرے کے گرد پھیلا رہا
پھر ختم ہو گیا۔ عمران نے بے ہوش ہو جانے کی لاجواب اداکاری کی
تھی۔ واپسی کا سفر بھی اسی طرح ہوا تھا۔ لیکن باہر آنے کے بعد چار آدمی
اسے لے کر چلے گئے اور ایک ایسی جگہ لے جا کر چھوڑ دیا تھا جو ان
لوگوں کی قیام گاہ سے کافی فاصلے پر تھی۔ جب وہ عمران کو وہاں ڈال کر
چلے گئے تو عمران نے آنکھیں کھول کر انہیں دیکھا اور اس کے ہونٹوں
پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کے منہ سے آہستہ سے نکلا۔

شہنشاہ جنت۔ میرا تمہارا بالکل مناسب تعارف ہوا ہے۔ بلکہ
بروقت ہوا ہے اس تعارف کی اشد ضرورت تھی۔ اس سلسلے میں تمہارا
شکر یہ ادا کرنا چاہیے۔ عمران کو اندازہ نہیں تھا کہ وہ جگہ کونسی ہے
جہاں اسے واپس لایا گیا ہے۔ لیکن فوراً ہی ہوش میں آکر چل پڑنا
خطرناک بات ہو سکتی ہے ممکن ہے کچھ نگاہیں اس کا جائزہ لے رہی
ہوں۔ چنانچہ وہ دیر تک وہیں پڑا رہا۔ اسے وقت کا اندازہ بھی تھا۔ اتنی
دیر ہو گئی تھی کہ حجازی وغیرہ نے یہ پورا علاقہ چھان مارا ہو گا اور اس
بات پر متفق ہو گئے ہوں گے کہ عمران صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے
یہی شکر تھا کہ جو زف جاچکا تھا ورنہ وہ نہانے کیا کر ڈالتا۔ ویسے اسے

خوشی تھی کہ اس سلسلے میں صورتحال کا اندازہ لگا کر اس نے بلیک
زیرد اور سر سلطان سے جو مدد طلب کی ہے وہ بالکل مناسب ہے۔ یہ تو
ایک انسانی عمل تھا کہ اس شہنشاہ جنت نے مہربانی سے کام لے کر
اسے خود اپنا گھر دکھا دیا تھا۔ بس اتنا سا افسوس ضرور تھا کہ اس نے
شہنشاہ میں آکر اپنی کارکردگی کی تفصیل نہیں بتائی تھی۔ ورنہ کام اور
آسان ہو جاتا۔ بہر حال یہ بھی غنیمت ہو اور پھر یہی سوچتے ہوئے کچھ دیر
انتظار کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔ لباس جھاڑا اور سمت کا اندازہ کر کے
اپنے ساتھیوں کی طرف چل پڑا۔

جوزف دارالحکومت پہنچ گیا اور اس کے بعد اس نے سید حادثہ
منزل کا رخ کیا تھا۔ بلیک زیرد کو اتنا علم تھا کہ عمران کسی خاص
مقصد کے تحت رانا گڑھی گیا ہے۔ لیکن چونکہ تفصیل خود عمران کے
علم میں مکمل طور پر نہیں تھی اس لئے عمران نے اسے بھی کوئی خاص
بات نہیں بتائی تھی اور اس کے بعد سے بھی عمران سے کوئی رابطہ
نہیں ہو سکا تھا۔ جوزف کو دیکھ کر بلیک زیرد سنبھل گیا اور جوزف
اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

ہاں جوزف۔ کیا عمران صاحب واپس نہیں آئے۔
نہیں مسٹر طاہر۔ انہوں نے آپ کے لئے یہ ایک پیغام بھیجا
ہے۔ جوزف نے وہ لفافہ نکال کر بلیک زیرد کے سامنے کر دیا اور
بلیک زیرد لفافے سے پرچہ نکال کر پڑھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں دلچسپی
کے تاثرات پھیل گئے تھے۔ پھر اس نے جوزف سے کہا۔

تمہیں والیسی کی کوئی ہدایت کی گئی ہے۔

نہیں مسز طاہر۔ بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ اس کے بعد میں نہیں رہوں۔

او کے۔ پھر بلیک زیرو اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا۔ دانش منزل میں ایک زبردست ریکارڈ روم تھا جو انڈر گراؤنڈ تھا اور اس میں جو کچھ موجود تھا لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ بلیک زیرو تقریباً چھ گھنٹے تک ریکارڈ روم سے مختلف ریکارڈ نکالتا رہا تھا اور بالآخر اس نے ایک فائل حاصل کر لیا تھا فائل میں لگی تصویر اور اس کے متعلق تفصیلات دیکھنے کے بعد بلیک زیرو نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ پھر اس نے سر سلطان سے رابطے کی کوشش شروع کر دیں اور اس میں کامیاب ہو گیا۔ بلیک زیرو کی آواز پہچان کر سر سلطان نے کہا۔

ہاں طاہر خیریت۔

سر آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں عمران صاحب کی ہدایت پر۔

ٹھیک ہے کہاں ملنا پسند کرو گے۔

سر جہاں آپ حکم دیں۔

میرے خیال میں رانا ویلس بہتر جگہ ہے کیونکہ میں تمہیں اپنی کوٹھی پر نہیں بلانا چاہتا دوسری جگہیں بھی مخدوش ہو سکتی ہیں۔

آپ جو حکم دیں سر۔

آدھ گھنٹے کے اندر رانا ویلس پہنچ جاؤ۔

بہت بہتر۔

کوئی ایر جیسی تو نہیں ہے۔

نہیں سر۔ بلیک زیرو نے جواب دیا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ پھر دانش منزل سے باہر نکل آیا۔ پھر اس کی کار رانا ویلس میں داخل ہو گئی اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے رانا ویلس میں سر سلطان کا استقبال کیا اور ان کے ساتھ نشست کے کمرے میں آ بیٹھا۔

سر یہ خط عمران صاحب نے مجھے بھجوایا تھا۔ وہ ان دنوں رانا گڑھی گئے ہوئے ہیں۔ مجھے اس خط کے مطابق کام کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ سر سلطان نے لفافہ بلیک زیرو سے لیا اور اس میں سے پرچہ نکال کر پڑھنے لگے۔ لکھا تھا۔

بلیک زیرو۔ تمہیں ٹرائف کے نام سے شروع ہونے والے کسی جرمن سائنسدان کا ریکارڈ تلاش کرنا ہے۔ اس کا پورا نام ابھی تک علم میں نہیں آسکا۔ اس کے نام کے ساتھ ایک مخصوص تھیوری وابستہ ہے جس میں وہ کوئی فارمولا مثلر کے لئے تیار کر رہا تھا کہ مثلر زوال پذیر ہو گیا۔ اس کی ہسٹری معلوم کرنے کے بعد تم سر سلطان سے ملو گے اور انہیں میری طرف سے درخواست کرنا کہ یہاں رانا گڑھی کی مغربی پہاڑیوں میں ایک ویلپ کھیل کا آغاز ہوا ہے۔ رانا گڑھی کے رانا بختیار نے رپورٹ دی تھی کہ ان علاقوں میں کچھ ایسے پراسرار درندے دیکھے جا رہے ہیں جو درندوں کی عام جسامت سے بہت زیادہ بڑے ہیں اور ان درندوں نے آس پاس کی بستیوں میں رہنے والے انسانوں کو شدید نقصانات پہنچائے ہیں۔ یہ درندے پراسرار طریقے

سے نمودار ہوتے ہیں اور اچانک ہی غائب ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے معصوم لوگوں میں یہ آسپی درندے تصور کئے جانے لگے ہیں اور اس پاس کے علاقے خالی ہوتے جا رہے ہیں۔ میں نے پروفیسر تجازی اور پروفیسر میل کے ساتھ یہاں آنے کے بعد صورتحال کا مختصر سا جائزہ لیا ہے اور باآسانی مجھے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ ان پہاڑیوں میں کوئی سر پھرا سائنسدان اپنے تجربات میں مصروف ہے اور کسی خاص مقصد کے لئے اس علاقے کو آسیب زدہ قرار دے کر کوئی کارروائی کرنا چاہتا ہے ویسے تو بہت سے پروگرام ترتیب دیئے جاسکتے ہیں۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ وقت ضائع کئے بغیر اس شخص کو قابو میں کر لیا جائے اور اس کے لئے میری چند تجاویز ہیں جو میں ارسال کر رہا ہوں۔ جغرافیائی کیفیت کے لحاظ سے رانا گڑھی کے مشرق میں اس جگہ سے تقریباً سو میل کے فاصلے پر ہمارا سیکڑ بلیو ہے۔ سیکڑ بلیو چھاؤنی۔ بڑا وسیع اور کشادہ علاقہ ہے۔ یہاں ہیلی پیل بھی بنے ہوئے ہیں اور ہیلی کاپٹر باآسانی اتر سکتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ کچھ ایمرجنسی اسکوڈ ہیلی کاپٹروں کے ساتھ یہاں بھیج دیئے جائیں اور ان کا ایک گروپ ترتیب دے دیا جائے۔ میں نے جوزف کو کچھ اور بھی ہدایت کی ہے جن کے تحت میرا اس گروپ سے رابطہ ہو سکتا ہے۔ ہیلی کاپٹروں کی سروس میں اس لئے چاہتا ہوں کہ وہ پراسرار درندے جو کسی مشینی عمل سے پیدا کئے جاتے ہیں نقصان پہنچانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ زمین پر ان کے خلاف کوئی موثر کارروائی نہیں ہو سکے گی جبکہ فضا سے ان کے لئے

سب کچھ کیا جاسکتا ہے۔ یہ ایمرجنسی اسکوڈ اگر ممکن ہو سکے تو بہت کمزور وقت میں سیکڑ بلیو پہنچا دیا جائے اور اسے ہدایات دے دی جائیں کہ جب بھی انہیں اشارہ ہو وہ ہیلی کاپٹروں سے مشرقی علاقے کو گھر لیں انہیں تمام ضروری ہتھیاروں سے لیس ہونا چاہئے تاکہ ہمیں رینگنے میں آسانی ہو۔ علی عمران۔

سر سلطان کے پھرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ وہ پر خیال انداز میں رخسار کھجانے لگے۔ پھر انہوں نے آہستہ سے کہا۔
"حیرت انگیز۔"

"جی سر۔" بلیک زرو نے مختصر سا جواب دیا۔

"اچھا بلیک زرو۔ ظاہر ہے اس کے لئے کچھ وقت درکار ہو گا لیکن بہت مختصر وقت میں میں یہ کارروائی مکمل کر لوں گا۔" سر سلطان نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور بلیک زرو بھی اٹھ گیا۔ پھر اس نے سر سلطان کو ان کی کار تک پہنچایا اور کار کے جانے کے بعد اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے واپس نکل آیا۔

رانا بختیار تو پہلے بھی تشویش کا اظہار کرتا رہا تھا اتنے مخدوش حالات میں عمران کا اس طرح دوسروں سے علیحدہ ہو جانا اصولی طور پر غلط تھا لیکن رانا بختیار ہی کیا پروفیسر ٹیل اور حجازی کے علاوہ کوئی بھی عمران کی اصل شخصیت سے واقف نہیں تھا اس لئے کوئی بھی کھل کر نہیں بولتا تھا ورنہ رانا بختیار بس اپنی ذمہ داری نبھا رہا تھا راؤ غصتفر باہر سے آیا ہوا تھا اور یہ حالات اتفاقیہ طور پر پیش آگئے تھے رانا بختیار کسی بزدلی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس سے اسے شرمندگی ہوتی دل ہی چاہتا تھا کہ واپس چلا جائے۔ سیدھے سیدھے معاملہ پولیس کے حوالے کر دے۔ حکومت جانے اور اس کا کام۔ بس استیہی کیا جاسکتا تھا اپنی آبادیوں کے بارے میں کہ پولیس کی مدد حاصل کر لیتا لیکن واقعات کچھ اس طرح بن گئے تھے کہ رانا بختیار کو ان میں دلچسپی پڑا تھا۔ اور پھر چونکہ حالات کچھ ایسے تھے کہ اس کی دلچسپی بھی اس میں شامل ہو

گئی تھی اس لئے پروفیسر حجازی کو اطلاع دے دی لیکن اب وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ جہاں زیادہ در رک کر وہ اپنے بچوں کی زندگی کا خطرہ مول لے رہا ہے جس طرح لعل خان کا بیٹا درندے کا شکار ہو گیا تھا۔ ویسے پروفیسر حجازی اور اس کے ساتھیوں نے جہاں آنے کے بعد درندے کو ایک بار ناکامی سے دوچار کیا تھا لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے کوئی ایک درندہ تو ہے نہیں جیسا کہ شہر دار و فخرہ سے علم میں آیا تھا۔ عمران اس وقت بھی چلا گیا تھا اور سب ہی کے ذہنوں میں تشویش تھی کوئی اور اس لئے ہمت نہیں کر پا رہا تھا کہ زندگی کا خطرہ تھا نوجوان بیشک پر جوش تھے لیکن صورتحال سے وہ بھی خوفزدہ تھے سامنے موجود کسی قوت سے جسمانی طور پر مقابلہ کیا جاسکتا ہے لیکن ایسی پراسرار قوتوں سے جو کبھی ہی میں نہ آئیں کون مقابلہ کر سکتا ہے رفتہ رفتہ خاموشی چھاتی گئی وہ لوگ عمران کی واپسی کے منتظر تھے لیکن جب کافی دیر گزر گئی اور کوئی نشان نہ ملا تو راؤ غصتفر ہی نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”وہ واپس نہیں آیا۔“

”ہاں۔“

”اور آپ لوگ بڑے پرسکون بیٹھے ہوئے ہیں۔“

”کیا کریں پھر۔ پروفیسر حجازی ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ وہ کہاں گیا اور اس کی واپسی کے کیا امکانات ہیں۔“ رانا بختیار کے لہجے میں کسی قدر تلخی پیدا ہو گئی حجازی بھی کوئی بہت بڑی بات نہیں کہہ سکتا تھا

عمران بھی آخر انسان ہی ہے چوک ہو سکتی ہے اس سے۔ اب ضرورت سے زیادہ اعتماد تو حماقت ہوتا ہے۔ تقریباً ایک گھنٹہ گزر گیا تو راؤ غصنتفر ہی نے کہا۔

کمال کر رہے ہیں آپ لوگ۔ اس کی خبر نہیں لیں گے۔

ہاں میرا خیال ہے اب اسے دیکھنا چاہئے۔ اور پھر سب لوگ عمران کی تلاش کے سلسلے میں نکل پڑے۔ اسٹین گن برداروں کو بھی ساتھ لے لیا گیا تھا اور وہ چوکنے چل رہے تھے۔ پروفیسر ٹیل، ڈی بی ایل سب ہی ساتھ تھے اندازے کے مطابق وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے بانسری کی آواز ابھر رہی تھی لیکن وہاں کسی انسانی وجود کا نام و نشان نہیں ملا تھا پھر دور دور تک تلاشی لی جانے لگی اور اس کے بعد ان کے دلوں میں وحشت پیدا ہو گئی۔ پروفیسر حجازی اور پروفیسر ٹیل بھی اب پریشان نظر آنے لگے آخر عمران کہاں چلا گیا۔ دور دور تک کے علاقے نگاہوں کے سامنے تھے اور کہیں بھی کوئی نشان نہیں مل رہا تھا یہ بڑی تعجب کی بات تھی۔ راؤ غصنتفر ہونٹ بھینچ کر بولا۔

”بہر حال آپ لوگوں کا اپنا ایک انداز ہے لیکن میں بنیادی طور پر اس کے عمل سے اتفاق نہیں کرتا تھا میرا خیال ہے اسے کوئی حادثہ پیش آگیا ہے۔“

”نہیں۔“ حجازی کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

”آپ نے اس کی تنہا ذات پر بہت بھروسہ کر لیا تھا حجازی صاحب بہر حال اخلاقی طور پر میں اس کے لئے پریشان ہوں لیکن ذمہ داری آپ

لی کی ہے۔“

کہاں جاسکتا ہے وہ۔“

آسمان میں تو پرواز نہیں کر گیا ہو گا میرے خیال میں انسان ہی ہے۔ راؤ غصنتفر نے تلخ لہجے میں کہا۔ نوجوان بہت پر جوش ہو گئے تھے عمران کی شخصیت ان سب ہی کے لئے دلچسپ تھی اور وہ اسکے ساتھ بہت ہی لطف محسوس کرتے رہے تھے انہیں ایک طرح سے انسیت ہو گئی تھی اس سے۔ اس جیسی شخصیت کے ساتھ کسی حادثے کے تصور نے انہیں پریشان کر دیا تھا چنانچہ بزرگوں کی ہدایات نظر انداز کر دی گئیں تین تین چار چار افراد کی ٹولیاں بنالی گئیں احتیاطاً ایک ایک اسٹین گن بردار کو ساتھ لے لیا گیا اور اسکے بعد وہ عمران کی تلاش میں نکل پڑے بزرگ بھی اب انہیں روکنے کی کوشش نہیں کر رہے تھے۔ رانا بختیار بے حد خوفزدہ تھا پھر نجانے کب تک وہ عمران کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ ایٹشل گم سم تھی لیکن اس نے شینا کی آنکھوں میں بھی آنسو دیکھے تھے اور وہ عجیب سے احساسات کا شکار ہو گئی تھی۔ واقعی یہ انوکھا انسان جس سے ملاقات کیے ہوئے ابھی چند ہی روز گزرے تھے ان لوگوں کے دلوں میں عجیب طرح سے بس گیا تھا اور وہ اسکے ساتھ پیش آنے والے کسی حادثے کے بارے میں سوچ کر ہی اپنے دل کو ڈوبتا ہوا محسوس کرنے لگے تھے پھر طویل ترین علاقہ چھان مارا گیا اور عمران کا کوئی نشان نہیں ملا۔ بحالت مجبوری وہ واپس پہاڑیوں میں آگئے تھے پروفیسر ٹیل بھی پریشان تھا اور پروفیسر حجازی بھی۔ ٹیل نے

کہا۔

"اس کی اس قدر خود اعتمادی کیا غیر مناسب نہیں تھی۔" وہ میرے احکامات کی تعمیل نہیں کرتا اسے کسی کام سے روکنے کے لئے صرف کہا ہی جاسکتا ہے۔ میں کسی بھی طور اسے اس کی مرضی کے خلاف مجبور تو نہیں کر سکتا۔" پروفیسر حجازی نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے وہ گیا۔" پروفیسر ٹیل نے کہا۔

"ایسا نہ کہو پروفیسر ٹیل۔ مجھے اس سے بے پناہ محبت ہے اور نبھانے کیوں میرا دل اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ وہ کسی حادثے کا شکار ہو گیا ہے۔ تم دیکھ لینا وہ دور کی کوڑی ہی لائے گا۔" پروفیسر حجازی نے کہا اور پروفیسر ٹیل عجیب سا منہ بنا کر خاموش ہو گیا۔ لگاہیں اب بھی ادھر ادھر بھٹک رہی تھیں اور وقت گزرتا جا رہا تھا۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں آپس میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے اور طے یہ کیا تھا کہ کل دن کی روشنی میں مسلوں دور کا علاقہ چھان مارا جائے گا اور زمین کے چپے چپے کو دیکھا جائے گا۔ سب اس بات پر اتفاق کر رہے تھے کہ اگر آسبہ درندے بھی ان کا راستہ روکیں گے تو وہ ان کی پرواہ نہیں کریں گے۔ رات آہستہ آہستہ گزرتی رہی اور اس وقت گزر گیا کہ اب عمران کی واپسی کا تصور ان کے ذہنوں سے نکل گیا سب ہی کو یقین ہو گیا کہ وہ کسی بدترین حادثے کا شکار ہو کر دنیا چھوڑ بیٹھا ہے لیکن نبھانے کیوں لگاہیں اب بھی ادھر ادھر بھٹک رہی تھیں کئی گھنٹے گزر گئے کہ اچانک ان میں سے کسی نے ایک انسانی سائے کو محسوس کیا

اور پھر وہ چل پڑا۔

"وہ دیکھو وہ۔ وہ کون ہے؟" وہ کون ہے؟" سب ہی اس آواز پر اس جانب متوجہ ہو گئے آنے والا آہستہ آہستہ آگے بڑھتا چلا آ رہا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد نوجوان بے قابو ہو گئے اور خوشی سے اچھل کر دوڑے اور تھوڑی دیر کے بعد عمران کے قریب پہنچ گئے۔ عمران خوش و غرم نظر آ رہا تھا اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی وہ اس کو ٹٹولنے لگے تو عمران نے کہا۔

"اے۔ اے۔ گد گدیاں ہو رہی ہیں۔ یہ کیا کر رہے ہو تم۔"

"تم زخمی تو نہیں ہو۔"

"نہیں۔"

"ارے تمہارے کوئی زخم تو نہیں آیا۔"

"لگ تو رہا ہے۔ فیصلہ کر کے بتاؤں گا۔" عمران نے کہا بہر حال وہ لوگ عمران کو لے کر واپس پہاڑیوں میں آگئے تھے پروفیسر ٹیل کڑی نگاہوں سے عمران کو دیکھ رہا تھا اور پروفیسر حجازی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"کہاں چلے گئے تھے آپ مسٹر عمران۔"

"مباحثہ ہے آج میں الف ہیلی کے چکر میں پڑ گیا تھا۔"

"کیا مطلب اس میں؟" ہیلی کہاں سے آگئی۔"

"معلوم نہیں۔ تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہیلی گھری نے جو کچھ میرے

ساتھ کیا ہے بس کیا بتاؤں۔"

نیلی گہری۔ ایک لڑکی بول پڑی۔

ایں۔ ہاں۔ اوہ۔ بس کیا بتاؤں میں آپ لوگوں کو۔ نیلی گہری
اف۔ ابھی آپ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا میرے کوئی زخم لگا ہے تو۔
تو۔ عمران نے کہا اور پھر شرمانے ہوئے انداز میں خاموش ہو گیا۔
ایک بار پھر مسکراہٹوں کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا نعمان کہنے لگا۔

آگے ناں عمران صاحب بھی خدا کی قسم اگر اب یہ ہمارے پاس
سے چلے گئے تو ہم ان کی کمی پوری نہیں کر سکیں گے۔

مگر تم چلے کہاں گئے تھے۔ پروفیسر حجازی نے پوچھا۔

آپ نے بانسری کی وہ دھنیں سنی تھیں۔

ہاں۔

وہ مجھے بلارہی تھیں۔

کیوں۔

نیلی گہری۔

کیا بکواس ہے۔

نہیں خدا کے لئے اس کا نام اس بیدردی سے نہ لیجئے۔ وہ اتنی
حصین تھی کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتا۔ بانسری بجا رہی تھی مجھے دیکھ
کر مسکرائی اور ساتھ آنے کا اشارہ کیا اس کی بانسری کی دھنیں اتنی
خوبصورت تھیں کہ میں بھلا کیسے رکتا۔ چل پڑا اس کے ساتھ اور پھر
میں نے ایک عجیب و غریب دنیا دیکھی۔ آہ۔ اسے الفاظ میں بیان نہیں
کر سکتا نیلی گہری نے میری خوب خاطر مدارات کی آپ دیکھئے میرے

م سے اب بھی زعفران کی خوشبو آ رہی ہے۔ یہ نہیں کیا کھلایا اس
نے۔ بڑی خاطر مدارات کی میری اور آخر میں مجھے رخصت کرتے ہوئے
اپنا ایک پردیا مجھے اور کہنے لگی کہ عمران میرے لائق جو بھی خدمت ہو
مجھے بتا دینا۔ بس پھر وہ مجھے میری سرحدوں تک چھوڑ گئی۔

کیا ہانک رہے ہو یا۔ راؤ غصنفر نے بیزارتی سے کہا۔

آپ جھوٹ کچھ رہے ہیں۔

ذرا دکھاؤ وہ پر مجھے۔

نہیں۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ایک محبت بھرا تحفظ ہے لیکن
میں آپ کو بتائے دے رہا ہوں کہ اس پر سے ہمارے ہزاروں کام نکل
جائیں گے آپ اسے بے پر کی نہ سمجھیں صحیح معنوں میں وہ پردار ہے اور
اب آپ لوگ مجھے سونے دیجئے رات ختم ہونے کو ہے اس نے مجھ سے
وعدہ کیا تھا کہ میرے خوابوں میں آنے گی۔ میں خواب دیکھنا چاہتا
ہوں۔ عمران نے کہا اور ایک طرف مڑ گیا۔ ہنسنے مسکرانے والے
ہنس رہے تھے لیکن وہ جن کی نیندیں غراب ہوئی تھیں اور جو عمران
کے لئے تشویش کا شکار رہے تھے ان کا موڈ کافی حد تک غراب تھا مگر
عمران کو اس کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی تھوڑی ہی دیر کے بعد اس کے
غرائے سنائی دینے لگے اور پروفیسر حجازی نے گہری سانس لے کر کہا۔
میں یہی چاہتا تھا کہ آپ لوگ آرام سے سو جائیں جس دیوانے کو
میں اپنے ساتھ لایا ہوں وہ لاکھوں کو دیوانہ بنانے کی صلاحیت رکھتا
ہے مگر اس نے نہیں کہہ سکا کہ آپ سو چیں گے کہ کہیں میری اس سے

کوئی دشمنی نہ ہو۔ وہ تو خطرے میں ہے اور میں نے اسے نظر انداز کر دیا اب براہ کرم تھوڑی دیر آرام کر لیجئے کل صبح ہم کچھ اہم فیصلے کریں گے۔" پروفیسر ٹیل اور ڈی بی ایل منہ بنا کر ایک جانب مڑ گئے تھے ایشل ان سے کچھ فاصلے پر ایک پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی تھی۔ شینا بے قرار تھی کہ کسی طرح سوتے ہوئے عمران کے قریب جا کر اسے دیکھے اور پھر دور سے صبح کی سفیدی نمودار ہونے لگی تھی۔

دوسری صبح ان سب نے عمران کو دوبارہ گھس لیا تھا اور عمران انہیں اپنی وہی کہانیاں سناتا تھا۔ نوجوان قہقہے لگا رہے تھے۔ بڑوں کو غصہ آرہا تھا۔ لیکن سب ہی بے بسی کا شکار تھے جو کچھ وہ کہہ رہا تھا اس میں ترمیم کیسے کر سکتے تھے۔ شہزور علی نے پوچھا۔

"تم اچھے انسان ہو دوست۔ مجھے یقین ہے جھوٹ نہیں بول رہے ہو گے۔ لیکن اس دور میں پریوں کا تصور کیا جاسکتا ہے۔ تم اسے نیلی گھری کیوں کہہ رہے ہو۔"

"اس لئے کہ وہ نیلی تھی۔"

"مگر گھری بھی تھی کیا۔"

"تو اور کیا۔"

"گھریاں خوبصورت ہوتی ہیں۔" شہزور علی نے دوسروں سے

پوچھا۔

”یہ اپنی اپنی نظر کی بات ہے۔ سچ ہے وعدے کی کتنی پکی ہے وہ۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ رات کو میرے خوابوں میں آنے گی۔ آگئی اور اس کے بعد ہم نجانے کہاں کہاں کی باتیں کرتے رہے۔ ویسے اسے نموتھی والٹن بہت پسند ہے۔ اداکاراؤں میں جنیالو لو بر جینڈا کی عاشق ہے۔ انگریزی فلمیں بہت دیکھتی ہے۔ کہنے لگی کہ عمران تم نے اسے سچ آف کلاس دیکھی ہے۔ بڑا اچھا ذوق ہے اس کا۔“

”چھوڑنے کے ماہر معلوم ہوتے ہو۔ ایک نوجوان بولا۔“
”ٹھیک ہے تم یقین نہ کرو۔ دیکھو یہ پردیکھو۔“ عمران نے جیب میں ہاتھ ڈال کر کوئی چیز نکالی اور ان کے سامنے کر دی۔ وہ سب عمران کا ہاتھ دیکھنے لگے جو خالی تھا۔

”یہ پر اس نے اپنے بازو سے نوچ کر دیا ہے مجھے۔“
”کہاں ہے بھائی۔“

”اماں۔ کیا بینائی خراب ہو گئی ہے۔ یہ نظر نہیں آ رہا تمہیں۔“
عمران نے برا ماننے والے انداز میں کہا اور پھر سب کے چہروں کو دیکھ کر بولا۔

”اوہ۔ مائی گاڈ اس کا مطلب ہے تمہیں واقعی نظر نہیں آ رہا۔ یہ بھی ایسی ہی بات ہو سکتی ہے یعنی یہ کہ جس سے تعلق ہو اسے نظر آئے اور جس سے تعلق نہ ہو وہ نہ دیکھ پائے۔ ایسا ہی لگتا ہے مجھے۔“
”چھوڑتے رہو۔ چھوڑتے رہو۔“

”میرا دماغ خراب ہے۔ جو میں تمہارے درمیان چھوڑوں گا۔“

عمران نے کہا اور وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔
”میرے خیال میں یہ آدمی پاگل تو نہیں ہے۔ لیکن دوسروں کو پاگل بنانے کی بے پناہ صلاحیت رکھتا ہے۔“ شہزور علی نے کہا۔
”وہ کسی سے کہہ تو نہیں رہا کہ اس کی بات پر یقین کیا جائے پھر آپ لوگ اس سے سوالات کیوں کر رہے ہیں۔“ شینا نے برا ماننے والے انداز میں کہا۔

”نو بے بی نو اس طرح کسی کی مدد پر آمادہ نہیں ہو جاتے لوگ گہری نظروں سے دیکھنے لگتے ہیں۔“ ندیم نے مذاق کیا۔

”تو دیکھتے رہیں ہم لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے۔“ شینا نے تیز لہجے میں کہا اتنی دیر میں عمران پروفیسر حجازی وغیرہ کے پاس جا بیٹھا تھا۔ پروفیسر حجازی بے چین تھے کہ تنہائی میں عمران سے کچھ بات کریں۔ لیکن سب ہی مجبوس تھے اس لئے موقع نہیں مل رہا تھا۔
عمران نے یہاں بھی اپنی وہی کہانی جاری رکھی کہنے لگا۔

”نیلی گہری کہتی ہے کہ ہر مشکل کا حل موجود ہوتا ہے اور اگر کوئی اس کے لائق خدمت ہو تو اسے بتائی جائے۔“

”ارے بھائی تو اس سے کہہ دو کہ ان آسبی درندوں کا خاتمہ کر دے۔“ راؤ غصتفر نے ہنس کر کہا اور عمران نے مستعدی سے جیب میں ہاتھ ڈال کر وہ نادیدہ پر نکال لیا۔ جس کا کوئی وجود نہیں تھا۔ لیکن یہ پر اس کی کہانی میں شامل ہو گیا تھا۔ اس نے کہا۔

”نیلی گہری۔ یہ لوگ میری باتوں کو جھوٹ سمجھ رہے ہیں۔ میں

انہیں جہارے وجود کا یقین دلانا چاہتا ہوں۔ ہاں۔ ہاں۔ ہاں۔ اچھا۔
 ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ ہاں بالکل میں کہہ دیتا ہوں ان سے۔
 عمران کافی ڈر اوٹ پٹانگ بولتا رہا اور اس کے بعد نادیدہ پر واپس
 جیب میں رکھ لیا۔ پروفیسر حجازی اس کی پچکانہ حرکتوں کو دیکھ رہے
 تھے بہر حال وہ تو عمران سے باخوبی واقف تھے۔ ایٹل کا منہ بدستور بنا
 ہوا تھا اسے عمران کے لئے شینا کی بے چینی بھی پسند نہیں آرہی تھی۔
 عمران نے کہا۔

”چلیے ہو جائے گا ٹھیک۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔“

”بھلا کیسے۔ ہمیں بھی تو علم ہو۔“

”بس آسمانی فوج آئے گی اور سب کچھ تہہ و بالا کر دے گی۔“
 ”کب۔“

”بہت جلد وہ کہتی ہے کہ میرے کہنے کے بعد وہ انتظامات کرے گی
 اور اس میں تھوڑا سا وقت لگ جائے گا۔ اب مجھے اجازت دی جائے۔“
 عمران وہاں سے بھی اٹھ گیا۔ پروفیسر حجازی نے اسے آپکڑا۔

”کیا تم بہت زیادہ پچکانہ پن نہیں اختیار کر چکے ہو عمران۔“

”مجھ سے میرا بچپن کیوں چھنتے ہو۔“ عمران جذباتی انداز میں بولا
 اور حجازی نے ہنس کر کہا۔

”تم ہمیشہ میرا احترام کرتے رہے ہو۔ شاید اس وقت یہ بات
 بھول گئے ہو۔“

”اچھا۔ مگر مجھ سے کوئی بے احترامی ہوتی ہے کیا۔“

”مجھے کچھ نہیں بتاؤ گے۔“

”سب ٹھیک ہے پروفیسر انتظام ہو چکا ہے۔ بعد کی کہانی اگر بعد
 کے لئے ہی رہنے دیں تو زیادہ مناسب ہے۔“

”مجھے بھی کچھ نہیں بتاؤ گے۔“

”جب تک میرے ذہن میں کارروائیوں کی وضاحت نہیں ہو جاتی
 میرے لئے کچھ بتانا مشکل ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ ویسے تم مطمئن ہو۔“

”ہاں پروفیسر آپ اطمینان رکھیے۔ کام تسلی بخش انداز میں ہو رہا
 ہے۔“

”بس ٹھیک ہے۔“ پھر اس شام عمران کو ٹرانسمیٹر پر اشارہ
 موصول ہوا تھا اور وہ شرمائے ہوئے انداز میں وہاں سے اٹھ گیا تھا۔

”کیوں کیا ہوا خیریت۔“

”وہ مجھے بلارہی ہے۔“

”کون۔“

”نیلی گلہری ابھی اس نے آواز دی ہے۔“ عمران نے کہا اور وہاں
 سے آگے بڑھ کر کافی فاصلے پر پہنچ گیا۔ وہ لوگ اپنی جگہ بیٹھے ہوئے اسے
 دیکھ رہے تھے۔ عامرہ نے منہ بنا کر کہا۔

”گھنٹیا اداکاری کے علاوہ وہ اور کچھ نہیں۔“ شینا ان الفاظ پر جھلا گئی
 تھی اس نے کہا۔

”ہاں اس نے تو سب کو دعوت نامے دیئے ہیں ناں کہ اس کی

انہیں چہارے و جو دکا یقین دلانا چاہتا ہوں۔ ہاں۔ ہاں۔ ہاں۔ اچھا۔
 ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ ہاں بالکل میں کہہ دیتا ہوں ان سے۔
 عمران کافی در اوٹ پٹانگ بولتا رہا اور اس کے بعد نادیدہ پر واپس
 جیب میں رکھ لیا۔ پروفیسر حجازی اس کی ہچکناہ حرکتوں کو دیکھ رہے
 تھے بہر حال وہ تو عمران سے باخوبی واقف تھے۔ ایٹل کامنہ بدستور بنا
 ہوا تھا اسے عمران کے لئے شینا کی بے چینی بھی پسند نہیں آرہی تھی۔
 عمران نے کہا۔

”چلیے ہو جائے گا ٹھیک۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔“

”بھلا کیسے۔ ہمیں بھی تو علم ہو۔“

”بس آسمانی فوج آئے گی اور سب کچھ تہہ و بالا کر دے گی۔“

”کب۔“

”بہت جلد وہ کہتی ہے کہ میرے کہنے کے بعد وہ انتظامات کرے گی
 اور اس میں تھوڑا سا وقت لگ جائے گا۔ اب مجھے اجازت دی جائے۔“

عمران وہاں سے بھی اٹھ گیا۔ پھر پروفیسر حجازی نے اسے آپکڑا۔

”کیا تم بہت زیادہ ہچکناہ پن نہیں اختیار کر چکے ہو عمران۔“

”مجھ سے میرا بچپن کیوں چھنتے ہو۔“ عمران جذباتی انداز میں بولا

اور حجازی نے ہنس کر کہا۔

”تم ہمیشہ میرا احترام کرتے رہے ہو۔ شاید اس وقت یہ بات

بھول گئے ہو۔“

”اچھا۔ مگر مجھ سے کوئی بے احترامی ہوتی ہے کیا۔“

”مجھے کچھ نہیں بتاؤ گے۔“

”سب ٹھیک ہے پروفیسر انتظام ہو چکا ہے۔ بعد کی کہانی اگر بعد

کے لئے ہی رہنے دیں تو زیادہ مناسب ہے۔“

”مجھے بھی کچھ نہیں بتاؤ گے۔“

”جب تک میرے ذہن میں کارروائیوں کی وضاحت نہیں ہو جاتی

میرے لئے کچھ بتانا مشکل ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ ویسے تم مطمئن ہو۔“

”ہاں پروفیسر آپ اطمینان رکھیے۔ کام تسلی بخش انداز میں ہو رہا

ہے۔“

”بس ٹھیک ہے۔“ پھر اس شام عمران کو ٹرانسمیٹر پر اشارہ

موصول ہوا تھا اور وہ شرمائے ہوئے انداز میں وہاں سے اٹھ گیا تھا۔

”کیوں کیا ہوا خیریت۔“

”وہ مجھے بلارہی ہے۔“

”کون۔“

”نیلی گہری ابھی اس نے آواز دی ہے۔“ عمران نے کہا اور وہاں

سے آگے بڑھ کر کافی فاصلے پر پہنچ گیا۔ وہ لوگ اپنی جگہ بیٹھے ہوئے اسے

دیکھ رہے تھے۔ عاصمہ نے منہ بنا کر کہا۔

”گھنٹیا اداکاری کے علاوہ وہ اور کچھ نہیں۔“ شینا ان الفاظ پر تھلا گئی

تھی اس نے کہا۔

”ہاں اس نے تو سب کو دعوت نامے دیئے ہیں ناں کہ اس کی

ادکاری کا جائزہ لیا جائے۔ بلاوجہ آپ لوگ ایسے ریمارکس دینے لگتے ہیں۔

”ارے۔ ارے سوری شینا سوری۔ مگر تم دیکھو ناں کیا وہ استباہی معصوم ہے۔ عامرہ نے کہا۔ شینا نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

عمران نے کچھ فاصلے پر ٹرانسمیٹر آن کیا اور دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔ عمران پر سکون لہجے میں بولا۔ ”ہاں بلیک زیرو رپورٹ۔“ جواب میں بلیک زیرو نے پہلے اسے ٹرانف سڈلر کی تفصیل بتائی پھر بولا۔

”سرسارے انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔ سرسلطان نے سیکٹر بلیو کو ہدایت دے دی ہیں اور اب سیکٹر بلیو میں آپ کی ہدایت کا انتظار کیا جا رہا ہے۔“

”اتنی جلدی ہو گیا یہ سارا کام۔“

”سرسلطان نے ہنگامی بنیاد پر آپ کی ہدایت کے مطابق یہ سب کچھ کیا ہے۔“

”وری گڈ۔ وری گڈ اچھا ان لوگوں سے رابطے کا کیا ذریعہ ہو گا۔“

”سر میرے پاس ٹرانسمیٹر موجود ہے جو آپ نے طلب کیا تھا اس کی فریکوئنسی ان لوگوں کو بتا دی گئی ہے۔ آپ جب بھی مناسب سمجھیں ان سے رابطہ قائم کر لیں۔“

”کمانڈر کون ہے۔“

”کرنل ابراہیم علی خان۔ آپ انہیں اپنا نام ڈبل فائیو بتا سکتے

ہیں۔ یہ کوڈ نمبر دیا گیا ہے۔“

”کمانڈر ابراہیم علی خان۔“

”جی سر۔“

”او کے بلیک زیرو۔ مگر تم یہ ٹرانسمیٹر مجھے کب اور کہاں دے رہے ہو۔“

”میں آپ لوگوں کو دیکھ چکا ہوں زیادہ فاصلہ نہیں ہے میں بڑی مشکل سے یہاں تک پہنچا ہوں۔ ویسے یہ جگہ بڑی عجیب ہے۔“

”اگر تم دیکھ رہے ہو تو وہ بہت دور ان تین درختوں کو دیکھو جو آپس میں سر جوڑے میٹنگ کر رہے ہیں۔“

”سر میں وہیں سے بول رہا ہوں۔“

”وری گڈ وری گڈ۔“ عمران نے بلیک زیرو کی تعریف کی۔

”میرے لئے کوئی ہدایت ہے۔“

”میرا خیال ہے بلیک زیرو تمہاری کوئی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ معاملات اپنے طور پر نمٹ ہی گئے ہیں۔ تم ٹرانسمیٹر وہیں درختوں

کے درمیان رکھ دو۔ میں تلاش کر لوں گا اور تم واپس چلے جاؤ بلاوجہ

خطرہ مول لینا ٹھیک نہیں ہے۔ یہ علاقے بہر طور مخدوش ہیں۔“

”آپ جیسا حکم دیں سر۔“

”ٹرانف سڈلر کے بارے میں تم نے سرسلطان کو بتا دیا ہے۔“

”جی سر۔ اس کا پورا فائل میرے پاس ہے۔“

”او کے بلیک زیرو۔ تم ہدایت کے مطابق عمل کرو۔“

آپ کی واپسی کے کیا امکانات ہیں۔

اس مرحلے کو نمٹانے کے بعد واپس آجاؤں گا۔ عمران نے کہا اور اس کے بعد سلسلہ منقطع کر دیا۔ پھر وہ دوسرے لوگوں کے پاس پہنچ گیا اس کے ذہن میں کچھ منصوبے تھے۔ جن کے سلسلے میں وہ پروفیسر حجازی سے مشورہ کرنا چاہتا تھا۔ یہ کیس صحیح معنوں میں اپنی نوعیت کا بالکل مختلف کیس تھا اس میں سیکرٹ سروس کی ٹیم کو شامل بھی نہیں ہونا پڑا اور کام بس بن ہی گیا۔ بہر حال سارا دن وہ ان لوگوں کو نچاتا رہا پھر ایک مناسب وقت پر جا کر اس نے وہ ٹرانسمیٹر اپنے قبضے میں کر لیا۔ جس پر کرنل ابراہیم علی خان سے بات ہو سکتی تھی۔ لیکن اس کے لئے تھوڑا سا وقت درکار تھا۔ وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آج کی رات کن حالات میں گزرتی ہے۔ موقع ملتے ہی اس نے پروفیسر حجازی سے کہا۔

پروفیسر کھیر پک گئی ہے اور اب تقسیم ہونے والی ہے۔

کیا مطلب۔ پروفیسر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

کھیر کا مطلب کھیر ہی ہوتا ہے۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ نیلی گھیری ہماری مدد کرنے پر آمادہ ہو گئی ہے۔

ہاں تم نے کہا تھا اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ شاید اب میں تمہارے لئے قابل اعتماد نہیں رہا ہوں۔ پروفیسر حجازی کا لہجہ کچھ عجیب سا ہو گیا اور عمران ایک دم چونک کر سمجھ گیا۔

ارے نہیں پروفیسر آپ کی میں بے پناہ عزت کرتا ہوں آپ شاید

میری کسی بات سے ناراض ہو گئے۔

میں خود میں اور دوسروں میں فرق سمجھتا ہوں۔ میرا خیال ہے تم نے وہی رویہ میرے ساتھ اختیار کیا ہے جو دوسروں کے ساتھ روار کھا ہے۔

معافی چاہتا ہوں پروفیسر۔ اصل میں یہ سوچ رہا تھا میں کہ کام مکمل ہونے پر پوری تفصیل آپ کے گوش گزار کروں گا۔ بہر حال تفصیل یہی ہے کہ وہ نام جو پروفیسر ٹیل کو یاد نہیں آ رہا۔ اصل میں ٹرائف سڈلر ہے۔ عمران نے بلیک زیرو کی بتائی ہوئی تفصیل پروفیسر کے سامنے دوہرا دی۔ اور حجازی حیرت سے گنگ ہو گیا۔ بہت دیر کے بعد اس نے کہا۔

یہ سب کچھ تم نے کہاں بیٹھے بیٹھے۔

نہیں پروفیسر۔ میں نے کام کیا ہے اور نیلی گھیری نے میرا ساتھ دیا ہے۔ اب آپ یہ بتائیے کہ ان لوگوں کے لئے کیا کریں۔ ہم ان پہاڑیوں پر ریڈ کرنے والے ہیں جن میں ٹرائف سڈلر نے اپنا ٹھکانہ بنا رکھا ہے۔

کب۔

میرے خیال میں اب وقت کا زیاں بے سود ہے۔ مجھے تمہارا سا کام اور کرنا ہے بس اس کے بعد۔

قاہر ہے کہاں خونریزی ہو گی۔

کوئی مجرم آسانی سے خود کو حوالے نہیں کر دیتا۔

"پھر تو واپسی ضروری ہے۔ ویسے تمہیں یقین ہے کہ ان کا مسکن انہی پہاڑیوں میں ہے۔"

ہاں۔ عمران نے حتیٰ لہجے میں کہا۔

اصل میں عمران نے خود ہی گڑبڑ کی تھی۔ نیلی گلہری کی کہانی سنا کر اس نے سب کو بے یقینی کا شکار کر دیا تھا۔ نوجوان اڑ گئے تھے۔ وہ اس الٹی سیدھی کہانی کو تسلیم کرنے کے لئے ہی تیار نہیں تھے۔ عمران تشویش کا شکار ہو گیا تھا۔ ان کو واقعی نقصان ہو سکتا تھا۔ اس وقت تک کوئی عمل نہیں کیا جاسکتا تھا جب تک یہ لوگ یہاں سے نہ ہٹ جائیں۔

لیکن وہ رات ان سب کے لئے ایک غیر متوقع سانحے کا باعث بن گئی خود عمران بھی دھوکہ کھا گیا تھا۔ غالباً کوئی فضائی عمل کیا گیا تھا انہوں نے ایک ناگوار بو محسوس کی تھی اور لمحوں میں سب کچھ ہو گیا تھا۔ عمران کو بھی سانس روکنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ پھر ان سب کو انہی غاروں میں ہوش آیا تھا جہاں کی عمران سیر کر چکا تھا۔ سورج نکل آیا تھا اور رخنوں سے روشنیاں جھانک رہی تھیں۔

"یہ۔ یہ کیا ہو گیا۔" رانا بختیار گھٹے گھٹے لہجے میں بولا۔

"کالا بھیریا اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گیا۔" عمران بڑبڑایا۔

"کیا فضول بکواس ہے۔ یہ۔ یہ کونسی جگہ ہے۔" سب کے اوسان

خطا ہو رہے تھے۔

"میں نیلی گلہری کا پر نکالتا ہوں۔ وہی کچھ بتا سکے گی۔" عمران نے کہا

"یہاں بھی شرارتوں سے باز نہیں آیا تھا۔ پھر اس نے نادیدہ پر نکالا اور درجک کچھ بڑبڑاتا رہا۔ پھر واپس جیب میں رکھ کر بولا۔

"اس کا کہنا ہے کہ یہ شہنشاہ جنت کا ایذا آفس ہے اور وہ ہم سے ملاقات کریں گے۔"

عمران کی بکواس پر کسی نے یقین نہیں کیا۔ لیکن یہ بھیانک ماحول انہیں لرزاتا رہا تھا۔ سارے دلیر جی چھوڑ بیٹھے تھے۔ لڑکیاں تو خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھیں۔

وقت گزرتا رہا۔ پھر کچھ سیاہ پوش وہاں آئے اور انہیں وہاں سے نکال کر ایک بڑے ہال میں لے گئے۔ پہاڑی غار تھا لیکن چاروں طرف لاتعداد مشینیں لگی ہوئی تھیں۔ مجازی اور ٹیل انہیں دیکھ کر ششدر رہ گئے۔

"یہ تو کوئی عظیم الشان..... ٹیل اسٹا ہی کہہ پایا تھا کہ ہال کے ایک کونے سے سفید بادے میں ملبوس ایک طویل العمر بوڑھا نمودار ہوا اور عمران نے سرگوشی کی۔

"شہنشاہ جنت۔" کسی نے عمران کی بات پر توجہ نہیں دی تھی۔

بوڑھا ان کے سامنے آگیا۔ اس نے سرد نگاہوں سے انہیں دیکھا۔ پھر اس کی نظریں عمران کی طرف اٹھ گئیں۔

"میں نے تم سے کہا تھا یہاں سے واپس چلے جاؤ۔ تم لوگوں نے توجہ نہیں دی۔"

"میری کسی نے سنی ہی نہیں شہنشاہ جنت۔" عمران نے رد دینے

والے انداز میں کہا۔

"حالانکہ تمہارے ساتھ سنجیدہ لوگ بھی موجود ہیں۔ بہر حال ضد اور ہٹ دھرمی کی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔ میں کیا کروں۔ مجھے بے گناہ انسانوں کی ہلاکت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کوئی مجبور کر دے تو میں کیا کروں۔"

"اس موقع کے لئے ایک شعر ہے میرے پاس۔" عمران نے لرزتی آواز میں کہا۔

"عرض ہے۔ تیری۔ تیری۔"

"شٹ اپ"۔ بوڑھے نے غرا کر کہا۔ پھر بولا "دوستو میرا نام ٹرانف سڈلر ہے۔ مظلوم جرمنی کا باشندہ ہوں۔ عظیم ہٹلر کے افکار آج بھی میرے دل میں زندہ ہیں۔ آج نہیں کل۔ کل نہیں پرسوں دنیا تسلیم کرے گی کہ ہٹلر صحیح راستے پر تھا۔ اس کا نارگٹ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے۔ یہودی تھے۔ وہ انیس سو بیالیس میں اس فتنے کو ختم کرنے پر کمر بستہ ہو رہا تھا جو آئندہ کئی صدیوں کے لئے ہولناک تباہی بننے والا تھا اور صرف پچاس پچپن سالوں میں تم نے دیکھ لیا صیہونی کس طرح دنیا بھر کے لئے تباہی کے دروازے کھول رہے ہیں۔ عظیم ہٹلر کے لئے میں ایک دور دراز خطے میں ایک فارمولالے پر کام کر رہا تھا۔ میرے ساتھ ہیر شولڈ، کاف پاخ اور جنرل کلف رش کام کر رہے تھے۔ افسوس ان کی عمریں ساتھ نہ دے سکیں۔ وہ مجھ سے بچھڑ گئے۔ بہر حال اندھی دنیا نے ہٹلر کے موقف کو نہیں مانا۔ اور مظلوم جرمنی تباہ ہو گیا۔"

اس کے بعد سے آج تک دنیا یہودیوں کو بھگت رہی ہے لیکن میں نے عظیم ہٹلر کا مشن زندہ رکھا ہے میں کام کر رہا ہوں۔ میں نیو جرمنی تعمیر کروں گا میرا منصوبہ تکمیل کے مراحل طے کر چکا ہے اور اپنے مشن کے آغاز کے لئے میں نے یہ خطہ منتخب کیا ہے۔ میرا تجربہ کامیابی کی منازل طے کر چکا ہے۔ جلتے ہو میں یہاں کیا کر رہا ہوں۔ جس خیال پر کام کر رہا ہوں۔ خیال طاقتور دماغ میں پیدا ہوتا ہے اور دماغ کائنات میں طاقت کا سرچشمہ ہے۔ ساری ایجادات اس کی تابع ہیں۔ میں نے خیالی درندے بنائے ہیں۔ ان درندوں کو میں نے ٹیلی کیئر لیزر سے آراستہ کیا ہے۔ یہی لیزر انہیں کنٹرول کرتے ہیں۔ یہ درندے خوفناک تباہی پھیلا سکتے ہیں۔ بڑی سے بڑی فوج ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی بس اس کا کام باقی ہے کہ میں ان ٹیلی کیئرڈ کو محفوظ کر دوں۔ جب میں اس کام کی تکمیل کر لوں گا تو پھر ایک خیالی فوج بناؤں گا جس کا کوئی مادی وجود نہیں ہوگا لیکن جو دشمن کے خلاف وہ سارے عمل کر سکے گی جو اسے تباہ کر دیں۔ ہوگا کوئی مجھ سے مقابلہ کرنے والا۔ کوئی نہیں ہوگا پھر نیو جرمنی وجود میں آئے گا اور جرمن قوم پوری دنیا پر حکمرانی کرے گی۔

"ہیل ہٹلر۔" اچانک عمران پر جوش لپٹے میں وحفا اور اس نے دایاں ہاتھ سیدھا کر دیا۔

"ہیل ہٹلر۔" بوڑھے نے اسی انداز میں جواب دیا اور عمران کو گھورنے لگا۔

لیکن سر آپ نے یہی خطہ کیوں منتخب کیا۔

اس لئے کہ یہاں کے لوگ سادہ لوح ہیں۔ میں نے تو ہمت کا سہارا لے کر یہ علاقے خالی کرانے کا منصوبہ بنایا تھا اس کے علاوہ میرے پاس کوئی چارہ کار نہیں تھا۔

آہ کاش ہمیں یہ سب کچھ معلوم ہوتا۔ بڑی غلطی ہو گئی۔

تم لوگ حقیقت آشنا ہو گئے ہو۔ میرا مشن تمہارے علم میں آگیا ہے۔ اب اس کے لئے قربانی دو۔

قق۔ قق۔ قربانی۔ ہم دیں۔ عمران بولا۔

ہاں۔ مجبوری ہے۔ میں نے چاہا تھا کہ تم لوگ واپس چلے جاؤ۔ لیکن تم ہم جوئی پر آمادہ تھے۔ اسٹین گنیں استعمال کر رہے تھے۔ تم نے میرا ایک ٹیلی کیسرتباہ کر دیا اب جب تم میرے مکمل راز سے آگاہ ہو گئے ہو تو تمہاری زندگی کیسے ممکن ہے۔ میری تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ لیکن مجبوری ہے۔ سوری فرینڈز۔ ویری سوری۔ وہ واپسی کے لئے مڑ گیا۔

سنو تو۔ ارے بھائی صاحب۔ او بڑے میاں۔ تم پر خدا کی مار ارے بات تو سن لو۔۔۔ عمران دوہائیاں دیتا رہا۔ لیکن بوڑھا غار میں چلا گیا تھا۔

خدا غارت کرے۔ میری تو شادی بھی نہیں ہوئی۔ اس غمناک موقع کے لئے بھی ایک شعر ہے میرے پاس۔ بھول۔ مر جھا۔ لیکن پھر فوراً ہی انتہیلی سے منہ کو زور سے بند کر دیا کیونکہ باقی لوگ قبر آلود

نگاہوں سے اسے گھور رہے تھے۔

ان سب کو واپس اسی غار میں پہنچا دیا گیا۔ پروفیسر ٹیل نے غار میں آتے ہی کہا تھا۔ میں نے تم سے کہا تھا ناں جہازی کہ ایک نام مجھے یاد آ رہا ہے۔ ٹرائف۔ آہ کمال ہے۔ نہ جانے یہ خیالی فارمولا کیا ہے۔ جہازی نے کوئی جواب نہیں دیا وہ بس عمران کو گھور رہا تھا۔ باقی لوگوں کے چہروں پر مردانی چھائی ہوئی تھی۔ لڑکیاں تو رو بھی رہی تھیں۔ عمران نے ایشل سے کہا۔

جانتی ہو یہ کیوں رو رہی ہیں۔ ان بے چاریوں کی بھی شادی نہیں ہوئی۔ ایشل نے نفرت سے رخ بدل لیا تھا۔

عمران صاحب۔ کچھ اندازہ ہے وہ ہمیں کیسے ماریں گے۔

شاید جوتے سے۔ عمران پھٹ سے بولا اور شہزور علی نے بے اختیار سر پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔

کوئی چانس ہے ہماری زندگی کا۔ رات ہو گئی تو جہازی کو موقع مل گیا۔ اس نے عمران سے کہا۔

پورا پورا۔ عمران نے کہا۔

کیا مطلب۔

ٹیلی گھبری کا پر میرے پاس ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔

اگر اب بھی تم نے کچھ چھپا رکھا ہے عمران تو۔ تو تم سے سنگدل انسان کوئی دوسرا نہیں ہوگا۔ مجھ سے ان لوگوں کا خوف نہیں دیکھا جا رہا۔

"میں ان کے لئے زندگی کا اعلان کئے دیتا ہوں۔" عمران نے کہا۔
 پھر بلند آواز میں بولا "دوستو۔ فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ نیلی
 گلہری سے میرا مسلسل رابطہ ہے۔ اس نے کہا ہے کہ کھاؤ بیو عیش
 کرو۔ یہ بڑے میاں تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔ ان میں جان
 ہی کتنی ہے۔ انہیں تو بھائی شہزور علی ہی اٹھا کر زمین پر دے ماریں
 گے۔ آپ لوگ فکر مند نہ ہوں۔ بس آدھی رات کے بعد نیلی گلہری آ
 جائے گی اور ہم کل صبح آزاد ہوں گے۔"

ہیلی کاپڑوں کا دست کر نل ابراہیم علی خان کی کمان میں پرواز کرتا
 ہوا پہاڑیوں پر پہنچا تھا۔ ڈیل فائیو کے کوڈ پر کر نل کو پوری تفصیل بتا
 دی گئی تھی۔ چنانچہ آدھی رات کے بعد پہاڑیوں کو روشنیوں کے
 دائرے میں لے لیا گیا اور پھر مشین گنوں سے پہاڑیاں ادھیری جاتے
 لگیں۔ ہلکے بم بھی استعمال کئے جا رہے تھے۔ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد
 نیچے سے اچانک کارروائی ہوئی۔ اور خوفناک درندوں کا ایک غول
 اچھل کر باہر نکل پڑا۔ ہدایات کے مطابق ہیلی کاپڑوں نے ان کی
 آنکھوں کو نشاۃ بنا کر انہیں تباہ کر دیا گیا۔ درندے کسی کو نقصان نہ
 پہنچا سکے تھے کیونکہ کوئی زمین پر تھا ہی نہیں۔ البتہ کچھ دیر کے بعد نیچے
 کچھ سیاہ پوش نظر آئے جنہوں نے ہیلی کاپڑوں پر فائرنگ کی۔ لیکن چند
 لمحوں میں انہیں نشاۃ بنا لیا گیا اور صرف آدھے گھنٹے کی کارروائی کے
 بعد فوجی جوانوں نے ان پہاڑیوں پر قبضہ جما کر اندر موجود تمام لوگوں

پر قابو پایا جن میں ٹرائف سندر بھی تھا۔ ساتھ میں ان قیدیوں کو رہائی بھی دلائی گئی جو وہاں قید تھے۔ فوج نے یہاں مکمل کنٹرول کر لیا تھا اور تمام قیدیوں کو احترام کے ساتھ فوج کی نگرانی میں سرہاوس بھجوا دیا گیا۔

رہائی پانے والوں کو زندگی کا یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ قید خانے میں گھنٹوں میں منہ دیئے موت کا انتظار کر رہے تھے کہ ٹھیک آدمی رات کے بعد اچانک ہنگامہ برپا ہو گیا اور پھر شدید ہنگامے کے بعد انہوں نے فوجی جوانوں کو دیکھا جو اندر گھس آئے تھے۔

بہر حال انہیں نئی زندگی ملی تھی۔ لیکن اس خطبے کا اعلان بھی انہیں یاد تھا جو نیلی گھری کے حوالے سے دیا گیا تھا۔ وہ سب بدحواس تھے اس وقت تو کوئی کچھ نہ بول سکا۔ لیکن صبح کو اس کی تلاش ہوئی تو پتہ چلا کہ وہ صبح ہونے سے پہلے ہی چلا گیا۔ سب دم بخور رہ گئے۔ نجانے کیوں سب ہی کو ایک عجیب سے دکھ کا احساس ہوا تھا۔ شینا تو رو پڑی۔

کہاں چلا گیا۔ کیوں چلا گیا۔

بس ایک جیب لے کر نکل گیا کہنے لگا ذرا نیلی گھری کا شکر یہ ادا کر آئے۔

کیا وہ واپس آئے گا۔

نہیں بے بی۔ بس وہ چلا گیا۔ پروفیسر حجازی نے کہا۔

اب انہیں آئے گا۔

نہیں۔

مگر وہ تو آپ کے ساتھ آیا تھا۔

ہاں لیکن ہمارے ساتھ واپس نہیں گیا۔

کون تھا وہ۔ آپ اسے جانتے تو ہوں گے آخر وہ کون تھا۔

وہ گیا وقت تھا جو واپس نہیں آتا۔ حجازی نے کہا اور شینا ہلک ہلک کر رونے لگی۔

بعد میں راؤ غمتنفر نے پروفیسر حجازی سے کہا۔ آپ شینا کو دیکھ رہے ہیں پروفیسر۔ اگر ممکن ہو سکے تو ہمیں اس سے ملا دیں۔ یہ تو زندگی کے ٹھوس حقائق ہیں ہو سکتا ہے۔

نہیں راؤ صاحب۔ بچی کو سمجھالیں۔ جو کچھ آپ سمجھ رہے ہیں کاش ممکن ہوتا۔ حجازی نے افسردگی سے کہا۔

کیوں۔

بس ایسی ہی بات ہے۔ آپ مجھ پر یقین کریں۔

دو دن کے بعد حجازی، ٹیل اور ڈی بی ایل وغیرہ بھی رانا گڑھی سے واپس آ گئے۔ عمران ان سب کے دلوں پر ایک ایسا نقش چھوڑ آیا تھا جسے نہ جانے کون کب تک نہیں مٹا سکتا تھا۔

ختم شد

عمران یسر میں قہقہہ آمیز اور دلچسپ ایڈونچر

موت کا اغوا مکمل ناول

مصنف — ایم۔ اے۔ راحت

- — عمران مجرموں کے تعاقب میں — مجرم عمران کے تعاقب میں اور موت دونوں کے تعاقب میں —
- — ایک ایسا فارمولا — جس کا حصول عمران کے لئے ناممکن تھا مگر عمران نے جان کی بازی لگا دی۔ کیا عمران وہ فارمولا حاصل کر سکا؟
- — ستارہ ایلاہ — انتہائی خطرناک رقاصہ — جس نے عمران کو احمق بننے پر مجبور کر دیا۔
- — ریت کا سمندر — جس میں عمران اور ستارہ ایلاہ کو زندہ دفن ہونا پڑا — کیوں؟
- — یرقان پھوٹا — انتہائی دلچسپ کردار — جس کا ہر انداز بے ساختہ قہقہے لگانے پر مجبور کر دیتا ہے۔
- — انتہائی تیز اور بے پناہ جدوجہد پر مبنی ایک منفرد ایڈونچر۔

یوسف برادرِ پاک گیت ملتان